ارمغانِ حق

جلد اول

مجلہ "زمزم" میں شائع ہونے والے سوالات کے جوابات کا
(دوسرا مجموعہ)، غیر مقلدین کے بہت سے اعتراضات کا
کتاب وسنت کی روشنی میں تسلی بخش جواب

از قلم

محمد ابوبکر غازیپوری
مدیر
مجلہ "زمزم" غازیپور

ناشر: مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدوارہ
غازی پور۔ یو۔ پی۔ انڈیا۔ پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱

Scanned by CamScanner

ارمغان حق

جلد اول

مجلہ "زمزم" میں شائع ہونے والے سوالات کے جوابات
کا پہلا مجموعہ، غیر مقلدین کے بہت سے اعتراضات کا
کتاب وسنت کی روشنی میں تسلی بخش جواب

از قلم

محمد ابو بکر غازیپوری

شائع کردہ:

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ

غازی پور، یوپی۔ انڈیا۔ پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : ارمغانِ حق جلد اوّل

تالیف : محمد ابوبکر غازی پوری

صفحات : ۳۷۵

سنہ اشاعت : طبع دوم اگست ۲۰۰۱ء

طباعت : ربانی پرنٹرس دہلی

قیمت : =/150 روپے

شائع کردہ : مکتبہ اثریہ، قاسمی منزل، سیدواڑہ، غازی پور۔ یوپی۔

Scanned by CamScanner

فہرستِ مضامین

عنوان	نام	صفحہ
تقریظ	مولانا رشید احمد صاحب فاروقی	۱
مقدمہ	مولانا ڈاکٹر مسعود صاحب قاسمی	۳
پیش لفظ	محمد ابوبکر غازی پوری	۸
قرأت خلف الامام کا مسئلہ اور حنفی مذہب	" "	۱۱
رکعات تراویح کے بارے میں	" "	۳۳
قربانی کے تین دن یا چار دن	" "	۵۹
امامت کا حقدار کون اقرأ یا اعلم؟	" "	۷۰
نماز میں رفع یدین کے بارے میں	" "	۷۹
فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کی شرعی حیثیت	" "	۸۸
ایک ہاتھ سے مصافحہ کی حقیقت	" "	۹۵
مسئلہ رفع یدین میں غیر مقلدین کی غلط بیانیاں	" "	۱۱۳
رفع یدین کے بارے میں خط اور اس کا جواب	" "	۱۲۰
کیا بلا اس تحریف وخیانت کے رفع یدین نہیں ہو سکتا؟	" "	۱۲۷
کن شرطوں کے ساتھ عورتیں نماز کیلئے مسجدوں میں جائیں؟	نورالدین نورالشرالاعظمی	۱۴۸
احرام کیلئے دو رکعت نماز	محمد ابوبکر غازی پوری	۱۵۳

Scanned by CamScanner

عنوان	نام	صفحہ
جمعہ کی اذان عثمانی کو بدعت کہنا گمراہی ہے	محمد ابوبکر غازی پوری	۱۵۸
نماز میں قدم سے قدم ملانے کا مسئلہ	نورالدین نوراللہ الاعظمی	۱۶۷
کیا جماعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا بدعت ہے؟	محمد ابوبکر غازی پوری	۱۷۶
دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا۔	نورالدین نوراللہ الاعظمی	۱۸۴
کیا فارسی زبان میں حنفیہ کے یہاں اذان مسنون ومشروع ہے؟	محمد ابوبکر غازی پوری	۱۸۹
نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کا مسئلہ	" "	۲۰۰
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ پر ایک اعتراض کا جواب	" "	۲۱۰
ہدایہ کے مسائل اور ان کا جواب	" "	۲۲۳
دس سوالات کے جوابات	" "	۲۴۱
کیا دین کو جاننے کیلئے صرف کتاب وسنت کافی ہیں؟	" "	۲۵۱
کیا ہدایہ کتاب قرآن کی طرح ہے؟	" "	۲۵۷
کیا صاحبین نے امام ابوحنیفہ سے دو ثلث مسائل میں اختلاف کیا ہے؟	" "	۲۶۳
فقہائے کرام کے اقوال کی بنیاد کتاب وسنت پر ہوا کرتی ہے	" "	۲۶۶
کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں حیات حاصل ہے؟	" "	۲۷۲
کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو منصب شریعت حاصل ہے؟	نورالدین نوراللہ الاعظمی	۲۷۸

Scanned by CamScanner

عنوان	نام	صفحہ
ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا پہننا اور کھلے سر نماز	محمد ابوبکر غازی پوری	۲۸۶
کیا ہر عالم سے مسئلہ معلوم کر کے دین پر عمل کیا جا سکتا ہے ؟	" "	۲۹۰
غیر مقلدین کے سوالوں کے جوابات	" "	۲۹۶
نصف شعبان کی فضیلت، میت کے ایصالِ ثواب کیلئے جمع ہو کر قرآن پڑھنا	" "	۳۱۳
حدیث پر صحت وضعف کا حکم امر اجتہادی ہے	" "	۳۱۸
علم غیب اور علمائے دیوبند	" "	۳۲۲
ائمہ متبوعین کا معرفتِ حدیث میں مقام	" "	۳۲۸
۱۔ صحابہ کرام کو بُرا کہنے والا اہلسنت نہیں قرار پائیگا	" "	۳۳۵
۲۔ تارکین تقلید کا نام عقلاً و شرعاً "غیر مقلد" سے زیادہ کوئی اور مناسب نہیں۔	" "	"
اکابر دیوبند کے بارے میں ایک غلط پروپیگنڈہ ایک سوچی سمجھی شرارت	" "	۳۴۵
شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا فتویٰ	" "	۳۵۷
اجماع کا شرعی حکم	" "	۳۶۴
تقلید کے منکرین تمام امت اسلامیہ کے گمراہ ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں	" "	۳۷۱

Scanned by CamScanner

پیش لفظ طبع دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلہ زمزم میں شائع ہونے والے سوالوں کے جوابات کا جب پہلا مجموعہ ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا تھا تو مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ اتنا مقبول ہوگا کہ دو سال کے اندر ہی اس کو دوبارہ شائع کرنا ہوگا۔ توقع اس لئے نہیں تھی کہ اس مجموعہ کے سارے مضامین زمزم مجلہ میں شائع ہو چکے تھے، لیکن توقع کے بالکل خلاف اللہ نے اس مجموعہ کو جو ارمغان حق کے نام سے شائع ہوا تھا بڑی مقبولیت عطا کی، ہندوستان کے علاوہ یہ پاکستان میں بھی چھپا اور اہل علم نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ غیر مقلدین کے شکوک شبہات کو ختم کرنے کے لیے اللہ نے اس کتاب کو بڑا ذریعہ بنا دیا ہے۔

لوگوں کے مطالبہ پر اسکی دوسری جلد بھی مشایع کرنی پڑی اور وہ بھی ہاتھوں ہاتھ لی جاری ہے، دونوں جلدوں کے کل عنوانات اسی ۸۰ سے زیادہ ہیں، اور ہر مضمون اپنی جگہ پر اہم ہے، اگر کسی کے مطالعہ میں یہ دونوں جلدیں مسلسل رہیں تو انشاء اللہ وہ غیر مقلدین کے فریب اور دھوکہ کا شکار نہ ہوگا، اور فقہ حنفی کے بارے میں اسکے اطمینان میں اضافہ ہوگا۔

چونکہ ارمغان جلد اوّل کے نسخے ختم ہو چکے ہیں اس وجہ سے اس جلد کو دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے فیض کو زیادہ سے زیادہ عام کرے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل

سید واڑہ غازیپور یوپی

۲/اگست ۲۰۰۶ء

موبائیل:۔ 09451006499

Scanned by CamScanner

تقریظ

از صاحبزادہ گرامی مخدوم مکرم مولانا رشید احمد صاحب مفتاحی

اَلحَمدُ لِلّٰہِ لِاَھلِہٖ وَالصَّلاۃُ عَلٰی اَھلِھَا، وبعد:

غیر مقلدیت ایک ایسا فتنہ ہے جس نے بیشتر مقامات پر لوگوں کو آزمائش اور پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے، اس جماعت کے لوگ جہاں کہیں جاتے ہیں وہاں کی اچھی خاصی پرسکون فضا میں ہنگامہ اور شورش برپا کر دیتے ہیں، اختلافی مسائل کو ہوا دے کر ماحول کو گرم کرنا اس جماعت کے بہت سے افراد کا خاص مشغلہ ہے، سب کے بارے میں تو یہ بات نہیں کہی جا سکتی، لیکن ان کے اندر ایک بڑی تعداد اس ذہنیت کی ضرور ہے۔

اس فتنہ کا تعاقب مختلف زمانہ میں لوگ مختلف طریقہ پر کرتے رہے ہیں، اور اس کے خطرہ سے لوگوں کو باخبر اور آگاہ کرتے رہے ہیں، ہمارے اس دور میں اللہ جل شانہٗ نے برادر گرامی، فاضل محترم مولانا محمد ابوبکر غازی پوری بارک اللہ فی حیاتہ سے رد غیر مقلدیت کے سلسلہ میں بڑا عظیم الشان کام لیا ہے، اور انھوں نے بڑے جرأتمندانہ طریقہ پر بڑھتے ہوئے اس سیلاب کا مقابلہ کیا ہے، اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ کئی سال سے تن تنہا اس فتنہ کے سامنے سینہ سپر ہیں، اور

Scanned by CamScanner

نہایت کامیابی سے اس محاذ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

مولانا نے اپنے رسالہ "زمزم" میں خطوط کے جواب کا ایک بہت مفید سلسلہ شروع کر رکھا ہے، اس کی افادیت کے پیش نظر اب اس کو الگ سے کتابی شکل میں شائع کر رہے ہیں، یہ کتاب عوام وخواص دونوں کے لئے انشاء اللہ مفید اور کارآمد ثابت ہوگی، اور اس سے مذہب حنفی کو صحیح طور پر سمجھنے میں مدد ملے گی۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائے، اور اس کو عوام وخواص دونوں کے حق میں مفید اور نافع بنائے۔ آمین۔

رشید احمد الاعظمی

۱۴ر صفر المظفر ۱۴۱۵ھ

Scanned by CamScanner

مقدمہ

از قلم مولانا ڈاکٹر مسعود صاحب قاسمی نائب مدیر مجلہ المآثر مئو

الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام الأتمان الأکملان علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلیٰ آلہ واصحابہ الغر المیامین، ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین، اما بعد:

اسلام ایک ایسا کامل ومکمل اور ہمہ گیر مذہب ہے، جو پوری انسانیت کے لئے پیغام رشد وہدایت اور قیامت تک پیش آنے والے مسائل کیلئے مشعل راہ اور روشنی کا مینار ہے، قرآن کریم اور احادیث نبویہ اسلامی قانون اور احکام وتعلیمات کے بنیادی سرچشمے ہیں، جو مسائل ان دونوں سرچشموں کی طرف رجوع کرنے کے بعد بھی لاینحل رہتے ہوں، ان کے حل کا طریقہ خود حدیث نبوی میں بتا دیا گیا ہے، جس کی روشنی میں تا قیام قیامت ہر مسئلے کو حل کیا جا سکتا ہے، اور اس کو روبہ عمل لایا جا سکتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک ایک قول اور عمل کو نہایت اہتمام اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے بعد کے لوگوں تک پہنچایا، انھوں نے اس ارشاد نبوی پر پوری طرح عمل کیا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ فلیبلغ الشاھد الغائب اور یہ بھی فرمایا کہ رب مبلغ أوعی من سامع حتی کہ صحابہ کرام نے کتمان علم کے خوف سے بعض ایسی حدیثیں بھی بیان فرمائیں، جن کو عام لوگوں تک پہنچانے

Scanned by CamScanner

سے آپ نے کسی مصلحت کی بنا پر منع فرمایا تھا، اس تعلیم و تبلیغ کی برکت سے حدیث کے دواوین اور کتابوں کا وہ عظیم الشان ذخیرہ وجود میں آیا، جن سے آج دنیا کے بڑے بڑے کتب خانے معمور ہیں۔

اسلامی فتوحات کا جب سلسلہ شروع ہوا، تو اس کے ساتھ مذہب اسلام اور اسلامی تعلیمات کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا، صحابہ کرام اور ان کے متبعین جہاں کہیں گئے قرآن و سنت کی دولت ساتھ لے کر گئے، جن قوموں سے ان کا سابقہ پڑا ان کو اس دولت کی قدر و قیمت سے روشناس کرایا، اور اس کی تعلیم کو مفتوحہ ممالک کے گوشے گوشے میں پہنچایا، اس طرح وہ امانت جو انھوں نے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کی تھی، بعینہٖ بعد والوں کے حوالے کر دی، جن صحابہ کرام نے تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا، ان کی صحیح تعداد کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے، انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ ارشاد فرماتے ہوئے اور جس طرح عمل کرتے ہوئے دیکھا، اس طرح بیان فرمایا گویا لوگوں کے سامنے آپؐ کی حیات طیبہ و مبارکہ کا آئینہ رکھ دیا۔

احادیثِ نبویہ کے سرسری مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ بہت سے اعمال ایسے ہیں جن کو آپؐ نے مختلف طریقے سے انجام دیا ہے، چنانچہ ایک عمل کسی صحابیؓ نے ایک طرح ادا کرتے ہوئے آپؐ کو دیکھا، تو انھوں نے اسی طرح بیان کر دیا، اور وہی عمل کسی دوسرے صحابیؓ نے کسی اور طرح ادا کرتے ہوئے دیکھا، تو اپنے دیکھے ہوئے طریقے کے مطابق بیان کیا، اس طرح صحابہ کے یہ بیانات یا حدیثیں اپنے اپنے واسطوں سے سلسلہ در سلسلہ بعد کے لوگوں تک پہنچیں، تو لوگوں نے ان پر اپنے اپنے عمل کی بنیاد رکھی۔

ائمہ اربعہ کا جب زمانہ آیا تو انھوں نے مسائل کے استنباط و استخراج کے اصول اور ضابطے بنائے، ان کے یہ اصول بھی کتاب و سنت کی روشنی میں وضع کیے گئے تھے۔ ان حضرات ائمہ کے اصول میں اختلاف ہونا ایک فطری بات تھی، اس کے نتیجے میں

Scanned by CamScanner

استخراج مسائل میں بھی اختلاف پایا گیا، اس سے یہ بات واضح طور پر سمجھی جا سکتی ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کے مسئلے کی بنیاد شریعت کی اصل پر ہے، اور ان کا کوئی بھی مسئلہ اصل شریعت سے خارج نہیں ہے، اور ان کے درمیان جو کچھ اختلاف ہے وہ طریقے اور قاعدے، اور زیادہ واضح لفظوں میں نقطۂ نظر کا اختلاف ہے۔

کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے استنباط مسائل کے بعد جو فقہی مذاہب عالم وجود میں آئے، اگر ان کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات نکھر کر سامنے آئے گی کہ ان تمام مذاہب میں حنفی مکتب فکر اپنے اندر سب سے زیادہ توازن اور اعتدال رکھتا ہے، اور یہ معلوم ہوگا کہ کسی مسئلے کے متعلق اگر متعدد دلائل ہوں، تو فقہائے احناف کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایسی صورت نکالی جائے جس میں ہر دلیل پر عمل ہو جائے، اور کسی بھی دلیل کا رد یا اس سے صرف نظر نہ لازم آئے، حتیٰ کہ حدیث تو بڑی بات ہے، آثار صحابہ تک کو فقہاء احناف نظر انداز نہیں کرتے، اور استنباط مسائل میں ان سے کام لیتے رہتے ہیں۔

مذہب حنفی میں تعصب یا جمود نہیں ہے، اور نہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے اس میں آخری اور حتمی رائے سمجھی جاتی ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو بہت سے ایسے مسائل سامنے آئیں گے جن کے اندر امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کو ترک کر کے صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے قول کو اختیار کیا گیا اور اس پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ فقہاء احناف اسی قول اور مذہب کو اختیار کرتے ہیں جو اقرب الی الدلیل ہوتا ہے۔

اہل اسلام میں جو چار فقہی مذاہب رائج ہیں، ان میں سے ہر ایک کے برحق ہونے میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ان کے مابین مسائل کا جو اختلاف ہے، وہ نقطۂ نظر، اصول استنباط اور دلائل کے اختلاف کی وجہ سے ہے، باہمی اختلاف کے باوجود یہ چاروں مذاہب ایک دوسرے کو برحق سمجھتے ہیں، ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

کسی کو گمراہ نہیں قرار دیتے اور نہ کسی دوسرے کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، ہاں اپنے مسلک کو راجح ثابت کرنے کے لئے اپنے دلائل کی تقویت کے درپے ضرور رہتے ہیں، مگر اس طرح نہیں کہ دوسرے کا استخفاف اور توہین لازم آئے۔

مگر کچھ عرصے سے ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا جس کا کام عمل بالحدیث کے نام پر غلط فہمی پھیلانا اور دوسرے مذاہب کو ناحق اور ان کے ماننے والوں کو گمراہ قرار دینا ہے، بالخصوص مذہب حنفی اس کی نگاہ کرم کا مرکز خاص رہا ہے، اور اس کے طعن وتشنیع اور ہفوات کا ہمیشہ نشانہ بنا ہے، رفتہ رفتہ یہ طبقہ حلقہ بگوشانِ اسلام کے لئے ایک شدید فتنہ بن گیا، شروع میں تو علماء دین نے اس پر کما حقہ توجہ نہ دی، اور بعض حضرات کو اس مصیبت کا احساس بھی ہوا، تو انھوں نے مداہنانہ رویہ اختیار کر کے ان کے اعتراضات کے جواب دیئے، اور دلائل کی روشنی میں اپنے مسلک کا رجحان اور غیر مقلدین کی غلطی ثابت کی، مگر جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا گیا، اس کی شدت اور شر انگیزی میں اضافہ ہوتا گیا، تا آنکہ یہ فرقہ عام مسلمانوں کے لئے آزمائش اور دردِ سر بن گیا، اور پُرسکون ماحول میں لوگوں کا سانس لینا مشکل ہو گیا۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ مشہور مقولہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دورِ آخر میں مخدوم مکرم فاضل محترم مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری زاد مجدہ وفضلہ سے اس منہ زور فتنے کو لگام دینے کا کام لیا ہے، انھوں نے اس کی حقیقت کو جس طرح بے نقاب کیا ہے، اس سے صفِ غیر مقلدیت میں یاس وقنوط کا ماحول طاری ہو گیا ہے، اور ان کو اپنا مستقبل تاریک اور بے رونق نظر آنے لگا ہے۔

مولانا مدظلہ کی متعدد تصانیف اس موضوع پر اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں انھوں نے غیر مقلدیت کا جس انداز سے تعاقب کیا ہے، اس سے دنیائے سلفیت میں اضطراب اور بے چینی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے، اس موضوع پر ان کی تصانیف نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بیرون ملک بھی کافی مشہور ومقبول ہیں، اور اس سے عام مسلمانوں کو سکون واطمینان کی فضا میں سانس لینا نصیب ہوا ہے۔

Scanned by CamScanner

مولانا نے اس محاذ پر خود کو جس طرح وقف کر دیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، ہماری نظر میں کم از کم ہندوستان میں ان کا اس میں کوئی ثانی نہیں ہے، انھوں نے اردو اور عربی میں متعدد کتابیں تصنیف کرنے کے بعد ایک جرأتمندانہ قدم یہ اٹھایا کہ عام افراد تک اپنی بات پہنچانے کے لئے دو ماہی رسالہ نکالنے کا فیصلہ کیا، رسالہ نکالنا بہت مشکل کام ہوتا ہے، مگر مولانا نے "زمزم" کے نام سے اس کو نکال کر اور اس کی ضروریات کو تن تنہا پوری کر کے اس مشکل کو آسان کر دکھایا، اور یہ ثابت کر دیا کہ "ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"۔

"زمزم" کو جو پی جائے تو اس کیلئے تو اس کا ایک ایک قطرہ مفید اور آسودہ کر دینے والا ہے، مگر اس کا مفید ترین حصہ وہ سلسلۂ مضامین ہے جو کسی خط کے جواب میں سپرد قلم کیا جاتا ہے، مولانا موصوف کی خدمت میں یہ جو خطوط روانہ کئے جاتے تھے، وہ سب کسی نہ کسی معرکۃ الآراء اور "سلگتے ہوئے" موضوع سے تعلق رکھتے تھے، اور مولانا ان کا نہایت علمی انداز میں تشفی بخش اور سیر حاصل جواب تحریر فرماتے تھے، مولانا کا یہ انداز تحریر بہت عمدہ، شیریں اور دلنشیں ہوتا ہے، صرف کارآمد اور مفید باتیں ہوتی ہیں، دور از کار اور غیر متعلق باتوں کا اس میں دخل نہیں ہوتا ہے۔

اب مولانا موصوف نے ان تمام جوابات کو یکجا کر کے باقاعدہ کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، امید ہے کہ یہ کتاب صرف عوام کی افادیت بلکہ اہل علم کیلئے بھی خاصی دلچسپی کی چیز ہوگی، اور اس سے "ردِ غیر مقلدیت" و "دفاع حنفیت" کے لٹریچر میں ایک بیش بہا اضافہ ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ مولانا ابوبکر صاحب مدظلہ نہ صرف احناف بلکہ مذاہب اربعہ کے ماننے والوں کی طرف سے بھی شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر کو دراز فرمائے اور ہم طلبہ کو ان کے رشحاتِ قلم سے مستفید ہونے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔ اور ان کی تصنیفات و تالیفات کو اور زیادہ مفید و نافع بنائے، آمین۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

مسعود احمد الاعظمی
۱۳ صفر ۱۴۲۵ھ
۱۴ اپریل ۲۰۰۴ء

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلفیت ولامذہبیت کے فسوں نے بہت سے ذہنوں کو خراب کیا، کتاب وسنت کا نام لینے والے ان فریبیوں نے کم علم لوگوں وجاہلوں کو اکابر واسلاف کے راستہ سے گمراہ کیا، اللہ والوں کی شان میں گستاخیاں کرنا تحقیق قرار پایا۔ ائمہ و فقہ وحدیث حتی کہ صحابہ کرام وخلفائے راشدین تک کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا، امت نے تقلید ائمہ کو بالاجماع قبول کیا اور اسی راہ سے مسلمانوں نے اپنے دین وایمان کی حفاظت کی، اس تقلید کو لامذہبوں کے ٹولہ نے شرک قرار دیا، یعنی وہ تمام لوگ مشرک بنا دیئے گئے جنھوں نے ائمہ متبوعین میں سے کسی ایک امام کی تقلید کی۔

ائمہ اربعہ کے زمانہ سے لے کر آج تک جتنے فقہاء ومحدثین گذرے ہیں، جتنے صوفیائے کرام اور مجاہدین اسلام گذرے ہیں، جتنے قراء وحفاظ گذرے ہیں، جتنے علماء واصحاب دعوت وعزیمت گذرے ہیں ان میں ننانوے فی صدی زیادہ مقلدین ہی تھے، یہ سب کے سب معاذ اللہ ان لامذہبوں کے نزدیک تقلید ائمہ کی وجہ سے مشرک وگمراہ تھے اور آج کے یہ بالشتیے اہل توحید واہل حق ہیں، آج کا ایاز اپنی قدر پہچاننے سے بھی محروم رہا۔

غیر مقلدوں نے اسلام کی تاریخ پر جیسا جارحانہ وکھلا حملہ کیا ہے اس کی ہمت اسلام کے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی نہ ہو سکی۔ اگر غیر مقلدوں کی بات سچی ہے کہ تقلید

Scanned by CamScanner

شرک وگمراہی ہے تو پھر غیر مقلدوں کے سوا پوری امت گمراہ قرار پاتی ہے۔

انھیں پر خود غلط قسم کے لوگوں کی گمراہیوں اور ان کی کج فکریوں سے عوام کو آگاہ کرنے کیلئے زمزم مجلہ کا اجراء ہوا تھا۔ الحمدللہ چھ سال کے عرصہ تک زمزم نے نہایت استقامت کے ساتھ اپنی دعوت کو جاری رکھا اور عوام ہی نے نہیں بلکہ اہل علم نے بھی زمزم میں شائع ہونے والی تحریروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کے کام کو سراہا۔

زمزم کے اجراء کے دو تین شماروں کے بعد ہی سے سوالات کے خطوط آنے لگے تھے، یہ سوالات زیادہ تر غیر مقلدیت اور اس کے ذریعہ حنفی فقہ کے بارے میں پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کے بارے میں تھے، جن کا جواب حسب موقع کبھی تفصیل اور کبھی اختصار سے دیا جاتا رہا، الحمدللہ ان جوابات سے لوگوں کو کافی فائدہ پہنچا۔ اور جو شکوک وشبہات تھے وہ رفع ہوئے، اہل علم نے بھی ان جوابات کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا، بہت سے احباب کی خواہش تھی بلکہ باصرار ان کا تقاضا تھا کہ ان سوالات وجوابات کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے، ان کی خواہش کے احترام میں ان سوالات وجوابات کا ایک حصہ شائع کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ اس کا دوسرا حصہ بھی شائع ہوگا مگر ذرا دیر بعد۔

ہمیں توقع ہے کہ جوابات کا یہ مجموعہ غیر مقلدوں کی پھیلائی ہوئی بہت سی گمراہیوں کیلئے تریاق ہوگا، اور اہلسنت والجماعت اور تمام اہل حق کیلئے ایک بہترین علمی تحفہ ثابت ہوگا، اسی مناسبت سے ہم نے اس مجموعہ کا نام "ارمغانِ حق" رکھا ہے۔

چونکہ بیشتر جوابات قلم برداشتہ اور ایک ہی یا دو نشستوں میں لکھے گئے ہیں اس وجہ سے کمی اور کوتاہی کا واقع ہونا عین ممکن ہے، بنابریں اپنے بزرگوں اور اہل علم سے گذارش ہے کہ اگر ان کو اس مجموعہ کی تحریروں میں کہیں کوئی سقم یا غلطی نظر آئے تو براہ کرم ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کا

Scanned by CamScanner

تدارک کیا جا سکے۔

اخیر میں میں عزیزم ڈاکٹر مولانا مسعود قاسمی سلمہ اللہ نائب مدیر مجلہ المآثر مئو کا صمیم قلب سے شکر گذار ہوں کہ انھوں نے اپنی غیر معمولی مصروفیات کے باوجود میری خواہش پر اس کتاب کے لئے ایک وقیع مقدمہ تحریر فرمایا جس سے کتاب کی اہمیت بڑھی اور اس کی زینت میں اضافہ ہوا، نیز میں صاحبزادہ گرامی قدر حضرت مولانا رشید احمد صاحب مفتاحی خلف الرشید محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کے بارے میں اپنی گرانقدر رائے ظاہر فرما کر مصنف کی حوصلہ افزائی فرمائی اور کتاب کی قیمت کو دوچند کیا۔

پھر میں ان تمام حضرات کا بھی شکر گذار ہوں جنھوں نے کتاب طبع ہونے سے پہلے ہی گراں قدر رقوم عنایت فرما کر کتاب کی طباعت کے دشوار گذار مرحلہ کو میرے لئے آسان بنا دیا، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

۲۲ر صفر ۱۴۲۵ھ

Scanned by CamScanner

محمد ابوبکر غازی پوری

قرأت خلف الامام کا مسئلہ اور حنفی مذہب

مکرمی حضرت والا ۔ سلام مسنون

خدا کرے مزاج بخیر ہو ۔ زمزم کا مطالعہ پابندی سے جاری ہے، ہر شمارہ نظر کشا اور افزونی بصیرت کا باعث ہوتا ہے، آپ کی تحریر و تحقیق سے شبہات ختم ہو جاتے ہیں اور قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، کئی ایسے مسائل تھے جو قلب کو مشوش کئے ہوئے تھے، زمزم اور آپ کی کتابوں نے شبہات کو کافور کر دیا۔ وللہ الحمد

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں بخاری شریف میں جو کچھ فرمایا ہے آپ سے مخفی نہ ہوگا، اگر آپ امام بخاری کی باتوں کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ پر کچھ تحریر فرما دیں تو قرأت خلف الامام کے مسئلہ کے بہت سے گوشے پر بھی روشنی پڑ جائے گی اور غیر مقلدین امام بخاری کا نام لے کر جو دوسروں کو ورغلاتے ہیں اس کا بھی تدارک ہوگا۔

والسلام

نیاز محمد، محمد حسین قاسمی

مظفر پوری ۔ وارد حال احمد نگر، مہاراشٹرا

زمزم ! زمزم کے اجراء کا ایک بڑا مقصد یہی تھا کہ غیر مقلدین نے عوام اور کچھ خواص کے ذہنوں میں جو شبہات کے بیج بوئے ہیں انھیں ختم کیا جائے، خدا کا شکر ہے کہ اس میں

Scanned by CamScanner

زمزم کامیاب رہا۔ اور بزعم خود اتحادیوں اور متحدین اور ضدی طبائع کو چھوڑ زمزم میں شائع ہونے والی تحریروں کو ہر شخص نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اگر جہل و ناواقفیت کی بنیاد پر کوئی غلط راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کی اصلاح ممکن ہے، لیکن عصبیت اور ضد اور قصد و ارادہ کے ساتھ جو غلط راستہ پر چل رہا ہے اس کا علاج ناممکن ہے، اس کی ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی چاہے تو ایسے شخص کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

موجودہ غیر مقلدین کا طبقہ اسی دوسری نوع کا ہے اس لئے ان کی اصلاح کے لئے نہیں بلکہ واقعی جو اصل حقیقت تک پہونچنا چاہتے ہیں ان کے لئے زمزم اپنی استطاعت بھر کوشاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اور سچی راہ پر قائم رکھے۔

قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں احناف کا جو مذہب ہے وہ ایسے ٹھوس حقائق اور کتاب و سنت اور آثار صحابہ و تابعین کی ایسی مضبوط بنیاد پر قائم ہے جس کو کوئی شخص اپنی لن ترانیوں سے اور امام بخاری کا نام لے کر متزلزل نہیں کر سکتا، آپ نے چونکہ اپنے خط میں امام بخاری کا نام لیا ہے اور صحیح بخاری میں ان کی جو تحقیق ہے اس کا ذکر کیا ہے اس وجہ سے میں اپنی گفتگو کا آغاز امام بخاری اور ان کی کتاب بخاری شریف ہی سے کرتا ہوں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پوری بخاری شریف میں کہیں نہیں کہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب اور فرض ہے اور نہ اس بات پر کسی حدیث سے استدلال کیا ہے، اور نہ اپنی پوری کتاب میں کوئی بھی ایسی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ صراحت ہو کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کیلئے جو باب قائم کیا ہے اس کا عنوان یہ ہے

باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوٰۃ کلھا فی الحضر والسفر وما یجھر فیھا وما یخافت۔

اس کا ترجمہ یہ ہے:

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ تمام جہری و سری نمازوں میں حضر اور سفر کی

Scanned by CamScanner

نمازوں میں امام اور مقتدی کیلئے قرآن کا پڑھنا واجب ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ حضرت امام بخاری نے نمازوں میں مقتدی کے لیے متعین طور پر فاتحہ کے پڑھنے کو واجب نہیں بتلایا ہے، بلکہ مطلق قرآن پڑھنے کو خواہ سورہ فاتحہ ہو یا سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن کا کوئی اور حصہ ہو، اس کو واجب بتلایا ہے، اور اس باب کے تحت جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان سے اپنے اسی مقصود پر روشنی ڈالی ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاری نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں، پہلی حدیث حضرت جابر بن سمرہ کی ہے۔ جس کا باب سے متعلق حصہ یہ ہے۔

قال شکا اهل الکوفة سعدا الی عمر رضی الله عنه فعزله واستعمل علیهم عمارا فشکوا انه لا یحسن یصلی فارسل الیه فقال یا ابا اسحٰق ان هؤلاء یزعمون انك لا تحسن تصلی، قال: اما انا والله فانی کنت اصلی بهم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم ما اخرم عنها اصلی صلوٰة العشاء فارکد فی الاولیین واخف فی الاخریین، قال: ذلك الظن بك یا ابا اسحٰق الخ۔

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد کی شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا، اہل کوفہ نے حضرت سعد کی یہ شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز پڑھنا نہیں جانتے ہیں، حضرت عمر نے حضرت سعد کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بلایا اور ان سے کہا کہ یہ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے ہو، تو حضرت سعد نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ان کو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا ہوں، اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتا، ان کو عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دونوں رکعتوں کو طویل کرتا ہوں اور دوسری دونوں رکعتوں کو ہلکا پڑھاتا ہوں۔ حضرت عمر نے ان کی بات سن کر ان سے فرمایا آپ کے بارے میں ہمارا یہی خیال ہے۔

Scanned by CamScanner

اس روایت میں آپ غور فرمائیں کہ جو بات صراحت سے اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امام کو عشاء کی نماز میں پہلی دو رکعتوں کو طویل کرنا چاہئے دوسری دو رکعتوں کو پہلی والی سے ہلکی پڑھانا چاہئے۔ امام بخاری نے جو لمبا چوڑا باب باندھا ہے، اس کا اس حدیث میں کہیں دور دور صراحت سے ذکر تک نہیں ہے، فاتحہ قرأت خلف الامام کا تو اس حدیث میں کوئی نام و نشان نہیں ہے، البتہ ضمنی طور پر ضرور یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام کو چاروں رکعتوں میں قرأت کرنی چاہئے، پہلی میں مختصر اور دوسری میں ہلکی اور اسی سے امام بخاری کا یہ مقصد پورا ہو رہا ہے کہ امام کو نماز میں قرأت کرنی واجب ہے۔ بہرحال اس حدیث پاک میں سورہ فاتحہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس باب کی دوسری حدیث یہ ہے۔

عن عبادة بن الصامت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب۔ یعنی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

یہی وہ حدیث ہے جس سے امام بخاری نے جو باب منعقد کیا ہے اس کے مضمون پر استدلال ہو سکتا ہے۔ مگر ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث قرأت خلف الامام کے ذکر سے بالکل خاموش ہے۔ انشاء اللہ آگے چل کر ہم اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے، پہلے اس باب کی ساری احادیث کو آپ ملاحظہ فرمالیں۔

تیسری حدیث اس باب کے تحت امام بخاری نے یہ ذکر کی ہے۔

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلى فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فرد فقال: ارجع فصل فانك لم تصل، فرجع فصلى كما صلى، ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال: ارجع فصل فانك لم تصل ثلاثا، فقال والذي بعثك بالحق ما احسن غيره فعلمني، فقال: اذا قمت الى الصلوٰة فكبر

Scanned by CamScanner

ثم اقرأ ما تیسر لك من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائماً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع حتی تطمئن جالساً وافعل ذلك فی صلوٰتك کلها۔

اس حدیث پاک کا ترجمہ یہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، آپ کے پیچھے ایک شخص آیا اس نے آکر نماز پڑھی پھر آنحضور کو سلام کیا آپ نے اس کا جواب دیا اور پھر فرمایا جاؤ دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی ہے اس نے دوبارہ اسی طرح کی نماز پڑھی جیسی پہلی دفعہ پڑھی تھی پھر اس نے آکر سلام کیا آپ نے پھر اس سے فرمایا جاؤ دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ قصہ تین دفعہ پیش آیا تو اس آدمی نے کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز پڑھنا نہیں جانتا، مجھے آپ نماز کی تعلیم فرمائیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو پھر جو قرآن تمہیں یاد ہے اس کو پڑھو پھر اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے سر اٹھا کر اس طرح کھڑے ہو کہ تمہارے اعضاء برابر ہو جائیں، پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر اطمینان سے بیٹھو اور پوری نماز اسی طرح اطمینان سے پڑھو۔

آپ اس ترجمہ میں غور فرمائیں کیا اس سے قرأت خلف الامام کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے؟ یہ حدیث تو فی الاصل یہ بتلا رہی ہے کہ آدمی کو سکون و اطمینان سے نماز پڑھنی چاہئے، نماز پڑھنے کی کیفیت اٹھ بیٹھ کی نہ ہونی چاہئے، اور دوسری بات جو اس حدیث سے بالکل ظاہر طور پر ثابت ہو رہی ہے وہ یہ کہ مصلی کو سورہ فاتحہ پڑھنی ہی واجب نہیں ہے، بلکہ قرآن کا جو حصہ بھی پڑھ لیا جائے گا اس سے نماز کی فرضیت ادا ہو جائے گی، یعنی نماز میں مطلق قرأت کا وجوب ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ امام بخاری نے باب باندھا ہے نہ کہ مقتدی کے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کا تو اس حدیث پاک میں

Scanned by CamScanner

کہیں دور دور تک ذکر بھی نہیں ہے۔

امام بخاری نے مذکورہ بالا باب کے تحت بھی تین حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں سے دو کا مسئلہ سے اصل مسئلہ قرأت خلف الامام سے کوئی تعلق نہیں ہے، البتہ ایک حدیث جو اس باب کی دوسری حدیث ہے اسی کو لے کر غیر مقلدین اچھل کود مچاتے رہتے ہیں، اس لئے اس پر کچھ تفصیل سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔

تو عرض ہے کہ اگر اس حدیث پاک سے امام کے پیچھے مقتدی کے سورہ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ صراحت سے ثابت ہوتا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ضرور اس کا ذکر کرتے مگر انھوں نے اپنے باب میں کہیں سورہ فاتحہ کا نام نہیں لیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاری کو خود قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں اس حدیث سے استدلال کرنے میں تردد ہے، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اس حدیث کو نماز میں مطلق قرآن پڑھنے کے وجوب پر استدلال کرنے کیلئے لائے ہیں نہ کہ خاص سورہ فاتحہ پڑھنے کو مقتدی کے لئے نماز میں واجب بتلانے کیلئے، تعجب ہے کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ہمت نہ ہو سکی کہ اس حدیث سے قرأت فاتحہ خلف الامام پر استدلال کریں تو غیر مقلدین کو ہمت کیونکر ہوئی۔

جو لوگ اس حدیث سے قرأت فاتحہ خلف الامام پر استدلال کرتے ہیں وہ اپنے اجتہاد سے یہ بتلاتے ہیں کہ لاصلوٰۃ لمن میں من کلمہ عام ہے، جو ہر نمازی کو شامل ہے، اس میں مقتدی بھی آ گیا، مطلب یہ ہوا کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے بلا اس کے اس کی نماز نہ ہوگی، مگر یہ حدیث کی ان کی اپنی تشریح ہے نہ اس حدیث میں مقتدی کا ذکر ہے اور نہ امام کا نہ منفرد کا، اس وجہ سے اس حدیث میں مقتدی کو شامل کرنا محض اجتہادی بات ہوگی، حدیث میں اس کی قطعاً صراحت نہیں ہے، اور اپنا مطلب حاصل کرنے سے پہلے ان کو ایک سخت مرحلہ طے کرنا ہوگا کہ کلمہ من، عربی میں ہر جگہ عموم کے لئے ہوتا ہے، خصوص میں اس کا استعمال عربی زبان میں نہیں ہے۔

Scanned by CamScanner

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں اگر وہ بھی یہ فرمائیں کہ اس حدیث سے مقتدی پر بھی فاتحہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے تو ہمیں ان کی بات تسلیم کرنے میں بہت تردد ہوگا اس لئے کہ ان کا بھی کہنا ان کا اجتہاد ہوگا، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع تابعی ان کا زمانہ صحابہ کرام سے بہت بعد کا ہے، حضرت امام بخاری نے نہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی نہ کسی صحابی کے پیچھے اور نہ کسی تابعی کے پیچھے وہ قرون مشہود لہا بالخیر کے آدمی نہیں ہیں، اس لئے ہمیں امام بخاری سے نظر ہٹا کر یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرام جنھوں نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے جنھوں نے حضور سے نماز کو سیکھا تھا، جن کو حضورؐ کی معیت وصحبت حاصل رہی ہے وہ اس حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں، وہ جو مطلب بیان کرینگے وہی صحیح ہوگا۔ اور وہی راجح ہوگا۔ امام بخاری یا کوئی دوسرا محدث ان کے خلاف اس حدیث کا مطلب بیان کرتا ہے تو وہ مرجوح ہوگا اور صحابی کے مطلب کے مقابلہ میں وہ قابلِ رد ہوگا۔ تو سنئے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر بن عبداللہ نے اس حدیث پاک کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ پیش خدمت ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع میں فرماتے ہیں:

واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد بن حنبل فھذا رجل من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی لاصلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب ھذا اذا کان وحدہ۔

یعنی حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان لاصلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس شخص

Scanned by CamScanner

کے لئے ہے جو تنہا نماز پڑھنے والا ہو۔ اور حضرت امام احمد نے اس بارے میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے حضرت جابر فرماتے ہیں، جو شخص ایک رکعت بھی پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس نے نماز نہیں پڑھی، الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، حضرت امام احمد نے کہا کہ یہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں انھوں نے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا یہ مطلب بتلایا ہے کہ یہ حدیث تنہا شخص کے لئے ہے (امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے لئے نہیں)

آپ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس پورے کلام میں غور فرمائیں کہ انھوں نے کتنی وضاحت سے حضرت جابر کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا تعلق مقتدی سے ہے ہی نہیں، اس حدیث کا تعلق تنہا نماز پڑھنے والے سے ہے اور اس سے ہے جو امام کے پیچھے نہ ہو، اب اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت امام بخاری نے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا یہی مطلب سمجھا ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی پر بھی واجب ہے (اگرچہ بخاری شریف میں امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے، جیسا کہ اس کو بیان کیا جا چکا ہے) تو بھی حضرت امام بخاری کے مقابلہ میں حضرت جابر بن عبداللہ صحابی رسول کی بات زیادہ وزن دار اور زیادہ قابلِ قبول ہو گی۔ اس لئے کہ حضرت امام بخاری کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ انھوں نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے یا کسی صحابی کے پیچھے نماز پڑھی ہے، انھوں نے براہ راست آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ نماز کو سیکھا ہے نہ کسی صحابی کے پیچھے نماز پڑھ کر دور صحابہ کی نماز کا براہ راست مطالعہ کیا ہے۔ اس لئے انھوں نے لاصلوٰۃ والی حدیث کا اگر یہی مطلب سمجھا ہے کہ اس کا تعلق مقتدی سے ہے تو یہ ان کی اپنی فہم اور اپنا اجتہاد ہے، جب کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیثِ پاک کا جو مطلب بیان کیا ہے اس کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے تو انھوں نے براہ راست آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مشاہدہ کیا ہے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے انھوں نے نماز پڑھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت

Scanned by CamScanner

میں وہ کہ انھوں نے نماز سیکھی ہے، ان کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں کس طرح نماز پڑھتے تھے، ان وجوہ کی بنا پر ہر صاحب عقل کا فیصلہ یہی ہوگا کہ کسی اور محدث کے مقابلہ میں حضرت جابر نے حدیث پاک لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ زیادہ قابل قبول ہے اور اس کی روشنی وہ مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنے کو جائز نہیں رکھے گا جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور بعض دیگر ائمہ مثلاً حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر صحابی رسول کی روشنی میں مقتدی کیلئے سورہ فاتحہ پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کا امام ترمذی نے لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ کے بارے میں جو فرمان نقل کیا ہے، اس کی سند بالکل صحیح ہے خود امام ترمذی اس اثر کو نقل کر کے فرماتے ہیں ھٰذا حدیث حسن صحیح یعنی حضرت جابر بن عبداللہ والی یہ حدیث حسن صحیح ہے، یعنی بالکل کھری سند سے حضرت جابر کا یہ اثر ثابت ہے، اس لئے کوئی ضدی اور متعصب اس کو ضعیف کہہ کر رد نہیں کر سکتا۔

حاصل یہ ہے کہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب والی حدیث پر حنفیہ کا بھی عمل ہے، انھوں نے اس کو رد نہیں کیا ہے بلکہ سر آنکھوں پر رکھا ہے البتہ انھوں نے اس کا مطلب وہ سمجھا ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے سمجھا جا رہا تھا، انھوں نے امام بخاری کی یا کسی اور محدث کی اس بارے میں پیروی و اقتدا نہیں کی ہے اب اگر اس کے بعد بھی اگر کوئی یہی رٹ لگائے رہتا ہے کہ احناف لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب والی حدیث پر عمل نہیں کرتے تو اس کی عقل پر ماتم کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا، بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر احناف لا صلوٰۃ والی حدیث پر صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ کی تفسیر و ایضاح کی روشنی میں عمل کریں تو قابل ملامت قرار پائیں اور ان پر جھوٹا الزام لگایا جائے کہ انھوں نے اس حدیث پاک کو چھوڑ دیا ہے اور اگر غیر مقلدین کسی محدث یا امام بخاری کے اجتہاد و استنباط کی روشنی میں اس حدیث پر عمل کریں

Scanned by CamScanner

تو ان کی تعریف ہو اور حدیث پر عمل کرنے والے قرار پائیں ۔ مالکم کیف تحکمون ۔

حضرت جابر بن عبداللہ نے اس حدیث پاک کا جو مطلب بیان کیا ہے کہ اس کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے، اس کی تائید اجلائے صحابہ کرام اور بہت سے ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی ہوتی ہے، مثلاً امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت زید بن ثابت کا یہ اثر نقل کیا ہے ۔

قال عطاء سألت زید بن ثابت عن القرأۃ مع الامام فقال لا قرأۃ مع الامام فی شئی ۔

یعنی حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں سوال کیا تو حضرت زید نے فتویٰ دیا کہ امام کے ساتھ کچھ پڑھنا نہیں ہے ۔

حضرت زید بن ثابت کی علمی و فقہی جلالت شان سے کون واقف نہیں ہے، ان کا شمار اجلائے فقہائے صحابہ میں ہوتا ہے ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو کچھ پڑھنا نہیں ہے، اور یہی فتویٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، امام بیہقی نے حضرت ابو وائل سے نقل کیا ہے ۔

ان رجلا سأل ابن مسعود عن القرأۃ خلف الامام فقال انصت فان فی الصلوٰۃ شغلا وسیکفیک ذلک الامام ۔

یعنی ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فتویٰ دیا، امام کے پیچھے تم خاموش رہو، نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اور تمہارے لئے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے ۔

صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مقام ارفع سے کون ناواقف ہے، ان کے نزدیک بھی لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ کا وہ مطلب نہیں ہے جس کو لے کر غیر مقلدین سر اٹھائے رہتے ہیں، ان کا فتویٰ بھی حضرت جابر بن عبداللہ کی تائید ہی میں ہے جیسا کہ آپ نے

Scanned by CamScanner

ملاحظہ فرمایا۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی تحقیقات پر غیر مقلدین کو بڑا ناز رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید کا فتویٰ نقل کر کے فرماتے ہیں :

وابن مسعود وزید بن ثابت هما فقیها اهل المدینة واهل الکوفة من الصحابة وفی کلامهما تنبیه علی ان المانع الصامت لقرأة الامام ۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۲۷۵ ج ۲۳)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت ان صحابہ کرام میں سے ہیں کہ ان میں کا ایک اہل مدینہ کا فقیہ ہے اور ایک اہل کوفہ کا، ان دونوں کے کلام میں یہ تنبیہ ہے کہ قرأت نہ کرنے کی وجہ اور اس سے مانع یہ ہے کہ امام کی قرأت کو سننا اور خاموش رہنا مقتدی کا وظیفہ ہے۔

اور جو فتویٰ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا ہے وہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ مؤطا میں امام مالک حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں۔

ان عبد اللہ بن عمر اذا سئل هل یقرأ خلف الامام؟ یقول اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبه قرأته واذا صلی وحده فلیقرأ ۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر سے جب قرأت خلف الامام کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے کہ تم میں کا جب کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کو کافی ہے اور جب تنہا نماز پڑھے تو اسے قرأت کرنی چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ فتویٰ بھی بتلا رہا ہے کہ صحابہ کرام میں عام طور پر قرأت خلف الامام پر عمل نہیں تھا، صحابہ کرام کا عام معمول یہی تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے اور لاصلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا مطلب عام طور پر صحابہ کرام یہی سمجھتے تھے کہ اس کا تعلق منفرد سے ہے مقتدی سے نہیں۔ اور صحابہ کرام کا یہ عمل

Scanned by CamScanner

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور ارشادات اور آپ کی رہنمائی کی روشنی میں تھا۔ یہ مسئلہ کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے کہ صحابہ کرام کے یہ فتاویٰ ان کے اجتہاد اور رائے پر مبنی ہوں۔ نماز تو دن رات میں کم از کم ہر صحابی پانچ مرتبہ باجماعت پڑھتا ہی تھا، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے پیچھے صحابہ کرام نماز پڑھا کرتے تھے، اور مقتدی ہو کر وہ کیسے پڑھا کرتے تھے، صحابہ کرام کے ان فتووں کی روشنی میں خوب اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین بلکہ بعد کے زمانہ میں بھی عام مسلمانوں کے نماز پڑھنے کا یہی طریقہ تھا کہ وہ مقتدی ہوتے تو امام کے پیچھے وہ کچھ پڑھتے نہیں تھے خصوصاً جہری نمازوں میں۔

ابن تیمیہ کی اس پر یہ شہادت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

ومعلوم ان النهی عن القرأة خلف الامام فی الجهر متواتر من الصحابة والتابعين ومن بعدهم (فتاویٰ ص ۳۷ ج ۲۳)

یہ بات معلوم ہے کہ حالت جہر میں قرأت خلف الامام سے منع کرنا صحابہ، تابعین اور بعد کے لوگوں سے بتواتر ثابت ہے۔

افسوس نماز کا جو مسئلہ بقول ابن تیمیہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد کے ادوار کے لوگوں سے بطور تواتر ثابت ہے، غیر مقلدین اس کا انکار کرتے ہیں اور دوسروں پر طعنہ کستے ہیں اور جو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں اور لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا وہ مطلب بیان کرتے ہیں جو ان صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے کسی نے نہیں سمجھا۔

حضرات صحابہ کرام کا کوئی عمل جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اپنی رائے سے نہیں ہو سکتا اس کی بنیاد کتاب و سنت پر ہوتی ہے۔ حضرت جابر حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت زید بن ثابت حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ فتویٰ کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنی ممنوع ہے، اور لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور نص قرآنی پر مبنی ہے، آنحضور کا ارشاد ملاحظہ

Scanned by CamScanner

فرمائیں، مسلم شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی یہ روایت ہے۔

قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوٰتنا فقال اقیموا صفوفکم ثم لیؤم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا الخ

یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہمیں نماز کا طریقہ بتلایا اور ہمیں نماز سکھلائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو نماز میں صفیں سیدھی رکھو پھر تم میں کا کوئی امامت کرے، اور جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

اس کی سند حضرت امام مسلم کے یہاں یہ ہے۔ حدثنا اسحٰق بن ابراھیم اخبرنا جریر عن سلیمان التیمی عن قتادۃ۔ اس میں کا کوئی راوی ایسا نہیں ہے جس پر کچھ کلام کیا جاسکے، حضرت امام مسلم کا اس روایت کو ذکر کرنا خود ہی اس کے صحیح ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس روایت میں جس میں بطور خاص نماز ہی کے مسئلوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمادی اور نماز کی سنت بیان فرمائی اس میں صاف آپ کا ارشاد موجود ہے۔ اذا قرأ فانصتوا امام جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو، یہ روایت قرأت خلف الامام کے بارے میں بالکل واضح اور صریح ہے، اس میں کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں، ایسی صریح اور صحیح روایت کو چھوڑ کر لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کی من مانی تاویل کر کے مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنے کو واجب بتلانا بڑی عجیب بات ہے۔

بالکل اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ابن ماجہ اور حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ ابن ماجہ میں اس روایت کے جو الفاظ ہیں اس کا ابتدائی حصہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبروا فکبروا واذا قرأ فانصتوا الخ

Scanned by CamScanner

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام کو اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

یہ حدیث پاک بھی وضاحت سے قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر روشنی ڈال رہی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو خاموش رہنے کا آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور امام کی اقتدار یہی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھے جیسا کہ حدیث کا پہلا جملہ بتلا رہا ہے۔

یہ حدیث بھی بالکل صحیح ہے، خود امام مسلم نے اس حدیث کی صحت کی شہادت دی ہے ایک محدث ابوبکر بن اخت ابی النضر نے حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو حضرت امام مسلم نے فرمایا ھو عندی صحیح کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

جب خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضورؐ کا یہ ارشاد نقل فرما رہے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ حضرت ابوہریرہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک کی مخالفت کریں گے اور امام قرأت کرے گا تو وہ بھی امام کے پیچھے پڑھیں گے۔ ہم تو حضرت ابوہریرہ کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ابن تیمیہ نے اس بات پر کہ مقتدی کو امام کے پیچھے جب امام قرأت کرے تو کچھ پڑھنا نہیں چاہئے بلکہ خاموش رہنا چاہئے، حضرت جابر کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس کو ابن ماجہ اور بعض دوسرے محدثین نے بھی ذکر کیا ہے۔ ابن ماجہ میں ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ۔

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مصلی کا امام ہو اور وہ نماز پڑھا رہا ہو تو امام کا پڑھنا ہی مقتدی کے لئے کافی ہے

Scanned by CamScanner

(امام کے پیچھے مقتدی کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے)

یہ حدیث بھی مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں فیصلہ کن ہے کہ مقتدی کا فریضہ امام کی قرأت کو سننا ہے نہ کہ امام کے پیچھے کچھ پڑھنا ہے۔ اور یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

ابن تیمیہ نے اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے، اور وقت حاضر کے سلفیوں کے امام محمد ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے، اور اس حدیث کی روشنی میں اور اس مضمون کی دوسری احادیث کی روشنی میں البانی کا بھی یہی مذہب ہے کہ امام جب قرأت کرے تو مقتدی کو خاموش رہنا واجب ہے، اس حدیث کے بارے میں البانی فرماتے ہیں:

ابن ابی شیبۃ والدارقطنی وابن ماجۃ والطحاوی واحمد من طرق کثیرۃ مسندۃ ومرسلۃ وقواہ شیخ الاسلام ابن تیمیۃ کما فی الفروع لابن عبد الہادی وصحح بعض طرقہ البوصیری۔

(صفۃ الصلوٰۃ ص ۷۰)

یعنی اس حدیث کو ابن ابی شیبہ دارقطنی ابن ماجہ طحاوی اور حضرت امام احمد بن حنبل بہت سی مسند و مرسل سندوں سے ذکر کیا ہے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جیسا کہ عبد الہادی کی فروع میں ہے اس حدیث کو قوی قرار دیا ہے، اور امام بوصیری نے اس کی بعض سندوں کو صحیح کہا ہے۔

غرض اس حدیث کا انکار کرنا حقیقت کا منہ چڑھانا ہے، اس حدیث کا مضمون بھی یہی بتلا رہا ہے کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا ہے وہی مطلب صحیح ہے یعنی لاصلوٰۃ والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے، اور کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف صاف اس سے نہی آئی ہے، مصنف عبد الرزاق میں زید بن اسلم سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ نھی رسول اللہ عن القرأۃ خلف الامام (ص ۱۳۹) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے منع فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین قرأت خلف الامام سے منع فرماتے تھے۔ موسیٰ بن عقبہ

Scanned by CamScanner

سے زید بن اسلم نقل کرتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر وعثمان کانوا ینھون عن القرأۃ خلف الامام ، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے ، اور حضرت علی فرمایا کرتے تھے۔ من قرأ خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ (ایضاً) یعنی جو امام کے پیچھے قرأت کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی ۔ اور حضرت علی کا یہ بھی ارشاد تھا کہ من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرۃ یعنی جو امام کے ساتھ پڑھے گا وہ فطرت پر نہیں ہے یعنی وہ دین کی صحیح راہ پر نہیں ہے ۔

غرض لاصلوٰۃ والی حدیث کو تمام مقتدی اور تمام مصلی کے لئے عام کر دینا جیسا کہ بعض محدثین نے اپنے اجتہاد سے یہی مطلب سمجھا ہے ۔ ان ارشاداتِ نبوی اور ان آثار صحابہ کی روشنی میں درست نہیں ہے ۔

پھر لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے سے نہیں ہے بلکہ یہ حدیث منفرد کے حق ہے تو اس کی تائید جس طرح ارشاداتِ نبویہ سے ہوتی ہے اور دوسرے صحابہ کرام کے آثار اور فتویٰ سے ہوتی ہے ، خود قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ربانی ہے ۔

واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ۔

یعنی جب قرآن پاک پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔

یہ آیت پاک بھی قرأت خلف الامام کے بارے میں نص قطعی ہے کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدی کا فریضہ کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا ہے ۔

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کیا کچھ کہا ہے بطور اختصار اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اور ابن تیمیہ کے ساتھ غیر مقلدین کو جو تعلق خاص ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے

Scanned by CamScanner

ہم اس آیت کے بارے میں ابن تیمیہ ہی کا کلام اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔
ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

وقد استفاض عن السلف انها نزلت فی القرأة فی الصلوٰة - (ص ۲۶۹/۲۲)

یعنی سلف سے یہ بات بطور شہرت منقول ہے کہ یہ آیت نماز میں قرآن پڑھنے کے بارے میں اتری ہے۔

پھر فرماتے ہیں :

فتبین ان الاستماع الی قرأة القرآن امر دل علیہ القرآن دلالة قاطعة - (فتاوی ص ۲۷۴/ج ۲۲)

یعنی یہ معلوم ہوگیا کہ امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا، وہ بات ہے جس پر قرآن کی قطعی دلیل قائم ہے۔

اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

فان الانصات الی قرأة القاری من تمام الائتمام بہ فان من قرأ علی قوم لا یستمعون لقرأتہ لم یکونوا موتمین وھذا مما یبین حکمة سقوط القرأة علی الماموم - فتاوی ص ۲۷۲/ج ۲۲)

یعنی امام کی قرأت کو خاموشی سے کان لگا کر سننے ہی سے امام کی پوری اقتدا ہوگی اسلئے کہ جو امام کی قرأت کو خاموشی سے سنتے نہیں ہیں اور پڑھتے رہتے ہیں وہ امام کی اقتدا کرنے والے ہوتے ہی نہیں اور اس سے مقتدی سے قرأت کے ساقط ہونے کی حکمت کا پتہ چلتا ہے۔

آپ دیکھ رہے ہیں ابن تیمیہ اس آیت کریمہ کو اس بارے میں نص سمجھتے ہیں کہ مقتدی کا فریضہ امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا ہے اور خاموش رہنا ہے۔ ابن تیمیہ احادیث کی روشنی میں فیصلہ فرماتے ہیں کہ جو امام کی قرأت کے وقت خاموش نہ رہے وہ امام کی پوری اقتدار

Scanned by CamScanner

کرنے والا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ آنحضورؐ کا ارشاد آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام کو اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے اور آپ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ اس لئے امام کی صحیح اقتدار حدیث پاک کی روشنی میں یہی ہوگی کہ امام جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اور اس بات کی تاکید قرآن پاک بھی کر رہا ہے۔ حاصل یہ ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اس کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے اس کی تائید قرآن پاک سے بھی ہو رہی ہے، جب کہ ان لوگوں کے پاس جو نماز میں منفرد پر سورہ فاتحہ پڑھنے کو واجب قرار دیتے ہیں، اور لاصلوٰۃ والی حدیث کو مقتدی اور منفرد جہری و سری سب نمازوں کیلئے عام کرتے ہیں ان کے اس عمل کی گواہی قرآن نہیں دیتا، اور لاصلوٰۃ والی حدیث سے بھی ان کا مقصود بغیر اپنے اجتہاد یا رائے کو دخل دیئے ہوئے حاصل نہیں ہوتا۔

اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں جو لوگ مقتدی سے قرأت کی نفی کرتے ہیں ان لوگوں کے پاس جن میں احناف بھی ہیں کتنے ٹھوس اور مضبوط دلائل ہیں۔

(۱) ان کا عمل حضرت عبادہ والی حدیث پر بھی ہے، مگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ایضاح اور تفسیر کی روشنی میں۔

(۲) ان کا عمل اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت موسیٰ اشعری اور ابن ماجہ میں حضرت جابر سے مروی ہے۔

(۳) ان کا عمل اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کی قرأت مقتدی کی بھی قرأت ہے[1]

---

(۱) غیر مقلدین کے دو بڑے امام ہیں ایک تو حافظ ابن تیمیہ اور دوسرے ان کے شاگرد حافظ ابن قیم ابن تیمیہ کے

Scanned by CamScanner

(۴) ان کا عمل حضرت زید بن ثابت کے اس فتویٰ پر بھی ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کچھ پڑھنا نہیں ہے، جیسا کہ مسلم شریف میں مذکور ہے۔

(۵) ان کا عمل حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس فتویٰ پر بھی ہے کہ نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔ تم مقتدی ہو کر خاموش رہو، امام کا پڑھنا تمہارے لئے کافی ہوگا۔

(۶) ان کا عمل خلفائے راشدین کے ارشادات کی روشنی میں بھی ہے کہ وہ قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے۔

(۷) اور پھر سب سے بڑی اور آخری بات یہ ہے کہ ان کا عمل قرآن پاک کی روشنی میں اور اس کی ہدایت کے مطابق ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔ جس مذہب کی بنیاد ان ٹھوس دلائل اور کتاب وسنت اور آثار صحابہ کی ایسی مضبوط بنیاد پر ہے، اس کے بارے میں یہ مخالفین نعرہ بلند کرتے ہیں کہ لوگ کتاب وسنت کے مخالف ہیں؛ اس صریح جھوٹ اور باطل پروپیگنڈہ کے بارے میں سوائے اس کے اور کیا عرض کیا جاسکتا ہے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

خود ان حضرات کا عمل ملاحظہ فرمائیے تو اس مسئلہ میں قرآن وحدیث اور آثار صحابہ

بارے میں تو ناظرین نے معلوم کر لیا کہ ان کا مذہب خاص طور پر جہری نماز میں مقتدی کو کچھ نہ پڑھنے کا ہے۔ ابن قیم کا بھی مذہب معلوم کر لیں وہ کتاب الروح میں فرماتے ہیں۔ واسقط عن الماموم سجود السهو بصحة صلاة الامام وخلوها من السهو وقراءة الفاتحة بتحمل الامام لها فهو يتحمل عن الماموم سهوه وقراءته وسترته فقراءة الامام وسترته قراءة لمن خلفه وسترته (کتاب الروح ص ۲۲۰)

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ مقتدی سے سجدۂ سہو ساقط ہے اگر امام کی نماز صحیح ہے اور اسکو کوئی سہو لاحق نہ ہو، اور اسی طرح مقتدی سے سورہ فاتحہ پڑھنا بھی ساقط ہے، اس لئے امام اس کی طرف سے اسکو پڑھتا ہے، پس امام ہی مقتدی کے سہو کی کفایت کرتا ہے اور اس کی قرأت کی بھی اور اس کے سترہ کی بھی، پس امام کی قرأت اور اسکا سترہ مقتدی کی بھی قرأت اور اسکا سترہ ہے، ابن قیم نے تو سورہ فاتحہ کا نام لیکر معاملہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔

Scanned by CamScanner

سب کو چھوڑنے والے ہیں مگر اس کے باوجود وہی پکے اہلحدیث اور سلفی ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آپ کے خط کا جواب اختصار کی انتہائی کوشش کے باوجود کچھ طویل ہو کر پورا ہو گیا۔ مگر چونکہ یہ مسئلہ غیر مقلدین کے نزدیک احناف کے خلاف خاص پروپیگنڈا کی ہتھیار ہے اور وہ امام بخاری کی حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ سے ناواقفوں کو دھوکا دیتے رہتے ہیں اس وجہ سے بخاری شریف کی اس حدیث کے بارے میں ایک بات اور صورت حال سے واقف کرانے کیلئے عرض کرتی ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یا جن محدثین نے حضرت عبادہ کی اس حدیث کو صرف اتنا نقل کیا ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب انھوں نے پوری حدیث نہیں نقل کی ہے۔ اگر یہ حضرات پوری حدیث نقل کر دیتے تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا اور حدیث کا مطلب واضح ہو جاتا اور معلوم ہوتا کہ اس حدیث کا تعلق کسی طرح سے بھی مقتدی سے نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق امام اور تنہا نماز پڑھنے والوں سے ہے، پوری حدیث مسلم ابوداؤد اور نسائی میں ہے، نسائی کی حدیث ملاحظہ ہو۔

اخبرنا سوید بن نصر قال اخبرنا عبد اللہ عن معمر عن الزہری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ مجھ کو سوید بن نصر نے خبر دی انھوں نے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، عبد اللہ بن مبارک معمر سے روایت کرتے ہیں اور وہ زہری سے زہری محمود بن ربیع سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہے جو سورہ فاتحہ اور کچھ مزید نہ پڑھے۔

اس حدیث میں خط کشیدہ لفظ کو امام بخاری اور بعض دوسرے محدثین نے ذکر نہیں کیا

Scanned by CamScanner

اور یہیں سے معاملہ الجھ گیا، خط کشیدہ لفظ فصاعدا جس کا ترجمہ (کچھ مزید) ہے اس کو ملا کر پوری حدیث نگاہ کے سامنے ہو تو پھر اس حدیث کا تعلق ان لوگوں کے نزدیک بھی مقتدی سے نہیں ہوگا، جو قرأت خلف الامام کے قائل ہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک صرف سورہ فاتحہ مقتدی کو پڑھنی ضروری ہے۔ فصاعدا یعنی کچھ اور نہیں۔

حضرت امام مسلم نے بھی اس لفظ کی طرف توجہ دلائی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

حدثناہ اسحٰق بن ابراھیم وعبد بن حمید قالا اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزھری بھذا الاسناد مثلہ وزاد فصاعدًا۔

یعنی حضرت عبادہ بن صامت والی حدیث جو معمر کے طریق سے ہے اس میں فصاعدًا کا بھی لفظ ہے۔

حضرت امام مسلم کا اس روایت کو معمر کے طریق سے فصاعدًا کی زیادتی کے ساتھ ذکر کرنا اس کے صحیح ہونے کی سند ہے، اور یہی حدیث ابوداؤد میں حضرت سفیان بن عیینہ کے طریق سے ہے، ابن عیینہ بھی اس کو فصاعدا کی زیادتی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ابن عیینہ صاف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے والوں سے متعلق ہے ابن عیینہ جو زبردست محدث ہیں اور اس حدیث کے راوی بھی ہیں اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیث کا راوی حدیث کی مراد کو دوسروں سے زیادہ سمجھتا ہے۔ تو جب ابن عیینہ جو اس حدیث کے خود راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ھذا لمن صلی وحدہ یہ تنہا نماز پڑھنے والوں کیلئے ہے تو پھر کسی اور کو کیا حق ہے کہ وہ اس حدیث کو مقتدی کے لئے بھی کہے۔

بہر حال جب پوری حدیث فصاعدًا کی زیادتی کے ساتھ ہے اور صحیح سند سے اس کا ثبوت ہے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے، اور جن لوگوں نے امام کے پیچھے قرأت کو منع کیا ہے ان کے سامنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری حدیث ہے، انھوں نے اس حدیث کو چھوڑا نہیں ہے، اس پر عمل کیا ہے، البتہ اس کا مصداق منفرد اور امام کو

Scanned by CamScanner

بتلایا ہے، مقتدی کو نہیں۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ پوری حدیث پر عمل کریں ان کو حدیث کا مخالف کہا جائے اور جو لوگ اس کے صرف ایک جز پر توجہ دیں وہ پورے اہلحدیث کہلائیں۔

میں نے اپنی اس تحریر میں مخالفین کے دلائل سے تعرض نہیں کیا ہے اس لئے کہ پھر بات بہت طویل ہو جاتی اور ایک پورے رسالہ کی تصنیف کی ضرورت ہوتی، ہمیں تو یہاں صرف یہ دکھلانا تھا کہ قرأت خلف الامام کے بارے میں احناف کا جو مسلک ہے اس کی بنیاد کتاب وسنت کی مضبوط بنیاد پر ہے اور امام بخاری میں جو لاصلوٰۃ والی روایت ہے وہ مقتدی کے حق میں نہیں ہے۔ اور الحمد للہ یہ مقصد کسی حد تک پورا ہو گیا۔

محمد ابوبکر غازی پوری

مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کی تازہ عربی تصنیف، صور تنطق بما علیہ اللامذھبیۃ من المذاھب والعقیدۃ۔ غیر مقلدین کے عقیدہ و مذہب جاننے کیلئے ایک دستاویزی کتاب، بہترین کتابت و طباعت قیمت صرف ۲۰۰ روپے، اہل علم و مدارس کے طلبہ کیلئے پچاس فی صد کی رعایت، ڈاک خرچ بذمہ خریدار

آئینہ غیر مقلدیت کا تازہ اڈیشن

مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب کی مشہور و زلزلہ افگن عربی کتاب وقفۃ مع اللامذھبیۃ کا سلیس اردو ترجمہ "آئینہ غیر مقلدیت" کے نام سے بہت مشہور ہوا، اس کا تازہ دوسرا اڈیشن شاندار ٹائیٹل، بہترین کاغذ و طباعت کیساتھ شائع ہو چکا ہے۔

قیمت ۷۰/- روپے صرف

Scanned by CamScanner

رکعات تراویح کے بارے میں

مکرمی حضرت والا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گونڈہ شہر اور قرب وجوار میں غیر مقلدین کی بڑی تعداد ہے، امسال رمضان کے موقع پر اپنی سابقہ روایت کے مطابق پھر تراویح کے مسئلہ کو بہت اچھالا، آٹھ رکعت سنت اور بیس رکعت حضرت عمرؓ کی بدعت ہونے کا خوب شور مچایا۔

زمزم میں خطوط کے جوابات جو مفصل شائع ہو رہے ہیں ان سے بڑا نفع ہو رہا ہے، تراویح کے بارے میں ایک مختصر سی تحریر لکھ دیں، بخاری کا نام لے کر غیر مقلدین عوام کو گمراہ کرتے ہیں، اس لئے بخاری کی آٹھ رکعت والی روایت کو سامنے رکھ کر تحریر لکھیں۔

والسلام

آپکا ریاض الدین قاسمی گونڈہ

نرا حرام! صحابہ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین میں سے کسی کے بارے میں زبان درازی کرنا نہایت خطرناک چیز ہے، اہلسنت والجماعت کا یہ طریق نہیں ہے، صحابہ کرام کے بارے میں وہی زبان درازی کرے گا جس میں شیعیت کے جراثیم ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کسی عمل کو بدعت قرار دینا اور اس بدعت سے مراد وہی بدعت لینا جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے، پلے درجہ کی گمراہی ہے، اور یہ حبط اعمال کا باعث ہے۔

Scanned by CamScanner

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اقتدار اور پیروی کا حکم کتاب وسنت سے ثابت ہے، اور خلفائے راشدین کے بارے میں یہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین بہت مشہور ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میری اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں ان کی سنت کو لازم پکڑو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے ان کا کوئی عمل بدعت کیسے ہوگا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو ہدایت یافتہ قرار دیں ان کو بدعتی قرار دینا صریح گمراہی نہیں تو اسے کیا کہا جائے گا؟

بخاری شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو فتنوں کے زمانے میں یہ حکم فرمایا تھا تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم یعنی تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام سے چمٹے رہو، جماعۃ المسلمین سے مراد صحابہ کرام کی جماعت ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وقال قوم المراد بالجماعۃ الصحابۃ یعنی ایک قوم کا یہ کہنا ہے کہ جماعت سے مراد اس حدیث میں صحابہ کرام ہیں۔

فرقہ ناجیہ کی آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو پہچان بتلائی ہے وہ یہ ہے ما انا علیہ واصحابی۔ یعنی وہ جماعت ہے جو میرے طریقہ پر اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگی، صحابہ کرام کی شان میں بدگوئی کرنے والا ان کے طریقہ پر کیا ہوگا اور اس کا شمار نجات یافتہ جماعت میں کیسے ہوگا؟

سنت صرف رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے طور وطریق کو بھی سنت فرمایا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام سنت کی تعریف میں خلفائے راشدین کے طور طریق کو بھی داخل کرتے ہیں، حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

والسنۃ ھی الطریق المسلوک	یعنی سنت اس راہ کا نام ہے جس پر
فیشمل ذلک التمسک بما کان علیہ	چلا جائے تو جو اعتقادات واعمال اور اقوال

Scanned by CamScanner

هو وخلفائه الراشدون من الاعتقادات والاعمال والاقوال وهذه هي السنة الكاملة۔ (جامع العلوم والحکم ج ۱ ص ۱۹۱)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کے تھے ان سب کو مضبوطی سے تھام لینا یہ سب سنت میں شامل ہوگا۔ اور کامل سنت کا مفہوم یہی ہے۔

اگر خلفائے راشدین نے کوئی ایسا کام کیا ہو جس کا وجود آنحضورؐ کے زمانہ میں نہیں تھا تو مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ بھی سنت متبعہ ہے، یعنی اس طریقہ کی بھی پیروی کی جائیگی، اور اس کا نام بھی سنت ہوگا۔ فتح الباری میں ہے:

فان كان من الخلفاء الراشدين فهو سنة متبعة (ص ۴۰۰ ج ۶)

یعنی اگر کوئی نیا عمل خلفائے راشدین نے جاری کیا ہے تو وہ بھی سنت ہوگا اور اس کی بھی پیروی کی جائے گی۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

ماجاء عن الخلفاء الراشدين فهو من السنة۔ (ایضاً ص ۲۹۱ ج ۱۲)

یعنی خلفائے راشدین سے جو ہمیں پہونچے وہ بھی سنت ہی ہے۔

غرض خلفائے راشدین کا قول وعمل مستقل ایک سنت ہے، اور اہلسنت وہی قرار پائے گا جو کامل سنت پر عمل پیرا ہو یعنی آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے ساتھ خلفائے راشدین کی بھی سنت پر عمل کرنے والا ہو۔

پھر خلفائے راشدین میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خصوصیت مزید یہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کا نام لے کر ان کی اقتدار کا امر فرمایا ہے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد احادیث کی مختلف کتابوں میں موجود ہے۔

لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر

میں نہیں جانتا کہ تمہارے درمیان میرا رہنا کبتک ہے اسلئے (میرا حکم ہے کہ) میرے بعد تم لوگ ابوبکر اور عمر کی اقتدار کرنا۔

Scanned by CamScanner

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین اور بالخصوص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا خدا اور رسول کے یہاں کیا مقام ہے۔

حیف ہے ان لوگوں پر جو صحابہ کرام کے بارے میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اور خلفائے راشدین کے عمل کو بدعت قرار دیتے ہیں، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی اقتدا اور پیروی جن کی جانوں پر شاق ہے۔

فرق و ملل کی تاریخ جاننے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ گمراہی کی بہت بڑی جڑ صحابہ کرام سے سوءِ ظنی و بداعتقادی ہے، اور ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ عذاب دیا جاتا ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر بھی چلنے کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے، بات کو مختصر کرتے ہوئے ہم جماعت غیر مقلدین کا اسی مسئلہ تراویح کے بارے میں جائزہ لیتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے اور ان پر بدعت کے ایجاد کا الزام لگانے کی پاداش میں ان سے سنت پر عمل کرنے کی توفیق کیسے سلب کر لی گئی، اور فہم دین سے محرومی ان کا مقدر کیسے بن گئی۔

(۱) ان حضرات نے ایک بات یہ گھڑی کہ تہجد اور صلوٰۃ تراویح میں کوئی فرق نہیں ہے، جو نماز سال بھر تہجد کہلاتی ہے رمضان میں اسی نماز کو تراویح کہا جاتا ہے، یہ وہ بات ہے کہ ائمہ اربعہ میں اس کا کوئی قائل نہیں ہے، اور نہ یہ خیال صحابہ کرام کو کبھی آیا، غیر مقلدین حضرات اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی قول سے اور نہ صحابہ کرام میں سے کسی سے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کر سکتے ہیں، جو بات نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو اور نہ جس کے قائل صحابہ کرام ہوں اور نہ ائمہ متبوعین میں سے جس کا کوئی قائل ہو، غیر مقلدین اسی کو اپنا مذہب بنائے ہوئے ہیں۔

تراویح اور تہجد کو ایک بتلانا غیر مقلدین حضرات کا اجتہاد ہے یا شاذ قول کی پیروی ہے، تہجد کی نماز تو خدا کے حکم سے مقرر ہوئی تھی، سورہ مزمل دیکھ لی جائے، اور

Scanned by CamScanner

تراویح کا عمل آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے مشروع ہوا تھا، آپ کا ارشاد مبارک ابن ماجہ کی روایت میں ہے، آپ نے فرمایا۔ رمضان کا روزہ تو اللہ نے تم پر فرض کیا ہے وسننت لکم قیامہ اور رمضان مبارک کی تراویح کا عمل میں نے مسنون قرار دیا ہے، پس جو لوگ تراویح اور تہجد کو ایک قرار دیتے ہیں وہ رسول اللہ کی حدیث اور اللہ کی کتاب دونوں کے فرمان کے نافرمان ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں تراویح کا باب الگ باندھا ہے اور تہجد کا باب الگ باندھا ہے اگر دونوں کو ایک ہی کہا جائے تو امام بخاری کو الگ الگ باب باندھنے اور دونوں بابوں میں الگ الگ احادیث لانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟

اگر تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہوتی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم زیادہ ہونا چاہیئے تھا، غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آنحضورؐ سے رمضان المبارک میں تہجد کا پڑھنا الگ سے ثابت نہیں ہے، اگر غیر مقلدین کی یہ بات درست ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات کیوں سمجھ میں نہیں آئی اور چودہویں صدی کے پُرخطر دور میں یہ راز غیر مقلدین ہی پر کیوں کھلا، امام بخاری تو تراویح کی نماز کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے، امام بخاری تراویح باجماعت پڑھا کرتے تھے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھا کرتے تھے اور پورے رمضان میں تراویح میں صرف ایک قرآن ختم کرتے تھے، جب کہ تہجد کی نماز امام بخاری تنہا پڑھتے تھے اور تہجد میں ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

(مقدمہ فتح الباری)

غرض تہجد اور تراویح کو ایک کہنا غیر مقلدین کا اس دور کا اجتہاد ہے یا کسی کے شاذ قول کی پیروی ہے، نہ اس کا ثبوت کتاب اللہ سے ہے اور نہ حدیث رسول سے اور نہ ائمہ مجتہدین کے قول سے نہ اصحاب صحاح ستہ سے اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے تراویح اور تہجد کو ایک قرار دینے کا قول نہیں اختیار کیا۔

(۲) تراویح کے بارے میں غیر مقلدین کے مذہب کی پہلی اینٹ ہی کج تھی اور یہی

Scanned by CamScanner

وجہ ہے کہ جوں جوں اس باب میں ان کے مذہب کی دیوار اونچی ہوتی گئی اس مذہب کی کجی مزید اونچی اور مزید نمایاں ہوتی چلی گئی، مثلاً انھوں نے یہ مذہب اختیار کیا کہ تراویح کی رکعت آٹھ ہے۔ اور اس پر تراویح والی نہیں تہجد والی حدیث سے استدلال کیا، اور وہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے، پوری حدیث یہ ہے۔

عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ سئل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ۔

یعنی حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کی کیا کیفیت ہوا کرتی تھی؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

غیر مقلدین حضرات بس یہیں پر آکر رک گئے، حالانکہ یہ سوال کا جواب نہیں تھا، سوال تو نماز کی کیفیت کے بارے میں تھا، ابھی کیفیت بیان نہیں کی گئی ہے، مگر غیر مقلدین حضرات گیارہ کا لفظ دیکھ کر اچھلنے کودنے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ آغاز کلام تھا ابھی اصل جواب تو آگے آرہا ہے اور وہ اصل جواب جس میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت کو بیان کرنا ہے، وہ یہ ہے۔

یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت یہ تھی کہ آپ پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے اور تم ان کی خوبی اور ان کی لمبائی کے بارے میں مت پوچھو (کہ وہ کتنی خوب اور کتنی لمبی ہوا کرتی تھیں) پھر آپ چار رکعت اسی طرح کی پڑھا کرتے تھے، پھر تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔

Scanned by CamScanner

اب آپ ذرا غیر مقلدین کی فہم دیکھئے انھوں نے حضرت عائشہ کی حدیث میں جو آغاز کلام تھا اس کو مذہب بنالیا اور حضرت عائشہ کا کیفیت صلوٰۃ کے بارے میں جو اصل سوال کا اصل جواب تھا اس سے صرف نظر کر لیا، عدد جس کا سوال میں کوئی ذکر نہیں تھا اسکو تو مذہب بنالیا اور حدیث میں کیفیت کا جو بیان ہے اس سے آنکھیں پھیر لیں، اب کہو غیر مقلدین کی تراویح پڑھنے کی کیفیت ملاحظہ فرمائے تو وہ دو دو رکعت کر کے آٹھ رکعت پوری کرتے ہیں، اور کبھی وتر ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں یعنی نو رکعتوں پر انکی تراویح پوری ہو جاتی ہے، سبحان اللہ یہ ہے ان کا حدیث پر عمل، اس حدیث میں چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور وتر تین رکعت، اور یہ دو دو رکعت پڑھ کر اور ایک رکعت وتر پڑھ کر اس حدیث پر عمل کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہم نے سنت کے مطابق تراویح کی نماز ادا کی۔

پھر اس حدیث میں چار چار رکعت میں طویل طویل پڑھنے کا ذکر ہے اور اس طویل رکعتوں کی مقدار کیا ہوا کرتی تھی تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں:

قد ثبت فی الصحیح عن حذیفۃ انہ کان یقرأ فی الرکعۃ بالبقرۃ والنساء وآل عمران۔

(فتاویٰ جلد ۲۳ ص ۱۱۲)

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں ایک رکعت میں سورہ بقرہ سورۂ نساء اور سورہ آل عمران پڑھا کرتے تھے۔

یعنی تہجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک رکعت اتنی طویل ہوا کرتی تھی، ذرا قرآن کھولئے ان تینوں سورتوں کو ملاحظہ فرمائیے تقریباً سوا پانچ پاروں میں یہ تینوں سورتیں پوری ہوتی ہیں، اگر غیر مقلدین حضرات کے آٹھ رکعت تراویح پر اسی حدیث سے استدلال ہے تو آخر ان کی تراویح کی نماز کی رکعتوں کی یہ کیفیت بھی کیوں نہیں ہوتی، یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز تہجد میں قیام کے طول اور اس کی کیفیت کا بیان ہے اور آپ کا

Scanned by CamScanner

تہجد کی رکعتوں میں سجدہ کتنا طویل ہوا کرتا تھا، اس کے متعلق بخاری ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ فیسجد السجدۃ من ذلک قدر مایقرأ احدکم خمسین اٰیۃ قبل ان یرفع راسہ۔ (بخاری کتاب القرأۃ) یعنی تہجد کی رکعتوں میں آپ کا سجدہ اتنا طویل ہوتا تھا کہ تم میں کا کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیتیں پڑھے۔ اگر اسی کے ساتھ مسلم شریف کی روایت بھی سامنے ہو تو اس طول کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے، مسلم کی روایت میں ہے۔ عن حذیفۃ انہ صلی مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیلۃ فقرأ البقرۃ اٰل عمران والنساء فی رکعۃ وکان اذا مر باٰیۃ فیھا تسبیح سبح اوسوال سأل اوتعوذ تعوذ ثم رکع نحوا مما قام ثم قام نحوا مما رکع ثم سجد نحوا مما قام۔ یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات تہجد کی نماز پڑھی تو آپ نے ایک رکعت میں سورہ بقرہ سورہ آل عمران اور سورہ نساء پڑھا اور آپ کا حال یہ تھا کہ جب کسی تسبیح والی آیت کو پڑھتے تو تسبیح پڑھتے، سوال والی پڑھتے تو سوال کرتے اور تعوذ والی آیت پڑھتے تو آپ اللہ سے پناہ چاہتے اور آپ نے رکوع اتنا ہی طویل کیا جتنا آپ نے قیام کیا تھا (یعنی بقدر بقرہ آل عمران اور نساء پڑھنے کے) اور پھر رکوع سے اٹھ کر اتنی دیر تک کھڑے رہے جتنا طویل آپ نے رکوع کیا (یعنی وہی تینوں سورتوں کے برابر) غرض اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز نہایت طویل قیام اور طویل رکوع اور طویل سجدوں کے ساتھ ہوا کرتی تھی اور چار چار رکعت ایک سلام سے ہوا کرتی تھی، غیر مقلدین کی تراویح کی نماز کسی مسجد میں اس کیفیت کے ساتھ نہیں ہوتی ہے، اس وجہ سے ان کا یہ کہنا کہ ان کا تراویح کے سلسلہ میں بخاری کی حدیث عائشہ پر عمل ہے صریح جھوٹ ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہنے والوں کو احادیث رسول اور سنت رسول پر عمل کی توفیق ہو ہی نہیں سکتی، اللہ ان سے اس توفیق کو

Scanned by CamScanner

سلب کر لیتا ہے۔

(۲) غیر مقلدین کی تراویح کی نماز کو جن حضرات نے ملاحظہ کیا ہوگا انھوں نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ یہ لوگ تراویح کے بعد متصلاً وتر پڑھتے ہیں حالانکہ اسی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت تہجد پڑھنے کے بعد سو جاتے تھے پھر وتر پڑھتے تھے، بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی اسی حدیث میں ہے:

فقلت یارسول اللہ اتنام قبل ان توتر؟ یعنی میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ یاعائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی یعنی اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

ناظرین اس سوال و جواب میں غور کریں کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کی آٹھ رکعت نماز پڑھ کر سو جاتے تھے اور پھر بیدار ہو کر وتر الگ سے پڑھا کرتے تھے، اگر تہجد اور صلوٰۃ تراویح بقول غیر مقلدین ایک نماز ہیں اور تراویح کے آٹھ رکعت ہونے کی یہی حدیث دلیل ہے تو غیر مقلدین اس حدیث کے تمام اجزاء اور اس میں بیان کردہ پوری کیفیت کے ساتھ نماز تراویح کیوں نہیں ادا کرتے یا کم از کم اس کے مسنون ہونے کا اعلان کیوں نہیں کرتے، لوگوں کو تراویح اسی کیفیت کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب کیوں نہیں دیتے؟ اس حدیث سے صرف آٹھ رکعت کی بات اڑا لینا بقیہ حدیث کے تمام حصوں کو چھوڑ دینا یہ کون سا عمل بالحدیث ہے۔ غیر مقلدین کے اس طرز عمل کو عمل بالحدیث کا نام دیا جائے گا یا اس کو ترک حدیث کہا جائے گا، ناظرین خود فیصلہ فرمالیں، ناظرین اپنے ذہن میں اس بات کو ایک بار اور تازہ کرلیں کہ خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہنے والوں سے کتاب و سنت پر عمل کی توفیق سلب کرلی جاتی ہے۔

(۳) ناظرین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے کہ آنحضور اکرم

Scanned by CamScanner

صلے اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، غیر مقلدین نے حدیث رسول ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ آباء واجداد کی پیروی میں اس روایت کے صرف ایک جز یعنی آٹھ رکعت والا لیا ہے اور وہ بھی تہجد کو تراویح بنا کر، اور لوگوں کو بخاری کا نام لے لے کر خوب ورغلاتے ہیں کہ دیکھو بخاری میں حضرت عائشہ کی صحیح روایت آٹھ رکعت تراویح کی ہے، غیر مقلدین کبھی پوری بات اپنے عوام کو نہیں بتلاتے اور فریب سے کام لیتے ہیں، اب دیکھئے اسی بخاری میں ہے، اور یہ حدیث بھی حضرت عائشہ ہی کی ہے، فرماتی ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین۔

(باب مایقرأ فی رکعتی الفجر)

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے اور جب فجر کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعت ادا کرتے۔ (یعنی فجر کی سنت)

اب ذرا غور فرمائیں کہ گیارہ رکعت والی بھی روایت بخاری ہی کی ہے اور تیرہ رکعت والی روایت بھی بخاری ہی کی ہے اور دونوں روایتیں حضرت عائشہ ہی سے مروی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ غیر مقلدین تیرہ والی چھوڑ کر گیارہ ہی والی روایت کا نام لیتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس تیرہ والی روایت کا وہ نام کیوں نہیں لیتے۔

(۵) حضرت عائشہ کی پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام سال رمضان وغیر رمضان میں تہجد گیارہ سے زیادہ پڑھتے ہی نہیں تھے اور اس دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ اس دوسری رکعت میں کان یصلی کا لفظ ہے۔ جو ماضی استمراری ہے اور غیر مقلد عالم صادق سیالکوٹی کا فرمان ہے کہ ماضی استمراری دوام اور استمرار کے لئے آتا ہے، فرماتے ہیں کان یصلی استمرار کیلئے آتا ہے جس کے معنی ہیں حضورؐ ہمیشہ

Scanned by CamScanner

کرتے تھے۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۴۱)

یعنی صادق صاحب کی منطق کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تیرہ ہی رکعت پڑھتے تھے۔

اب اگر یہ صحیح ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بخاری والی وہ حدیث غلط ہوگئی جس میں گیارہ کی تعداد ہے۔

حل کریں اس عقدہ کو تقلید کے منکرین اور بقلم خود مجتہدین ان کے اجتہاد اور ان کے عدم تقلید نے بخاری کی بھی احادیث کو داؤں پر لگا دیا ہے۔ الحمد للہ ہمارا اعتقاد ہے کہ بخاری کی حدیثیں صحیح ہیں اور ہمیں اس قضیہ کو سلجھانا بھی آتا ہے، مگر یہ قضیہ سلجھے گا کسی بڑے کی تقلید سے خود سے جو اجتہاد کرے گا بخاری کی احادیث سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

(۶) اب آگے سنئے غیر مقلدین سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث میں تو چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور تم دو دو رکعت کر کے آٹھ رکعت پوری کرتے ہو تو جواب میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں دو دو رکعت بھی نماز تہجد ادا کرنے کا ذکر ہے یعنی آٹھ رکعت کی تعداد کو ایک حدیث سے لیا اور دو دو رکعت پڑھنے کیلئے یہ آٹھ رکعت والی حدیث جو بخاری ہی میں ہے ان کو قابل عمل نظر نہیں آئی تو اس کیلئے بخاری کی دوسری روایتوں کا سہارا لیا، اس بارے میں حضرت عائشہ والی بخاری کی حدیث قابل عمل کیوں نہیں قرار پائی اس راز سے کوئی غیر مقلد عالم پردہ نہیں اٹھاتا، جیسے تیرہ والی حدیث پر عمل نہ کرنے کو راز بنائے رکھا ہے۔

(۷) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو دو رکعت کر کے بھی تہجد پڑھا کرتے تھے، مگر آپ نے کسی غیر مقلد عالم کو تہجد میں دو دو رکعت والی حدیث نقل کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا، حالانکہ وہ بھی بخاری ہی کی حدیث ہے ایسا کیوں؟ اس لئے کہ اگر وہ یہ حدیث ذکر کر دیں تو ان کا آٹھ رکعت تراویح کے مسنون ہونے کا دعویٰ ہوا ہو جائے گا۔ اس وجہ سے یہ حضرات دو دو رکعت والی حدیث کا نام

Scanned by CamScanner

تو لیتے ہیں مگر اس کو اس کے الفاظ کے ساتھ بخاری شریف سے نقل نہیں کرتے ہیں، میں اس کو نقل کرتا ہوں اور پھر ناظرین تماشا دیکھیں کہ یہ غیر مقلدین حدیث کا نام لے کر دوسروں کو فریب دینے کے کتنے ماہر ہیں۔

یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عباس کی ہے اور طویل ہے میں یہاں ضروری حصہ نقل کرتا ہوں، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔

ثم صلّی رکعتین، ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر۔ (بخاری کتاب الوتر)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد نماز تہجد پہلے دو رکعت ادا کی پھر دو رکعت ادا کی پھر دو رکعت ادا کی پھر دو رکعت ادا کی پھر دو رکعت ادا کی پھر دو رکعت ادا کی پھر وتر پڑھی۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ اس حدیث میں صاف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو دو رکعت کر کے تہجد ادا کرتے تھے تو وتر کے سوا تہجد کی نماز کل بارہ رکعتیں ہوتی تھیں اور غیر مقلدین کے نزدیک تراویح تہجد ہی ہے وہ دو دو رکعت کر کے صرف آٹھ رکعت رمضان والی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں، آنحضورؐ تو دو دو رکعت کر کے بارہ رکعتیں پڑھیں اور یہ آٹھ رکعتیں پڑھیں، اللہ کے رسول کی سنت کی صریح خلاف ورزی کا نام انھوں نے عمل بالحدیث رکھا ہے، غرض غیر مقلدین کا عمل نہ حضرت عائشہؓ والی پوری حدیث پر ہے جہاں سے انھوں نے آٹھ رکعت کی تعداد اخذ کی ہے اور نہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی اس حدیث پر پورا عمل ہے جس میں دو دو رکعت کے ساتھ تہجد ادا کرنے کا آپ کا معمول مذکور ہے، اور یہ نتیجہ ہے کہ غیر مقلدوں نے خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہا ہے خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہنے والا سنت پر عامل ہو ہی نہیں سکتا اس سے کتاب و سنت پر عمل کی توفیق چھین لی جاتی ہے، اس زمانہ میں ترک تقلید عذاب الٰہی ہے۔ اس سے انسان دین و دنیا کی بڑی بڑی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے، دین کی فہم اس سے

Scanned by CamScanner

رخصت ہو جاتی ہے، کتاب و سنت پر عمل اس کا مقدر نہیں بن پاتا، اسلاف کے بارے میں اس کی زبان تیز ہو جاتی ہے، حق بات کو حق جان کر بھی وہ اسے قبول نہیں کرتا، لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت و وقعت نہیں رہتی ہے، وہ محرومی اور مایوسی کی زندگی گذارتا ہے، حسد و طمع کا مارا ہوتا ہے، ان کے سوا اور بھی مختلف قسم کی علتوں اور امراض کا شکار رہتا ہے، خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہنے کا غیر مقلدین کی زندگی پر کیسا خطرناک اثر پڑا اور وہ اللہ کی کیسی رحمت اور کتنی بڑی نعمت سے محروم ہو گئے، ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

(۸) رمضان کا زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہوتا ہے، اللہ کی رحمت کا بطور خصوص اس میں نزول ہوتا ہے، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس مبارک ماہ میں عبادات کی کثرت کیا کرتے تھے، جبریل امین رمضان میں آپ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے، تہجد کی نماز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام دنوں میں پڑھا کرتے تھے اس ماہ مبارک میں اس کی کیفیت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی، اس ماہ مبارک کے عشرہ اخیر میں بطور خاص آپ ازواج مطہرات کو بھی تہجد کیلئے بیدار کرتے تھے، حدیث میں آتا ہے کہ آپ اس زمانہ میں عبادت کیلئے کمر کس لیا کرتے تھے، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی میں امت کے علماء و صلحاء رمضان شریف میں تہجد و تراویح کا بطور خاص اہتمام کرتے تھے رات بھر جاگنا ان اللہ والوں کی زندگی تھی، گزر چکا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اگر تراویح میں پورے رمضان میں ایک ختم کیا کرتے تھے تو نماز تہجد میں ہر تین دن پر ایک قرآن ختم کرتے تھے، غرض جن کو دین سے جتنا تعلق ہوتا رمضان المبارک میں اتنا ہی زیادہ عبادت اور شب بیداری کا اس کو اہتمام ہوتا تھا۔

مگر افسوس کہ غیر مقلدین نے جب صحابہ کرام کے بارے میں گستاخانہ لب و لہجہ اختیار کیا اور خلفائے راشدین کی سنت کو بدعت قرار دیا تو رمضان مبارک کی ان تمام خیرات و برکات سے محروم ہو گئے اور ماہ مبارک میں تہجد (جس کا وقت اخیر شب میں

Scanned by CamScanner

ہوتا ہے) ان کو پڑھنا نصیب نہیں ہوتا، ساری امت تہجد کی نماز ادا کر کے رحمتِ خداوندی کی مستحق ہوتی ہے اور یہ غیر مقلدین اس تہجد کو خلافِ سنت کہہ کر اللہ کی رحمتِ بے پایاں سے محروم ہوتے ہیں اور ان کو تہجد کے نام سے رمضان میں نماز پڑھنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی ہے۔[1] بلکہ ان کے عالم تو باقاعدہ اس کی دعوت دیتے ہیں کہ آٹھ رکعت عشاء کے بعد تہجد تراویح کے نام پڑھ کر خوب آرام سے سو جاؤ اور کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے، حکیم صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں۔

> اس لئے نبی رحمت نے رات کی نماز (تہجد) کو رمضان شریف میں عشاء کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کیلئے سہولت اور آسانی پیدا کر دی تاکہ وہ تراویح کے بعد پوری طرح آرام کی نیند سو لیں اور پھر صبح صادق سے کچھ پہلے اٹھ کر سحری کھا کر روزہ کیلئے تازہ دم ہو جائیں۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۲۷۸)

سبحان اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رمضان میں پوری رات عبادت کریں عبادت کیلئے کمر کس لیں، اپنی ازواج کو بطور خاص اٹھائیں اور ان کو عبادت کی ترغیب دیں، اور اس کے برخلاف صادق صاحب غیر مقلد کی دعوت یہ ہے کہ عشاء کے بعد آٹھ رکعت تراویح پڑھ کر خوب آرام سے سو جاؤ، یہ ہے غیر مقلدوں کی دعوت اور عمل بالسنہ کا انوکھا انداز۔

(۹) غیر مقلدین کی تراویح کے نام سے بھی جو نماز ہوتی ہے وہ بھی رسول اللہ کی صحیح حدیث کے خلاف ہوتی ہے۔[2] پس یہ تہجد سے بھی محروم ہوئے اور تراویح سے بھی محروم ہوئے بالکل شیعوں کی طرح کہ شیعوں کو بھی رمضان المبارک میں نہ تہجد کی نماز

---

(۱) اس لئے کہ تہجد کا وقت رمضان شریف میں غیر مقلدین کے مذہب کے مطابق اول شب ہو جاتا ہے اور تہجد کا نام بدل کر تراویح ہو جاتا ہے۔

(۲) اس کا بیان اوپر گزر چکا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی رکعتیں بہت طویل ہوا کرتی تھیں۔

Scanned by CamScanner

نصیب ہوتی ہے اور نہ تراویح پڑھنا ان کا مقدر ہوتا ہے، رمضان کی عبادت کے سلسلہ میں غیر مقلدین اور شیعوں میں یہ ہم آہنگی فی الحقیقت یہ ثمرہ ہے اسی کا کہ یہ دونوں فرقے صحابہ کرام کے بارے میں حسن اعتقاد نہیں رکھتے۔ ۲۰ رکعت تراویح کو شیعہ بھی بدعت کہتے ہیں اور غیر مقلدین بھی بدعت کہتے ہیں، اس لئے عذاباً دنکالاً دونوں فرقوں کو رمضان میں نماز تہجد اور نماز تراویح کی برکتوں وسعادتوں سے بالکل محروم کر دیا گیا، تراویح کے نام سے غیر مقلدین کا نماز ادا کرنا جیسا کہ عرض کیا گیا احادیث کی روشنی میں نہیں ہے، بلکہ انھوں نے اپنے طور پر ایک حدیث سے یہ لے کر اور ایک حدیث سے وہ لے کر اور کچھ اپنا اجتہاد شامل کر کے ایک عبادت گڑھ لی اور اسی کا نام تراویح رکھ رکھا ہے، اس تراویح کو دین اسلام کی مشروع تراویح سے کوئی نسبت نہیں ہے، اسلام میں مشروع تراویح تو وہ ہے جس کے بارے میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فانہ قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ فی قیام رمضان ویوتر بثلاث فرأی کثیر من العلماء ان ذلک ھو السنۃ لانہ اقامہ بین المھاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر۔

(فتاویٰ ص ۱۱۲ ج ۲۳)

پس یہ ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے، اسی لئے علماء کی ایک بڑی تعداد نے اسی کو سنت قرار دیا ہے، اسلئے کہ حضرت ابی بن کعب نے یہ بیس تراویح اور تین وتر مہاجرین اور انصار کے درمیان پڑھائی اور ان میں سے کسی نے بھی اس پر انکار نہیں کیا۔

امام ابن تیمیہ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ اگر بیس رکعت تراویح کا عمل خلاف سنت ہوتا یا بدعت ہوتا جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں تو یہ ناممکن تھا کہ مہاجرین وانصار کی آنکھوں کے سامنے مسجد نبوی میں یہ خلافِ سنت اور بدعت کام ہوتا رہتا اور صحابہ کرام اس کو خاموشی سے دیکھتے رہتے یعنی بیس رکعت تراویح پر ایک طرح سے

Scanned by CamScanner

مہاجرین وانصار اور تمام صحابہ کرام کا اجماع واتفاق تھا، اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ صحابہ کرام کسی غلط اور خلاف سنت کام پر اتفاق نہیں کر سکتے، پس تراویح کے باب میں صحابہ کرام کا بیس رکعت کو قبول کر لینا اس کے سنت ہونے کی اتنی بڑی دلیل ہے کہ بالفرض اگر اس کے مقابل کوئی دوسری صحیح حدیث ہو بھی (جو کہ قطعاً نہیں ہے) تو بھی صحابہ کرام کے اس اجماع واتفاق والی بات ہی قابل قبول ہوگی اور اس حدیث کا محل کچھ اور تلاش کرنا ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی آٹھ رکعت تراویح کا مذہب اختیار نہیں کیا ہے، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب بیس کا ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بیس رکعت کے ساتھ ساتھ اہل مکہ کے طواف بیت اللہ کی جگہ پر کچھ مزید رکعتوں کے پڑھنے کا ہے تاکہ اہل مکہ کے ساتھ ثواب میں اور عبادت میں یک گونہ برابری اور یکسانیت ہو جائے۔

(۱۰) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح حضرت عمرؓ کی ایجاد ہے اور اس کو بدعت عمری معاذ اللہ کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا کہ معاذ اللہ حضرت عمر یا صحابہ کرام کے سامنے آنحضورؐ کی واضح سنت موجود ہو اور وہ اس کے خلاف دین وشریعت میں کسی نئی بات کا اضافہ کریں اس قسم کی بات کوئی رافضی خبیث تو کہہ سکتا ہے مگر کوئی سنی اپنے منہ سے یہ بات نہیں نکالے گا، پس اب دو ہی شکل ہے یا تو حضرت عمر اور صحابہ کرام کے سامنے آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے تراویح کا کوئی متعین عدد نہیں تھا جیسا کہ بعض علماء کا یہی خیال ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ومن ظن قیام رمضان فیہ عدد موقت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزاد فیہ ولا ینقص منہ فقد اخطأ۔	یعنی جس کا یہ خیال ہے کہ تراویح کے بارے میں آنحضورؐ سے کوئی متعین مقدار ثابت ہے کہ اس میں کمی زیادتی نہیں ہو سکتی تو اس نے غلطی کی۔

Scanned by CamScanner

اور چونکہ ان حضرات کی تحقیق میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے تراویح کا کوئی متعین عدد ثابت نہیں ہے، اس وجہ سے اس باب میں حضرت عمرؓ کا عمل ہی سنت قرار پائے گا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بحیثیت خلیفہ راشد تراویح کی جس تعداد اور تراویح کی جس کیفیت کو اپنے حکم سے جاری فرمائیں گے، اس کا ماننا بحکم حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین واجب اور ضروری ہوگا اور اب حضرت عمرؓ ہی کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت قرار پائے گی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فمن تمسك بسنۃ الخلفاء الراشدین فقد اطاع اللہ و رسولہ۔ (فتاویٰ ج ۲۴ ص ۲۰۹)	یعنی جس نے خلفائے راشدین کی سنت کو تھاما، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔

پس تراویح کے باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ اور اس فیصلہ کو تمام مہاجرین و انصار کے اجماعی طور پر قبول کر لینے کے بعد بیس ہی رکعت تراویح، تراویح کی اصل سنت ہے، اور اب اس کا منکر بقول ابن تیمیہ، ضال، مبتدع بلکہ کافر ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

واما من تبینت لہ السنۃ فظن ان غیرھا خیرا منھا فھو ضال مبتدع بل کافر (فتاویٰ ص ۲۰۲)	یعنی اگر کسی کیلئے سنت واضح ہو چکی ہو پھر اس سنت کے علاوہ کسی دوسری بات کو بہتر سمجھے تو وہ ضال مبتدع بلکہ کافر ہے۔

غیر مقلدین حضرات ابن تیمیہ کے اس فتویٰ کی روشنی میں اپنا انجام سوچ لیں، اسلئے کہ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

(۱۱) یہ گفتگو تو اس مفروضہ پر ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کے علم میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی متعین عدد ثابت نہ ہو، مگر ہم اس مفروضہ کو صحیح نہیں سمجھتے اس لئے کہ یہ بات عقلاً بہت مستبعد ہے کہ آنحضورؐ نے صحابہ کرام کو رمضان میں تین راتیں تراویح پڑھائی ہو اور حضرات صحابہ کرام کو آنحضورؐ نے کتنی

Scanned by CamScanner

رکعتیں تراویح پڑھائی اس کا علم نہ ہو، اور پھر وہ از خود بیس رکعت تراویح پر اجماع بھی کرلیں اس لئے ہمارے نزدیک صحیح ترین بات یہ ہے کہ آنحضورؐ نے تراویح کی بیس رکعتیں ہی پڑھائی تھیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یصلی فے رمضان عشرین رکعۃ والوتر۔	کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں تراویح پڑھاتے تھے اور وتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

غیر مقلدین حضرات فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور اس کا راوی ابراہیم بن عثمان ضعیف ہے، چلئے ہم نے تسلیم کرلیا کہ سنداً روایت ضعیف ہے مگر سند میں کسی ضعیف راوی کے آجانے سے اصل متن کا ضعیف ہونا خصوصاً جب کہ صحابہ کرام کا اسی بیس پر اجماع بھی ثابت ہے کہاں سے ضروری ہوگیا کتنی روایتیں ہیں جن کی سند میں ضعیف ہیں مگر اس کا متن ثابت ہے اور اس پر اہل علم کا عمل ہے، مثلاً دیکھئے حدیث میں ہے لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی جو وضو پر بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا، یہ حدیث ضعیف ہے، اور وضو پر بسم اللہ پڑھنے کی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے، امام احمد فرماتے ہیں۔

وقال احمد لا اعلم فی ھذا الباب حدیثا اسنادہ جید، یعنی میرے علم میں اس بارے میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس کی سند عمدہ ہو، مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری فرماتے ہیں۔ کل ما روی فی ھذا الباب لیس بقوی یعنی اس بارے میں جتنی حدیثیں ہیں ان میں سے ایک بھی قوی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں۔

قلت لا شک فی ان ھذا الحدیث نص علی ان التسمیۃ رکن للوضوء او شرط لہ (تحفہ ص ۳۸ جلد ۱) یعنی میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی

Scanned by CamScanner

شک نہیں کہ یہ حدیث (جو کہ ضعیف ہے) اس بارے میں نص ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا یا وضو کا رکن ہے یا شرط ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب ضعیف حدیث سے وضو میں بسم اللہ پڑھنے کو رکن یا شرط بتلاتے ہیں، حالانکہ کسی چیز کی رکنیت یا اس کے شرط ہونے کو ثابت کرنے کیلئے عام اہل اصول کے یہاں حدیث کا کم از کم صحیح ہونا تو ضروری ہے۔ بہرحال عرض یہ کرنا ہے کہ حدیث کا سنداً ضعیف ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ فی الواقع وہ حدیث ضعیف ہی ہو اسی وجہ سے محدثین کو یہ قاعدہ مقرر کرنا پڑا کہ ان ضعف السند لایستلزم ضعف المتن یعنی سند کے ضعیف ہونے سے متن کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا۔ (۱)

پس اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن عباس والی حدیث جس میں بیس رکعت کا تذکرہ ہے وہ سنداً ضعیف بھی ہے تو بھی اس سے اصل متن کا انکار کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا بالخصوص اس شکل میں کہ اس بیس رکعت تراویح کا حضرت عمر نے حضرت ابی کو حکم بھی دیا اور تمام صحابہ کرام نے آپ کے اس حکم کو جیسا کہ ابن تیمیہ کے بیان سے معلوم ہوا بالاتفاق قبول بھی کر لیا، ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا باطل پر اتفاق کرنا محال ہے، اس لئے کہ ایک حقیقت پسند اس بات کو قبول کرنے میں ذرہ برابر بھی تأمل نہیں کرے گا کہ بیس ہی رکعت تراویح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل سنت ہے۔

آپ کے خط کا جواب اختصار کی ہزار کوشش کے باوجود بہت طویل ہو گیا، اب اخیر میں اس سلسلہ کی ایک آخری بات عرض کر کے اپنا قلم روکتا ہوں۔

(۱۲) مصنف ابن ابی شیبہ حدیث کی مشہور کتاب ہے، ابن ابی شیبہ امام بخاری سے مقدم اور ان کے استاد ہیں، انھوں نے اپنی اس مصنف میں تراویح کی تعداد کو

---

(۱) اس بارے میں مفصل گفتگو میری کتاب "غیر مقلدین کیلئے لمحۂ فکریہ" میں ہے، اہل شوق اس بحث کو اس کتاب میں ضرور مطالعہ کریں۔

Scanned by CamScanner

بتلانے کیلئے یہ باب باندھا ہے۔ باب کم یصلی فی رمضان یعنی اس کا بیان کہ تراویح کی کتنی رکعتیں پڑھی جائیں گی، ابن ابی شیبہ نے اس میں تیرہ حدیثیں ذکر کی ہیں، اور لطف یہ ہے کہ آٹھ رکعت والی کوئی حدیث ذکر نہیں کی ہے، دس حدیثیں وہ ذکر کی ہیں جن میں بیس رکعت تراویح کا بیان ہے، ایک حدیث میں چالیس رکعت اور سات وتر کا ذکر ہے، ایک حدیث میں چھتیس رکعت تراویح کا بیان ہے، اور ایک روایت میں اس کا ذکر ہے کہ سعید بن جبیر رمضان کی بیس راتوں میں چوبیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، اور جب وہ رمضان میں اعتکاف کے لئے بیٹھتے تو اٹھائیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، غرض کسی ایک روایت میں آٹھ رکعت تراویح کا ذکر نہیں ہے، اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ محدث ابن ابی شیبہ نے اس باب کا آغاز ہی بیس رکعت تراویح کے بیان سے کیا ہے، اور جب اس باب کو ختم کیا ہے تو بیس ہی رکعت کے بیان پر ختم کیا ہے اور آخری حدیث وہی حضرت عبداللہ بن عباس والی ذکر کی ہے جس کو غیر مقلدین ضعیف کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں۔

محدث ابن ابی شیبہ کے اس طرز عمل کو دیکھ کر ہر صاحب فہم کے لئے دو باتوں کا فیصلہ کرنا بڑا آسان ہو جاتا ہے، ایک یہ کہ محدث ابن ابی شیبہ کے زمانہ میں بیس ہی رکعت تراویح کا اصل چرچا تھا، آٹھ رکعت کا کہیں مذکور بھی نہیں تھا، دوسرے یہ کہ بیس رکعت والی حدیث ان کے نزدیک ضعیف ہونے کے باوجود تراویح کے باب میں اصل ہے اس لئے انھوں نے بیس رکعت والی حدیث سے اس باب کا آغاز بھی کیا اور بیس ہی والی حدیث پر اس باب کو ختم بھی کیا۔ والحمد للہ اولاً و آخراً۔

والسلام محمد ابوبکر غازی پوری

از بندہ نور الدین نور اللہ الاعظمی

مولانا غازی پوری مدظلہ کا تراویح کے باب میں محققانہ جواب ناظرین نے ملاحظہ کر لیا، چونکہ اس مسئلہ کو غیر مقلدین بار بار اٹھاتے ہیں اس وجہ سے بطور تتمہ چند باتیں

Scanned by CamScanner

مزید عرض کی جاتی ہیں

معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کی تہجد کی تعداد کو بیان کرنے والی بخاری میں صرف وہی حدیث نہیں ہے جس میں گیارہ کا ذکر ہے بلکہ حضرت عائشہؓ سے اور بھی روایتیں ہیں مثلاً ایک تو وہی جس میں تیرہ کا ذکر ہے، اور ایک روایت بخاری ہی کی یہ بھی ہے۔

عن مسروق قال سألت عائشة رضی اللہ عنہا عن صلوٰۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باللیل فقالت سبع وتسع واحدیٰ عشرۃ سوی رکعتی الفجر۔ (باب کم کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل)

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تہجد کی نماز کی رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ کبھی آپ سات رکعتیں (وتر کے ساتھ) پڑھتے کبھی نو رکعتیں (وتر کے ساتھ) پڑھتے اور کبھی گیارہ رکعتیں (وتر کے ساتھ) پڑھتے۔

اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی وتر کی رکعتیں مختلف ہوا کرتی تھیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت بھی وتر پڑھتے تھے تین بھی پانچ اور سات بھی، بلکہ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نو رکعت بھی وتر پڑھی ہے، وتر کی تعداد کے لیے صلوٰۃ الرسول صفحہ ۳۵۴ پر وتر کا بیان دیکھ لیا جائے) پس تہجد کی اصل جو بھی رکعت ہو چار، چھ، آٹھ، دس، بارہ، ان تمام اعداد کے ساتھ اگر وتر کی رکعتوں کی تعداد جو مختلف ہے شامل کی جائے تو آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی تعداد کی بہت سی شکلیں نکلیں گی۔ مثلاً یہاں صرف ایک مثال چار والی لیجئے، اگر چار میں ایک وتر کو شامل کریں تو تہجد کی پانچ رکعت[1] ہوگی، اگر چار میں وتر تین شامل کریں تو تہجد سات رکعت[2] ہوگی، اگر چار تہجد میں وتر کی پانچ رکعت شامل کریں تو تہجد کی پوری نماز نو رکعتیں[3] ہوں گی، اور اگر چار رکعت تہجد وتر سات شامل کریں تو گیارہ رکعت[4] ہوگی، اور اگر تہجد کی چار رکعت میں نو وتر کی شامل کریں تو تہجد کی تیرہ رکعت[5] ہوگی۔ اب دیکھئے صرف چار رکعت تہجد کے ساتھ جب وتر کی منقول تمام رکعتوں کو شامل کیا گیا تو آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned by CamScanner

کی نماز تہجد پڑھنے کی پانچ شکلیں پیدا ہوئی ہیں اور یہی پانچ شکلیں حضرت عائشہؓ کی آٹھ رکعت والی تہجد میں بھی نکلیں گی، اور یہی پانچ شکلیں ان کی اس حدیث میں بھی نکلیں گی جس میں تیرہ رکعت تہجد کا ذکر ہے، اور ان حدیثوں میں بھی یہی پانچ شکلیں نکلیں گی جس میں سات، تین اور گیارہ رکعت تہجد کا ذکر ہے، اور یہی پانچ شکلیں حضرت عبداللہ بن عباس کی اس حدیث میں بھی نکلیں گی جس میں بارہ رکعت کا ذکر ہے، اس طرح آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد پڑھنے کی تقریباً ۳۵ شکلیں پیدا ہوتی ہیں اور یہ تمام شکلیں بخاری شریف ہی کی احادیث کی روشنی میں ہیں۔

مگر کمال ہے عمل بالحدیث کے مدعیوں اور نعرہ لگانے والوں کا کہ ان تمام ۳۵ شکلوں میں سے اس دعوی کے باوجود کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے صرف تراویح کے لئے ایک شکل یا دو شکل کو اختیار کیا ہے اور وہ بھی صرف تعداد میں ان کی رعایت کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت تہجد و قیام باللیل کو تو ایسا فراموش کیا کہ گویا اس کا تذکرہ بخاری و مسلم کی کسی حدیث میں ہے ہی نہیں۔ شاباش اے جذبہ عمل بالحدیث النبوی۔

ایں کار از تو آید، مرداں چنیں کنند

ناظرین آپ کے ذہن میں یہ رہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نماز تہجد پورے سال پڑھا کرتے تھے البتہ یہ کہ رمضان میں اس کا اہتمام بہت بڑھ جاتا تھا، کبھی کبھی پوری رات جاگا کرتے تھے خصوصاً عشرۂ اخیر میں تو آپ عبادت کیلئے کمر کس لیتے تھے، اور یہ بدیہی بات ہے کہ جو عمل پورے سال ہوتا ہے اس میں یکسانیت کا ہونا عادتاً ناممکن ہے، کبھی طبیعت میں چستی ہوتی ہے تو آدمی زیادہ عمل کرتا ہے کبھی سستی کا غلبہ رہا یا اور کوئی وجہ ہوئی تو وہ کام مختصر ہو جاتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی بشر ہی تھے اور تمام بشری عوارض آپ کو بھی لاحق ہوتے تھے الا یہ کہ اللہ جس سے آپ کو محفوظ رکھے، تو اس وجہ سے یہ عین ممکن ہے ممکن ہی نہیں بلکہ یہی واقع تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی نوعیت اور اس کی رکعتوں کی تعداد حالات اور عوارض کی وجہ سے

Scanned by CamScanner

کم و بیش ہوتی رہتی تھی، اس لئے احادیث میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی تعداد بھی الگ الگ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کی کیفیت اور نوعیت بھی الگ الگ نقل کی گئی ہے، اس لئے تہجد والی احادیث میں کسی طرح کا کوئی تعارض نہیں ہے بخاری و مسلم کی ہر حدیث اپنی جگہ پر درست اور صحیح ہے، اور یہ تمام احادیث امت کیلئے نمونۂ عمل ہیں، جس طرح بھی نماز تہجد ادا کی جائے وہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی قرار پائے گی۔

نماز تہجد کا تعلق تراویح سے بالکل نہیں ہے، دونوں دو مستقل نمازیں ہیں چنانچہ بخاری شریف میں جہاں بطور خاص رمضان کا نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح کا بیان ہے جس کو آپ نے لوگوں کے ساتھ تین رات پڑھا تھا اس میں کسی تعداد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بخاری میں ہے۔

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلی ذات لیلۃ فی المسجد فصلی بصلاتہ ناس، ثم صلی القابلۃ فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ او الرابعۃ فلم یخرج الیھم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلما اصبح قال: قد رأیت الذی صنعتم ولم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم، وذالک فی رمضان۔ (بخاری)

یعنی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز (تراویح) پڑھی تو آپ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی شریک ہو گئے پھر دوسری رات بھی آپ نے تراویح پڑھی تو اور مجمع ہوا، پھر تیسری، چوتھی رات مزید مجمع ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف نہیں لائے اور صبح میں فرمایا کہ تمہارے شوق و ذوق کو میں نے دیکھا لیکن اس ڈر سے نہیں نکلا کہ تمہارے اوپر کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے، حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ رمضان میں پیش آیا۔

یہ فی الحقیقت تراویح کی نماز تھی اور اس میں کسی تعداد کا کوئی ذکر نہیں ہے،

Scanned by CamScanner

مگر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کی کوئی تعداد نہ ہو اور نہ عقل میں یہ بات آتی ہے کہ اس نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ شامل ہوئے ہوں بلکہ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ لوگوں کا ازدحام عظیم ہو گیا تھا، تو کیا حضرت عمرؓ ہی جو آپ سے قریب تھے اور آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے شب و روز کے ساتھی، یہ تصور میں آتا ہے کہ وہی اس مجمع میں نہ ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا ریب بیس ہی رکعت تراویح پڑھائی تھی ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام کے بیچ بیس رکعت والا فیصلہ نہ فرماتے اور لوگ بلا چون وچرا اس عدد کو خاموشی سے قبول نہ کر لیتے، یقیناً کوئی نہ کوئی آواز اس کے خلاف اٹھتی اور جب نہیں اٹھی اور بقول ابن تیمیہ اقامہ بین المہاجرین والانصار ولم ینکر منکر کہ حضرت عمر فاروق اعظم نے اس نماز کو مہاجرین و انصار کے بیچ قائم کیا اور اس بیس رکعت کے خلاف کسی نے آواز نہیں اٹھائی تو صحابہ کرام کا یہ بیس رکعت پر اجماع و اتفاق اس بات کی بین شہادت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کا یہی عدد ثابت ہے اور یہی مسنون ہے اور اس کا مخالف حدیثِ رسول، اجماع صحابہ اور حکم خلیفہ راشد کا منکر ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

ناظرین آپ اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ غیر مقلدین جس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ لا تسئل عن حسنھن وطولھن یعنی اس کے حسن وطول کے بارے میں مت پوچھو، یہ عبارت صاف بول رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آٹھ رکعتیں معمول سے بہت زیادہ طویل ہوتی تھیں، اور کتنی طویل ہوتی تھیں اس کا بیان مولانا غازی پوری صاحب کے جواب میں گزر چکا ہے کہ ایک ایک رات میں سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورۂ نسا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے، اور آپ کا رکوع اور سجدہ اور رکوع سے اٹھنے کے بعد کا قیام بھی اسی قدر طویل ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح کی آیت پر پہونچ کر تسبیح کرتے، سوال کی آیت پر پہنچ کر سوال کرتے

Scanned by CamScanner

اور تعوذ کی آیات پر پہونچ کر آپ صلے اللہ علیہ وسلم تعوذ کرتے، غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آٹھ رکعتیں بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ طویل ہوا کرتی تھیں اور اتنی طویل نماز آپ صلے اللہ علیہ وسلم امام ہو کر لوگوں کو نہیں پڑھا سکتے تھے، جب کہ آپ کا خود فرمان تھا کہ اذا صلّی احدکم للناس فلیخفف یعنی جو امامت کرے تو وہ ہلکی نماز پڑھے، اور اس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی تھی کہ امام کے پیچھے ضعیف کمزور، بیمار عورتیں بچے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود امام کو تخفیف صلوٰۃ کا حکم فرمائیں اور بہت طویل نماز پڑھانے کو امام کیلئے پسند نہ فرمائیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم خود اپنے اس فرمان اور ہدایت کے خلاف لوگوں کو امام بن کر اتنی طویل نماز پڑھائیں۔

اس لئے یہ واضح قرینہ ہے اور عقل کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک میں تین راتیں لوگوں کے ساتھ جو نمازیں پڑھی تھیں اور جنھیں ہم تراویح کہتے ہیں وہ قطعاً آٹھ رکعت نہیں تھی بلکہ اس کی تعداد آٹھ کے علاوہ تھی اور وہ وہی بیس کی تعداد تھی جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو حکم دیا تھا اور جو آپ کے عہد مبارک اور بعد میں بھی صحابہ کرام کے درمیان برابر پڑھی جاتی رہی اور جو حدیث عبداللہ بن عباس سے بھی ثابت ہے اگرچہ اس کی سند کمزور سہی سند کا کمزور ہونا حدیث کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہے جب کہ اس کمزور سند والی حدیث کی تائید خیر القرون و مابعد ہا کے تعامل سے بھی ہو رہی ہو، غیر مقلدین نے ضعیف حدیث کو ہوا بنا لیا ہے کہ اس پر عمل کرنا جائز ہی نہیں ہے یہ بھی ان کا چودہویں صدی کا اجتہاد ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں باب قائم کرتے ہیں الکفن من جمیع المال یعنی کفن میں جو کچھ خرچ ہوگا وہ مرنے والے کے تمام مال میں سے ہوگا، اور اس سلسلہ میں بخاری نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے، اس بارے میں صحیح حدیث کوئی نہیں ہے۔ (۱)

حاشیہ اگلے صفحہ پر

Scanned by CamScanner

پس جو اس اقتداء کو بدعت قرار دے یا سنت نہ مانے وہ فی الاصل بہت بڑے جرم کا مرتکب ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ اگر ایسے لوگوں کی ہدایت نہ فرمائے تو ان کا انجام بہت خطرناک ہے۔

اندکے باتو گویم دگرنہ سخن بسیار است

---

(۱) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کان المصنف راعی لفظ حدیث مرفوع ورد بھذا اللفظ، یعنی بخاری نے ترجمہ میں مرفوع حدیث کی رعایت کی ہے جو اس لفظ سے (یعنی الکفن من جمیع المال سے) مروی ہے، پھر فرماتے ہیں واسنادہ ضعیف یعنی اس کی سند ضعیف ہے، اور ابن ابی حاتم نے اس کو اپنی العلل میں نقل کیا ہے اور وہ اپنے باپ ابو حاتم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے، اور اسی کمزور اور منکر حدیث پر امام بخاری نے ہی نہیں بلکہ تمام اہل علم نے اس مسئلہ کی بنیاد رکھی ہے، ابن حجر فرماتے ہیں، اس کے قائل تمام اہل علم ہیں۔ (فتح الباری ج۳ ص۱۴۱)

Scanned by CamScanner

قربانی کے تین دن یا چار دن

ہمارے ایک کرم فرمانے مالیگاؤں سے خط لکھا کہ یہاں بقرعید کے موقع پر ایام قربانی کے بارے میں غیر مقلدین حضرات اس کا پروپیگنڈہ کر کے عوام کو ورغلاتے ہیں کہ حنفیہ جو صرف تین روز قربانی کرتے ہیں وہ حدیث کے خلاف ہے، حدیث میں قربانی کے ایام چار روز ہیں، پھر انھوں نے حکم فرمایا کہ اس بارے میں "زاہزم" میں کچھ لکھا جائے۔

ہمارے غیر مقلدین کرم فرماؤں کی احناف پر اتنی کرم فرمائیاں ہیں کہ ان کی کس کس بات کا جواب دیا جائے۔ تقلید ان کے یہاں شرک ہے، مقلدین مشرک ہیں، مشرکین سے قدم قدم پر یہ سوال کرنا کہ اپنے عمل کی کتاب و سنت سے دلیل پیش کرو، ہماری سمجھ میں تو بالکل نہیں آتا، غیر مقلدوں کو پہلے احناف سے یہ مطالبہ کرنا چاہئے کہ تم اپنا ایمان درست کرو، مسلمان ہو جاؤ، توحید اختیار کرو، پھر ہم دیکھیں گے کہ تمہارا عمل کتاب و سنت کے مطابق ہے کہ نہیں، مشرکین سے کتاب و سنت کی دلیل کا مطالبہ کرنا عقلاً و نقلاً بالکل نادرست ہے اور صرف احناف ہی کیوں؟ آج کل کے غیر مقلدین جو سلفیت کے نشے سے بدمست ہیں اپنے سوا تمام مسلمانوں کو ایک ہی چھری سے ذبح کر رہے ہیں، مشرک بدعتی، قبر پرست سارے مسلمان صرف زہاد کا یہی طبقہ خالص موحد اور اہلسنت والجماعت ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا عاشق ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے، ایک سلفی پاکستانی محقق کی یہ تحقیق ملاحظہ فرمائیے، فرماتے ہیں:

ان کثیرا ممن ینتمون — مذاہب اربعہ یعنی حنفیہ شافعیہ مالکیہ

Scanned by CamScanner

الی المذاهب الاربعة من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة قبورية - (جهود علماء الحنفية ص ۴۱۹)

اور حنابلہ میں بہت سے لوگ بلکہ ان کی اکثریت قبر پرست ہے۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

وهؤلاء القبورية المنتسبة الى الائمة الاربعة فرق والوان وصنوف وافنان وهم اكثر من اهل التوحيد تكتظ بهم البلاد والبلدان - (ایضاً ص ۴۲)

اور یہ قبر پرست لوگ جو ائمہ اربعہ کی طرف منسوب ہیں ان کے مختلف فرقے مختلف رنگ اور ان کی مختلف قسمیں ہیں انکی تعداد موحدین سے زیادہ ہے شہر کے شہر اور ملک کے ملک ان سے بھرے ہیں۔

اور ان قبوریوں اور قبر پرستوں کے بارے میں انہی غیر مقلد سلفی موحد صاحب کا فیصلہ یہ ہے کہ:

ان القبورية فرقة مشركة وثنية - (ایضاً ص ۴۲۸)

ان قبر پرستوں کا فرقہ مشرکین اور صنم پرستوں کا فرقہ ہے۔

جب یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ سلفیوں اور غیر مقلدین کے علاوہ تمام مسلمان یا کم از کم مسلمانوں کی اکثریت صنم پرست اور مشرک ہی ہے تو آخر ان مشرکین کو موحد اور مسلمان بنانے سے پہلے ان سے ان کے عمل کی دلیل کتاب و سنت سے مانگنا کس عقل سلیم کا تقاضا ہے۔

سلفیت کے نام سے خارجیت نے نیا جنم لیا ہے، خوارج نے اپنے سوا تمام مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر کے دم لیا تھا اور آج یہی سلفی نام کے خوارج کر رہے ہیں کہ ان کے سوا بقیہ تمام مسلمان ایمان و اسلام سے خارج ہیں۔

اس ابتدائی گذارش کے بعد اصل مسئلہ کے بارے میں رفع اشتباہ کے لئے درج ذیل

Scanned by CamScanner

سطور ملاحظہ ہوں ۔

قربانی کے کتنے ایام ہیں یہ مسئلہ تو الگ ہے، ہمارے تو یہی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ غیر مقلدین آخر قربانی ہی کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ قربانی کی فضیلت کے سلسلہ میں ان کے اکابر علماء کے بقول کوئی صحیح حدیث ہی نہیں ہے، اور غیر صحیح حدیث پر عمل کرنا غیر مقلدین الموسوم باہل حدیث کا شیوہ وشعار نہیں، یہ بیچارے تو صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں، غیر صحیح حدیث پر عمل کرنا تو مقلدین کا کام ہے ۔

مشہور غیر مقلد عالم اور محدث مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں :

قال ابن العربی فی شرح الترمذی لیس فی فضل الاضحیۃ احادیث صحیحۃ قلت الامر کما قال ابن العربی ۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۳۵۳ ج ۲)

یعنی ابن عربی نے شرح ترمذی میں فرمایا ہے کہ قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے ۔ میں کہتا ہوں (یعنی مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں) کہ بات وہی ہے جو ابن عربی نے کہی ۔

جب بات وہی ہے جو ابن عربی نے فرمائی یعنی قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، تو غیر مقلدین کے یہاں قربانی کا عمل یقیناً باعث تعجب ہے ۔ پس اولاً تو غیر مقلدین یہ بتلائیں کہ وہ قربانی کیوں کرتے ہیں جب کہ اس کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، ثانیاً یہ بتلائیں کہ غیر صحیح حدیث پر عمل کرنے کے جواز کے بارے میں کون سی صحیح حدیث ہے، قربانی کی فضیلت کے بارے میں آپ کے اکابر یہ صراحت کر رہے ہیں کہ اس کی بابت کوئی صحیح حدیث نہیں ہے لیکن قربانی کا عمل آپ کے یہاں عملاً متوارث ہے، اس عمل کی بنیاد جب صحیح حدیث نہیں ہے تو یقیناً آپ کا عمل غیر صحیح حدیث پر ہے، اب آپ بتلائیں کہ غیر صحیح حدیث پر عمل کرنے کے جواز کو بتلانیوالی کون سی صحیح حدیث آپ کے پاس ہے اور وہ کس کتاب میں ہے؟

رہی یہ بات کہ مقلدین احناف کے یہاں جو قربانی کے صرف تین دن ہیں ان کا یہ

Scanned by CamScanner

عمل حدیث کے خلاف ہے۔

تو صرف احناف ہی پر یہ نظر کرم کیوں؟ کیا تین روز قربانی کا مسئلہ صرف احناف کا ہے یا یہی مذہب جمہور کا بھی ہے؟ صحیح حدیث کے خلاف عمل کرنے کا طعنہ آخر جمہور کو کیوں نہیں دیا جاتا ہے صرف احناف ہی کے ساتھ یہ لطف و محبت کا معاملہ کیوں؟ امام احمد اور امام مالک کے یہاں تین روز قربانی ہے یا چار روز کیا غیر مقلدین کو اس کا علم نہیں ہے؟ حضرت عمر فاروق حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس اور بہت سے صحابہ کرام کا عمل تین روز قربانی کا تھا یا چار روز؟ ان صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کیا فیصلہ فرمائیں گے کیا وہ خلاف سنت قربانی کرتے تھے؟

ناظرین آپ کو یہ جان کر یقیناً حیرت ہوگی کہ قربانی کے ایام کے بارے میں جو مذہب احناف کا ہے وہی چاروں ائمہ میں سے امام مالک کا بھی ہے اور یہی مذہب امام احمد بن حنبل کا بھی ہے، اور صحابہ کرام میں سے یہی مذہب حضرت عمرؓ کا بھی ہے اور یہی مذہب حضرت علیؓ کا بھی ہے اور یہی مذہب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بھی ہے اور یہی مذہب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی ہے اور یہی مذہب حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ کا بھی ہے۔

یعنی اگر ائمہ متبوعین کو دیکھا جائے تو تین امام ایک طرف ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام مالک حضرت امام احمد بن حنبل ان تینوں ائمہ فقہ و حدیث کا مذہب یہی ہے کہ قربانی کے ایام صرف تین دن ہیں، بقر عید کا دن اور دو دن اس کے بعد، اور صحابہ کرام کو دیکھا جائے تو یہی مذہب ان اجلہ صحابہ کرام کا ہے جن کا ذکر اوپر ہوا۔

اگر قربانی صرف تین دن کرنا حدیث کے خلاف ہے تو نگاہ کرم صرف احناف ہی کی طرف کیوں اٹھتی ہے، آخر دوسروں کا نام لیتے ہوئے شرم کیوں آتی ہے، غیر مقلدین میں ہمت ہے تو کہیں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ ان تمام

Scanned by CamScanner

اسلافِ امت کا عمل حدیث کے خلاف ہے۔

المغنی لابن قدامہ حنبلی مذہب کی مشہور کتاب ہے اور "والدنا"[1] شیخ ابن باز کے زیر اہتمام ریاض کے دارالافتاء سے شائع ہوئی ہے، اس میں قربانی کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

ایام النحر ثلاثة یوم العید یومان بعدہ وھذا قول عمر وعلی وابن عمر وابن عباس وابی ھریرۃ وانس، قال احمد ایام النحر ثلاثة عن غیر واحد من اصحاب	یعنی قربانی کے تین دن ہیں، عید کا دن، اور دو دن اس کے بعد کے، اور یہی قول حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بھی ہے

---

(۱) غیر مقلدین شیخ ابن باز کو جو اپنے زمانہ میں سعودیہ کی سب سے بڑی دینی شخصیت سمجھے جاتے تھے اور جن کا توصیہ حاصل ہو جانے کے بعد پورے سعودیہ میں بڑی آسانی سے چندہ کیا جا سکتا تھا غایت محبت سے، والدنا "یعنی ہمارے والد صاحب کہہ کر مخاطب کرتے ہیں، میں نے ایک جگہ سگے باپ کے علاوہ لفظ والد کے استعمال پر اعتراض کیا تھا کہ کتاب وسنت سے سگے باپ کے علاوہ کسی کے لئے لفظ والد کا استعمال ہمیں نہیں ملتا، اسلئے اس کا استعمال باپ کے علاوہ کسی غیر کیلئے جائز نہیں، ابن باز کیلئے بھی اس کا استعمال جائز نہ ہوگا خواہ چندہ ملے یا نہ ملے، تو اس پر ایک ڈاکٹر صاحب جواباً فرماتے ہیں، دیکھو حدیث میں آتا ہے انا لکم مثل الوالد مگر یہ جواب جیسا ہے وہ ظاہر ہے یہاں حضورؐ یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ میں تمہارا والد ہوں بلکہ آپ یہ فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے لئے تمہارے والد کے مثل ہوں، اور آنحضورؐ کا یہ فرمانا اپنی جگہ بالکل درست ہے، میرے اعتراض کا یہ جواب نہیں، کتاب وسنت کے علاوہ عرب کے کلام میں اس لفظ والد کا استعمال غیر باپ کے لئے ہمیں نہیں ملا، نہ مجازاً نہ حقیقۃً، میرا مشورہ ہے کہ غیر مقلدین اس لفظ والدنا کا استعمال ابن باز کے لئے ترک کر دیں۔

Scanned by CamScanner

النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ وھو قول مالك والثوری وابی حنیفۃ (المغنی ج ۸ ص ۹۳۸)

حضرت امام احمد نے کہا کہ قربانی کے تین دن ہیں اور یہی بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے اور یہی قول امام مالک امام ثوری اور امام ابوحنیفہ کا بھی ہے۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ چاروں ائمہ میں سے تین اماموں کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے ایام صرف تین ہیں، صرف امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ قربانی چار روز کی جائیگی مگر غیر مقلدین اپنی عادت کے مطابق جمہور کے خلاف مذہب اختیار کرنے کے باوجود جری اتنے ہیں کہ ان ائمہ ثلاثہ بلکہ صحابہ کرام کے عمل کو بھی حدیث کے خلاف بتلا رہے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر مشہور مالکی حافظ حدیث، محدث فقیہ ہیں، مذہب مالکی میں ان کی مشہور کتاب کا نام الکافی ہے یہ کتاب بھی۔ والدنا شیخ ابن باز کے دارالافتاء ریاض سے شائع ہو کر مفت تقسیم ہوئی ہے، اس کتاب میں ایام نحر کے بارے میں لکھا ہے۔

ایام الذبح یوم النحر ویومان بعدہ ..... ولا یضحی فی الیوم الرابع۔ (ص ۴۲۳ ج ۱)

یعنی قربانی کے دن قربانی والا یعنی عید کا دن ہے اور دو دن اس کے بعد ہیں، اور چوتھے روز قربانی نہیں کی جائے گی۔

دیکھا آپ نے، امام احمد اور امام مالک کا مذہب بھی قربانی کے دن کے سلسلہ میں وہی ہے جو امام ابوحنیفہ کا ہے، مگر غیر مقلدین کرم فرما صرف احناف کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کا مذہب حدیث کے خلاف ہے، امام احمد اور امام مالک کے خلاف یہ گونگے بنے رہتے ہیں۔

قربانی کے صرف تین دن ہیں المغنی میں اس کی جو دلیل ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے، فرماتے ہیں:

ولنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned by CamScanner

نهی عن ادخار لحوم الاضاحی فوق ثلاث ولا یجوز الذبح فی وقت لا یجوز ادخار الاضحیة الیه ولان یوم الرابع لا یجب الرمی فیه فلم تجز التضحیة فیه کالذی بعده ولانه قول من سمینا من الصحابة ولا مخالف لهم الا روایة عن علی وقد روی عنه مثل مذهبنا

(ایضا)

نے تین روز سے زیادہ قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا تھا پس اس روز قربانی نہیں جائز ہوگی جس دن میں گوشت کے ذخیرہ کرنے کی ممانعت کی گئی تھی۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ چوتھے دن رمی کرنا ضروری نہیں ہے پس اس دن قربانی بھی جائز نہ ہوگی جیسے اس کے بعد کے دنوں میں، تیسری دلیل یہ ہے کہ یہی مذہب ان صحابہ کرام کا بھی ہے جن کا اوپر ہم نے نام لیا ہے۔ اور ان کا کوئی مخالف نہیں ہے سوائے حضرت علی کی ایک روایت کے، ان کی ایک دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے۔

قربانی تین ہی روز ہے اس بارے میں حضرت امام احمد کے دلائل آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ اور جیسا کہ معلوم ہوا یہی مذہب امام مالک کا بھی ہے، امام مالک کے دلائل بھی یہی ہیں، نیز مؤطا میں امام مالک صحیح سند سے نقل کرتے ہیں۔

عن نافع ان ابن عمر قال الاضاحی یومان بعد یوم الاضحیٰ وقال وبلغنی عن علی بن ابی طالب مثله

یعنی نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ عید کے دن کے بعد قربانی کے دو دن ہیں، امام مالک نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی بات مجھے پہونچی ہے۔

میں نے یہاں حضرت امام ابوحنیفہ کے دلائل اس کے سوا مزید اور کیا ہیں ان سے تعرض نہیں کیا ہے اس لئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات پہلے امام مالک اور امام احمد بن حنبل سے نمٹ لیں، اس کے بعد ہی احناف کے بارے میں مخالف حدیث مذہب اختیار کرنے کا فیصلہ فرمائیں جب ہم بھی انشاء اللہ کچھ عرض کریں گے۔

Scanned by CamScanner

البتہ جن احادیث سے غیر مقلدین حضرات قربانی کے چار روز ہونے پر استدلال کرتے ہیں اس پر ایک نگاہ ڈال لی جائے تاکہ غیر مقلدین کے دلائل کا وزن بھی معلوم ہو جائے۔

معلوم ہے کہ غیر مقلدین حضرات عام طور پر جمہور کے خلاف مذہب اختیار کرنے میں ابن قیم و ابن تیمیہ کے مقلد ہوتے ہیں، یعنی ائمہ اربعہ کی تقلید کا انکار یہ کرتے ہیں مگر عام طور پر ان مسائل میں جن میں ابن قیم و ابن تیمیہ کی رائے جمہور کے خلاف ہوتی ہے غیر مقلدین دلائل و مسائل میں انہی کی پیروی کرتے ہیں، اور ان کا سارا میٹریل و مسالہ انھیں دونوں کی تحقیقات و دلائل ہوتے ہیں، ابن قیم نے زاد المعاد میں قربانی کے چار دن ہونے پر جو نقلی دلائل پیش کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

آنحضورؐ کا ارشاد حضرت جبیر بن مطعم نقل فرماتے ہیں۔

کل ایام التشریق ذبح (صبہ ۳۱۸/۲ ج) — یعنی ایام تشریق سب کے سب ایام ذبح ہیں (۱)

غیر مقلدین حضرات کا استدلال اس حدیث سے درج ذیل وجوہ سے باطل ہے اس لئے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، خود ابن قیم فرماتے ہیں۔

الحدیث منقطع لا یثبت وصلہ۔ (زاد المعاد ص ۳۱۸ ج ۲) — یعنی حدیث منقطع ہے، آنحضورؐ تک اس کا موصول ہونا ثابت نہیں ہے۔

غیر مقلدین حضرات دوسروں سے صحیح حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن خود ان کے حرم میں ہر طرح کی گنجائش ہے، صحیح و غیر صحیح جس طرح کی حدیث سے چاہیں استدلال کریں، بہر حال یہ حدیث صحیح نہیں ہے، ابن قیم کی تصریح آپ کے سامنے ہے۔

---

(۱) ایام تشریق ان دنوں کو کہتے ہیں جن میں فرض نماز کے بعد زور سے تکبیر کہی جاتی ہے، یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرہ تاریخ کی عصر کے وقت تک کا دن۔

Scanned by CamScanner

دوسرے یہ کہ اس حدیث ہی سے استدلال کرنا ہے تو پھر ان کو پوری حدیث پر عمل کرنا چاہیئے، اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایام تشریق قربانی کے دن ہیں، اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ ایام تشریق ذی الحجہ کی نویں تاریخ ہی سے شروع ہو جاتے ہیں، پس اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ نویں تاریخ ہی سے قربانی شروع ہو مگر ہمیں ایک غیر مقلد نظر نہیں آتا جو نو تاریخ کو بھی قربانی کرتا ہو، سوال یہ ہے کہ اس حدیث پر عمل کرنے والا یہ طریقہ آدھا تیتر آدھا بٹیر، غیر مقلدوں نے کیوں اختیار کیا ہے۔ نو تاریخ کو اس حدیث کی روشنی میں وہ قربانی کیوں نہیں کرتے ہیں۔

غرض اولاً تو یہ حدیث منقطع اور ضعیف ہے قابل استدلال نہیں دوسرے یہ کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذی الحجہ کی نو تاریخ بھی قربانی کا دن ہے، اور غیر مقلدین کا خود اس پر عمل نہیں پس حدیث دوسروں کے لئے کیسے حجت ہو سکے گی۔ غیر مقلدین کا دوسرا استدلال حضرت علیؓ کا یہ اثر ہے، آپ کا ارشاد ہے۔

ایام النحر یوم الاضحیٰ وثلاثۃ ایام بعدہ (ایضاً ص ۲۱۹ ج ۲)	یعنی قربانی کے چار روز ہیں ایک روز عید کا اور تین روز اس کے بعد کے

تو اس سلسلہ میں پہلی گذارش یہ ہے کہ حضرت علیؓ صحابی ہیں اور صحابی کا قول غیر مقلدین کے یہاں حجت نہیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

وقول الصحابی لا تقوم بہ حجۃ (الروضۃ الندیۃ ص ۱۴۱ ج ۱)	یعنی صحابی کے قول سے حجت نہیں قائم ہوتی ہے۔

تو جب صحابی کے قول سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی ہے اور معرض استدلال میں صحابی کا قول غیر مقلدین کے یہاں مردود ہے تو پھر حضرت علیؓ کے اس قول کو دلیل بنانا کیسے جائز ہوگا۔؟

دوسرے یہ کہ جیسا کہ المغنی اور مؤطا امام مالک کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی

Scanned by CamScanner

رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روایت ہے، ایک یہ کہ قربانی کے ایام تین ہیں اور دوسری یہ کہ قربانی کے ایام چار ہیں، تو ان دونوں روایتوں میں سے چار والی روایت کو اختیار کرنے کی کوئی مضبوط دلیل ہونی چاہیئے، اور وہ دلیل غیر مقلدین کے پاس نہیں ہے، البتہ تین دن والی روایت کو ترجیح اس لئے حاصل ہوگی کہ جیسا کہ المغنی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذہب قربانی کے بارے میں تین دن کا تھا، تو وہ حدیث جو قول و فعل دونوں کے مطابق ہو اس کی ترجیح بالکل ظاہر ہے اس کو چھوڑ کر دوسری روایت کو اختیار کرنا عقل کے بالکل خلاف ہے، ان دونوں حدیث کے علاوہ کوئی اور صحیح حدیث اس بارے میں نہیں ہے جن سے غیر مقلدین کا استدلال درست ہو، اور ان دونوں حدیث کا حال معلوم ہو چکا کہ یہ قطعاً غیر مقلدین کے اصول پر قابلِ استدلال نہیں ہیں۔

مگر تعجب ہے کہ غیر مقلدین اپنی کل اس جمع پونجی پر ایسے نازاں ہیں کہ جمہور ائمہ دین و صحابہ کرام کے عمل کو خلافِ سنت بتلاتے ہیں، اور جو مذہب اہل اسلام کی اکثریت کا ہے اس کو وہ غلط کہتے ہیں۔ افسوس کہ اس بے راہ روی کے باوجود بھی ان کا دعویٰ یہی ہے کہ کتاب و سنت پر عمل کرنے والے صرف وہی ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل کا یہ فرمان بھی ناظرین اپنے ذہن میں رکھیں، وہ فرماتے ہیں:

ایام الاضحیٰ التی اجمع علیھا	یعنی قربانی کے ایام جن پر اجماع ہے
ثلاثۃ ایام (المغنی ص ۹۳۸ ج ۸)	تین دن ہیں۔

غیر مقلدین سے تو خیر انصاف کی توقع نہیں کی جا سکتی مگر عام ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ امام احمد کے اس ارشاد کی روشنی میں اور گزشتہ کی اب تک کی باتوں سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان لوگوں کا مذہب زیادہ قوی اور مضبوط ہے جن کا قول قربانی کے صرف تین روز کا ہے، چار روز والا مذہب دلائل کے لحاظ سے بھی قوی نہیں نیز اس میں احتیاط کا وہ پہلو بھی نہیں جو تین روز والے مذہب میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اجلہ صحابہ کرام

Scanned by CamScanner

کا بھی مسلک یہی تھا کہ وہ صرف تین روز قربانی کے قائل تھے جیسا کہ گزشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے۔

اب اخیر میں ایک بات جو غیر مقلدین حضرات سے پوچھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ اس مضمون کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے اکابر علماء کو تسلیم ہے کہ قربانی کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے مگر غیر مقلدین اس کے باوجود قربانی کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چار روز قربانی کے بارے میں بھی آنحضورؐ سے کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے لیکن غیر مقلدین حضرات چار روز قربانی ہی کو قربانی کی اصل سنت سمجھتے ہیں، لیکن اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث بخاری میں موجود ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم جہاں دوگانہ ادا کرتے تھے وہیں (جس کو مصلیٰ کہا جاتا ہے) قربانی بھی کرتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بخاری کی اس صحیح حدیث پر غیر مقلدین کا عمل نہیں اور یہ لوگ عیدگاہ کے بجائے اپنے گھروں میں قربانی کرتے ہیں، بخاری کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے اور وہ یہ ہے۔

عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذبح وینحر بالمصلیٰ ـــ رواہ البخاری (مشکوٰۃ)	یعنی حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوگانہ ادا کرنے کی جگہ قربانی کیا کرتے تھے۔

ضعیف احادیث پر عمل کرنے کے لئے وہ شور اشوری اور اس صحیح حدیث سے آنکھ بند کر لینے کا مجرمانہ عمل غیر مقلدین نے کیوں اختیار کیا ہے؟ کیا غیر مقلدین حضرات اس کا کوئی معقول جواب دیں گے؟۔

Scanned by CamScanner

امامت کا حقدار کون

اِقرأ یا اَعلَم!

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

ترجمان پابندی وقت سے مل رہا ہے، خدا کا شکر ہے اس کا ہر شمارہ ایک نئی آن بان سے جلوہ افروز ہوتا ہے۔ غیر مقلدیت کی حقیقت سے اب تک ہمارے بہت سے بھائی بے خبر تھے، زمزم کے شماروں سے ہمیں بہت آگاہی ملی، آپ کی کتابوں سے غیر مقلدین پریشان ہیں، اب ان کا مشغلہ سب وشتم رہ گیا ہے۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث دہلی سے شائع ہونے والے جریدہ "ترجمان اہلحدیث" میں آپ کے خلاف مختلف حضرات کے مسلسل مضامین آرہے ہیں۔ ایک مضمون "تقلید کے برگ وبار" کے عنوان سے قسط وار آرہا ہے، مضمون نگار کوئی نومشق معلوم ہوتے ہیں زبان بڑی تیز اور طرز نگارش بہت دل آزار، موصوف آتش زیر پا۔

آٹھویں قسط (۲۰ نومبر ۱۹۹۸ء) میں امامت کے مسئلہ پر بحث ہے، موصوف کا فرمان ہے کہ حدیث میں اقرأ کو پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے، اور فقہ حنفی میں حدیث کی ترتیب کے خلاف اعلم بالسنۃ کو پہلے رکھا گیا ہے، نیز ثم الاکبر راسًا والاصغر عضوًا کا مسئلہ بھی درمختار میں ہے، اس کی تشریح اتنے پھوہڑ انداز میں کی ہے کہ اس کو نقل نہیں کیا جاسکتا، باتیں تو اور بھی بہت کچھ ہیں مگر ان میں اہم یہ دو باتیں ہیں، براہ کرم آپ ان دونوں باتوں کی اپنے قلم سے وضاحت فرمادیں۔ بعض حضرات کو بطور خاص انھیں دو باتوں میں خلجان ہے۔

Scanned by CamScanner

آپ کے جواب سے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ والسلام

خادم انیس الرحمٰن کریم نگر آندھرا پردیش

زمزم !

ترجمان اہلحدیث ہمارے پاس نہیں آتا ہے، کبھی مئو کبھی دہلی میں اس کی زیارت ہوجاتی ہے، غازی پور میں ایک صاحب منگواتے ہیں کبھی وہ کرم فرماتے ہیں تو اس سے قلب ونظر کو سرور حاصل ہوتا ہے، آپ کا خط پاکر میں نے یہ شمارہ حاصل کیا اور دیکھا مضمون نگار کے بارے میں آپ کا تاثر درست ہے، بیچارے نومشقے ہی ہیں۔ مطالعہ محدود فکر سطحی، ذہن آلودہ، قلب مریض، قلم بے باک یعنی موصوف مضمون نگار میں وہ تمام صفات ہیں جو سلفیت زدہ غیر مقلدیت کا خاصہ بن گیا ہے۔

زمزم کی یہ پالیسی نہیں ہے کہ ہر شخص کو منہ لگایا جائے اور ہر مخالف تحریر کا جواب دیا جائے، آپ کے مکتوب میں ذکر کردہ ان دو مسئلوں کے بارے میں آپ اور آپ کے رفقاء کے اطمینان کی خاطر سطور درج ذیل پیش خدمت ہیں۔

امامت میں اعلم کو مقدم کیا جائے یا اقرأ کو سلف دونوں طرف گئے ہیں، ائمہ فقہ وحدیث میں جو مذہب حنفیہ کا ہے، یعنی مجرد اقرأ کے مقابلہ میں اعلم باحکام الشرع کو امامت کیلئے مقدم کیا جائیگا۔ یہی مذہب امام شافعی اور امام مالک کا بھی ہے فتح الباری میں ہے۔

قال النووی قال اصحابنا الافقہ مقدم علی الاقرأ۔ (ص ۱۷۱ ج ۲)

یعنی امام نووی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا کہنا یہ ہے کہ عالم شریعت کو اقرأ پر مقدم کیا جائے گا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے الکافی مالکیہ کی مشہور کتاب ہے اس کی جلد اول ص ۲۱۰ میں اس کی تصریح ہے اور جو مذہب ان تینوں ائمہ کرام یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا ہے یہی مذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا

Scanned by CamScanner

بھی ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فاذا کان الرجلان من اهل الدیانة فایهما کان اعلم بالکتاب والسنة وجب تقدیمه علی الآخر متعینا۔

یعنی اگر دو آدمی ہوں اور دونوں دیندار ہوں تو ان میں سے کتاب وسنت کے واقف کار کو مقدم کرنا متعین طور پر واجب ہے۔

(فتاویٰ ص ۲۴۱/۲۳۶)

اور جو مذہب ائمہ ثلاثہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ہے، وہی مذہب حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، امام بخاری بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

باب اهل العلم والفضل احق بالامامة (بخاری)

یعنی اس کا بیان کہ علم وفضل والے امامت کے زیادہ حقدار ہیں۔

اب اگر غیر مقلدین میں عدل پرستی وجرأت وہمت ہے تو اس مسئلہ کو لے کر وہ فقہ حنفی کے خلاف جتنی فحش کلامی کرتے ہیں وہ تمام بدکلامیاں حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حضرت امام بخاری رحمہم اللہ کے خلاف کرکے دکھلائیں اور ان تمام اسلاف کرام کو حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا مخالف گردانیں۔

آپ کے مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں:

"حدیث رسول میں قرآن کے قاری کو اول درجہ دیا گیا ہے لیکن فقہ حنفی میں یہ کہا جارہا ہے کہ امامت کا مستحق وہ ہے جو نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو"

اگر مضمون نگار کا مطالعہ وسیع ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ یہ صرف فقہ حنفی ہی کی بات نہیں ہے بلکہ یہی جمہور ائمہ فقہ وحدیث اور امام بخاری اور امام ابن تیمیہ کا مذہب ہے، اس لئے وہ فقہ حنفی کے خلاف بدزبانی کرنے کے بجائے پہلے امام مالک، امام شافعی، امام بخاری اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں فیصلہ فرمائیں کہ ان کا مذہب حدیث کے خلاف ہے یا حدیث کے موافق۔

Scanned by CamScanner

مضمون نگار صاحب اِقرأ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"جسے قرآن پڑھنے کا علم زیادہ ہوگا یا قرآن زیادہ یاد ہوگا اسے امامت کیلئے منتخب کیا جائے گا پھر جو عالم دین ہوگا وہ امامت کا حقدار ہوگا"

اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ اِقرأ کی یہ تفسیر کتاب وسنت کی روشنی میں ہے یا موصوف کی اپنی رائے ہے، اگر کتاب وسنت کی روشنی میں یہ تفسیر ہے تو اس کا حوالہ دیں اور اگر یہ ان کی یا کسی اور کی رائے ہے تو حدیث کے کسی لفظ کا اپنی رائے سے مطلب بیان کرنا غیر مقلدین کے نزدیک کہاں سے جائز ہوگیا ہے، دین میں رائے سے کوئی بات کہنا تو غیر مقلدین کے نزدیک حرام ہے، یہ کام تو مقلدین کرتے ہیں۔

دوسری گذارش ہے کہ اقرأ کا معنی قرآن کی زیادہ تلاوت کرنے والا لینے سے کون سی چیز مانع ہے، اگر کوئی احکام شریعت اور مسائل نماز سے ناواقف اور جاہل شخص روزانہ پانچ پارہ تلاوت کرنے کا عادی ہو اور دوسرا شخص جو احکام شریعت اور مسائل نماز کا واقف کار ہو مگر اس کا روزانہ تلاوت کرنے کا معمول صرف دو پارہ ہے تو اقرأ والی حدیث کے پیش نظر پہلے شخص ہی کو نماز میں امامت کرنے کا زیادہ حق ہونا چاہیئے نہ کہ اس دوسرے شخص کو اس لئے کہ اقرأ پہلا شخص ہے دوسرا نہیں اگر غیر مقلدین کا یہی مذہب ہے تو اس کا وہ برملا اظہار کریں۔

غیر مقلدین جو اپنے کو اہلحدیث کہتے ہیں یہ مساکین حدیث کا نام تو لیتے ہیں مگر نہ ان کو قرآن کی سمجھ ہوتی ہے اور نہ حدیث کے معانی ومفاہیم کا ادراک ہوتا ہے، وہ الفاظ کے ظاہر کو دیکھ کر اپنا من مانا فیصلہ کر لیتے ہیں، انھوں نے مسلم شریف کی حدیث میں اقرأ کا لفظ دیکھ لیا بس لگے اچھلنے کودنے اور بدزبانی کی دوکان سجانے حدیث میں اقرأ کا کیا مطلب ہے اس کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنئے ابن تیمیہ مسلم شریف کی اقرأ والی حدیث نقل کرکے اقرأ کا مطلب جو بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے۔

Scanned by CamScanner

فامر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بتقدیم الافضل بالعلم بالکتاب (فتاویٰ ص ۳۵۷ ج ۲۳)

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امر فرمایا کہ جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو اس کو امامت میں مقدم کیا جائے۔

آپ غور فرمائیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک اقرأ کا مطلب کیا ہے اور غیر مقلدین اقرأ کا مطلب کیا سمجھ رہے ہیں اور اپنی اس حدیث دانی کے بل بوتے پر فقہ حنفی ہی نہیں بلکہ جمہور ائمہ فقہ، حدیث، اور امام بخاری و امام ابن تیمیہ کے مذہب کے خلاف یہ میدان میں آکودتے ہیں، واہ رے جرأت و ہمت۔

ان غیر مقلدوں کے حق میں فیصلہ خداوندی غالباً یہی ہے کہ وہ اکابر و اسلاف فقہاء و محدثین کے خلاف اپنی زبان کو بے لگام کریں اور اس طرح وہ خدائی غضب کے مستحق قرار پائیں۔

اَللّٰھُمَّ انی اعوذبك من غضبك وسخطك

ناظرین شاید آپ کو معلوم ہو کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اقرأ کا لفظ حضرت ابی بن کعبؓ کے لئے وارد ہوا ہے، اور اعلم کا لفظ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنی جگہ جس کو امام مقرر فرمایا تھا وہ "اعلم" یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ "اقرأ" یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نہیں تھے، گویا آپ نے عملاً اپنی زندگی کے بالکل آخری ایام میں یہ فیصلہ فرمادیا کہ امامت کا زیادہ مستحق اقرأ کے مقابلہ میں اعلم ہے، اس واضح حقیقت سے غیر مقلدین نے آنکھیں بند کرلی ہیں، اور انھوں نے مذہب حنفی کے خلاف بدزبانی ہی کو دین کی اصل خدمت سمجھ رکھا ہے۔ خدا ان کو ہدایت دے۔

ناظرین سے یہاں ایک بات اور عرض کرتی ہے، غیر مقلدین جس حدیث سے اس مسئلہ میں استدلال کرتے ہیں وہ مسلم شریف کی حدیث ہے، ہمیں ایک حدیث

Scanned by CamScanner

بخاری شریف میں بھی نظر آئی، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری آمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوئی، ہمارا قیام آپ کے پاس بیس روز رہا جب ہماری واپسی کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کی تاکید وہدایت فرمائی، آپ نے ہم سے فرمایا

واذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذن	یعنی جب نماز کا وقت ہو تو تم میں کا کوئی
لکم احدکم ولیؤمکم اکبرکم	ایک اذان کہے اور تم میں کا جو بڑا ہو
(بخاری مع فتح الباری ص۱۷۰ ج۲)	وہ امامت کرے۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں صاف حکم فرما رہے ہیں کہ جو بڑا ہو وہ امامت کرے، یہ بخاری کی روایت ہے اور سب کو معلوم ہے کہ مسلم شریف کے مقابلہ میں بخاری شریف کا درجہ اونچا ہے، غیر مقلدین جو بخاری سے محبت کا دم بھرتے ہیں انھوں نے اس مسئلہ امامت میں جو بخاری کا مذہب ہے اس سے بھی اختلاف کیا ہے اور بخاری شریف میں جو روایت ہے اس سے بھی آنکھ پھیر لی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح کی اس مذکورہ روایت سے غیر مقلدین نے جو منہ پھیر لیا ہے اس کا ان کے پاس معقول عذر کیا ہے، کیا غیر مقلدین کرم فرما کر ہمیں اس سے آگاہ کریں گے؟

حاصل کلام یہ ہے کہ فقہ حنفی کا مسئلہ فرمان رسول اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ہے اور جو فقہ حنفی کا مسئلہ ہے وہی امام مالک، امام شافعی، امام بخاری اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہم اللہ کا بھی مذہب ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر اس بات کے حق ہونے پر مہر بھی ثبت فرمادی، غیر مقلدین کا اس بارے میں سارا شور وغوغا ہیچ ہے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، اس لئے اس کی طرف ملتفت ہونے کی ہمیں قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

Scanned by CamScanner

اب آئیے دوسری بات کی طرف

موصوف مضمون نگار نے ثم الاکبر راسًا والاصغر عضوًا کا جو مطلب سمجھا ہے وہ ان کی فقہ دانی کی عجیب وغریب مثال ہے، درمختار کی عبارت کا مطلب کیا ہے اور موصوف اس کا مطلب کیا سمجھ رہے ہیں[1]، موصوف نے درمختار کی عبارت میں لفظ عضو دیکھ کر اردو والا عضو مخصوص یعنی مخصوص شرم گاہ سمجھ لیا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر فحش کلامی کا وہ نمونہ پیش کیا ہے کہ شرافت انسانی سر پیٹ کر رہ جاتی ہے، ان کی بدگوئیوں، ٹھٹھا اور تمسخر کا جواب تو نہیں دیا جا سکتا کہ ہمارے پاس نہ موصوف کا مخصوص قلم ہے اور نہ ان کی مخصوص زبان البتہ ہم موصوف سے یہ ضرور پوچھنا چاہیں گے فقہ وحدیث میں عضو کا لفظ بول کر مخصوص شرمگاہ کا معنی کہاں مراد لیا گیا ہے، کسی بھی فقہ کی کتاب یا کسی بھی حدیث کی کتاب سے اس کی صرف ایک مثال پیش کر دیں کہ عضو بول کر اس کا معنی مخصوص شرمگاہ لیا گیا ہے۔

---

(۱) اس کی شرح صاحب ردالمحتار نے یہ کی ہے لانہ یدل علی کبر العقل۔ یعنی مع مناسبۃ الاعضاء لہ والا فلو فحش الراس کبرا والاعضاء صغرا کان دلالۃ علی اختلال ترکیب مزاجہ المستلزم لعدم اعتدال عقلہ یعنی سر کا بڑا ہونا عقل کی زیادتی کی علامت ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ بقیہ اعضاء سے تناسب برقرار ہو، ورنہ اگر بقیہ اعضاء بہت چھوٹے ہوں اور سر ان کے مقابلہ میں بہت بڑا ہو تو یہ اس کے مزاج کی ناہمواری اور عقل کی بے اعتدالی کی علامت بن جائیگی اس سے معلوم ہوا کہ والاصغر عضوا میں عضو سے مراد سر کے علاوہ بقیہ اعضاء بدن ہیں نہ کہ عضو مخصوص اسلئے کہ الاکبر راسًا والاصغر عضوًا ملا کر ایک حال بنتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سر کا بڑا ہونا اسی وقت محسوس ہوگا جب کہ بقیہ تمام اعضاء کے مقابلہ میں اس کی بڑائی بادی النظر میں محسوس ہو۔ نہ کہ ایک خاص عضو سے تقابل مقصود ہوگا۔ علامہ شامی نے اس احتمال کو یکسر مسترد کر دیا ہے اور اس کے ذکر کو بھی مناسب نہیں قرار دیا۔ مراد ہونا تو دور کی بات ہے۔

Scanned by CamScanner

درمختار کی عبارت سمجھنے کا سلیقہ ہوتا تو خود اسی جگہ اس کی شرح میں نظر آجاتا کہ جس نے عضو سے مخصوص شرمگاہ سمجھا ہے، اس نے غلط سمجھا ہے، عبارت کا مطلب ہرگز وہ نہیں ہے جو مضمون نگار کے ذہن میں ان کی کج فکری اور خیانتِ نفس کی وجہ سے جم گیا ہے، اس عبارت کا حاصل صرف اتنا ہے کہ چونکہ حدیث میں موجود لوگوں میں بہتر افراد کو امام بنانے کا حکم موجود ہے، اور بہتر اوصاف میں سے ایک وصف آدمی کا عقل و فہم اور تناسب اعضاء میں ممتاز ہونا بھی ہے، اس وجہ سے اگر مختلف جہات سے لوگ برابر ہوں تو یہ بھی دیکھا جائے گا کہ عقل و فہم اور تناسب اعضاء کے لحاظ سے کون بڑھ کر ہے، اگر اس وصف میں کوئی ممتاز نکلا تو اس کو امامت میں مقدم کیا جائے گا، اور چونکہ عقل و فہم ایک باطنی چیز ہے، اس کا ادراک علامتوں سے ہوگا، اور انھیں علامتوں میں سر کا بڑا ہونا اور اعضاء بدن کا متناسب ہونا بھی ہے اس وجہ سے فقہ کی کتابوں میں اس کا بیان ہے، اور یہ بیان بھی حدیث کی روشنی ہی میں ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اجعلوا ائمتکم خیارکم (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۳۵۷)

یعنی جو تم میں کے بہتر ہوں ان کو امام بناؤ۔

ایک دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد ہے:

اذا ام الرجل القوم وفیھم من ھو خیر منہ لم یزالوا فی سفال (ایضاً)

اگر ایسا ہو کہ لوگوں کی امامت بہتر کی موجودگی میں دوسرا کرے گا تو لوگ ہمیشہ پستی میں رہیں گے۔

ان حدیثوں کی روشنی میں فقہ حنفی کا مسئلہ بالکل واضح ہے، آدمی کے متناسب اعضاء والا اور صاحب عقل و فہم ہونا ایسا وصف ہے جس کی بہتری و خوبی سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، اس لئے امامت کی ترتیب میں اس کی بھی رعایت ہوگی، اور یہ رعایت عین حدیث کے مطابق ہے، مگر غیر متقلدین کا حال تو یہ ہے کہ ان کو عسل مصفی بھی زہر ہلاہل ہی

Scanned by CamScanner

نظر آتا ہے، اور چونکہ مزاج فاسد ہے اس وجہ سے شراب طہور میں ان کو مارا آسن کی بدمزگی اور کڑواہٹ محسوس ہوتی ہے، اور اسلاف کی شان میں بدگوئیاں ان کا مقدر بن گیا ہے اس وجہ سے ان کو اپنی زبان وقلم پر قابو نہیں رہ گیا ہے، اس لئے بہتر ہے کہ ان کی فحش گوئی کے جواب میں انما لا یعنینا کہہ کر آگے بڑھ جائے، اور غیر مقلدین کے لئے دعا بھی فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صراط مستقیم دکھائے، وہ ضلالتوں سے نکلیں اور اسلام کی شاہراہ حق پر آجائیں، اس وقت خلوص کے ساتھ غیر مقلدین کے لئے دعاء خیر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

Scanned by CamScanner

نماز میں رفع یدین کے بارے میں ایک خط اور اس کا جواب

مخدومنا المکرم حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زمزم کے اب تک کے سب شمارے ملے، زمزم کا یہاں ہر ایک کو شدت سے انتظار رہتا ہے اور جس کے ہاتھ لگتا ہے وہ شروع سے آخر تک پڑھے بغیر واپس نہیں کرتا، اہلحدیث حضرات کی پھیلائی ہوئی بہت سی غلط فہمیاں زمزم کے چند ہی شمارے سے رفع ہوگئیں، آپ کا طرز تحریر اور آپ کے دلائل بہت اطمینان پیدا کرتے ہیں، زمزم کا حلقہ وسیع کرنے کی پوری کوشش جاری ہے۔

نماز میں اہلحدیث حضرات تین جگہوں پر رفع یدین کرتے ہیں اور اس بارے میں بخاری شریف کا حوالہ دیتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ بخاری شریف کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ حدیث کی کتابوں میں سب سے صحیح کتاب ہے۔

براہ کرم آپ اس بارے میں کچھ تحریر فرمادیں، ہمیں شدت سے انتظار ہے۔

والسلام محمد علاء الدین کرنول

زمزم!

زمزم کے بارے میں آپ کا تاثر ادارہ زمزم کیلئے باعث مسرت ہے اس کا حلقہ وسیع کرنے کی بہت ضرورت ہے، ادارہ پر مالی بار بہت پڑ رہا ہے۔

جو سوال آپ نے تحریر فرمایا ہے اس کے بارے میں کچھ عرض کرنے سے پہلے

Scanned by CamScanner

اس بات کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ غیر مقلدین کو آپ اہلحدیث کے نام سے یاد کر رہے ہیں، غیر مقلدوں کیلئے اہلحدیث کا استعمال وضع الشئ فی غیر محلہ کا مصداق ہے، ان کا نام یا تو غیر مقلد ہے، یا لا مذہب ہے یا آزاد یئے ہے، نہ ان کو سلفی کہنا درست ہے اور نہ اہلحدیث کہنا جائز ہے، جس طرح منکرین سنت کو اہل قرآن کہنا میرے نزدیک سخت معیوب ہے۔

رہا رفع یدین کا مسئلہ تو اس پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ مزید اس پر خامہ فرسائی کی بظاہر کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے، پاکستانی عالم مولانا محمد الیاس فیصل مقیم حال مدینہ منورہ کی کتاب نماز پیمبر کا مطالعہ کرنا چاہئے، اس کتاب میں نماز کے تمام مشہور مسائل پر کتاب وسنت کی روشنی میں بہت اچھی گفتگو کی گئی ہے۔

آپ کے اس خط کے پیش نظر چند باتیں لکھتا ہوں، خدا کرے مفید ثابت ہوں پہلی بات تو یہ ہے کہ غیر مقلدین حضرات کا رفع یدین پر اس درجہ اصرار کرنا کہ سنت کے درجہ سے اٹھا کر واجب کے درجہ تک پہونچا دیا جائے شریعت کی تحریف ہے، جس کا گناہ بہت عظیم ہے، آجکل ان حضرات نے رفع یدین جو ایک سنت عمل تھا، اس کو واجب کا درجہ دے دیا ہے بلکہ آگے بڑھ کر اب یہ کہا جانے لگا ہے کہ رفع یدین چھوڑنے سے نماز ہی باطل ہو جاتی ہے۔ (قرۃ العینین ص۶۹)

اکابر علمائے غیر مقلدین کے یہاں اس مسئلہ میں وہ شدت نہیں تھی جو آج دیکھی جا رہی ہے۔ مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی فتاویٰ نذیریہ میں فرماتے ہیں کہ رفع یدین میں جھگڑا کرنا تعصب اور جہالت کی بات ہے، کیونکہ آنحضورؐ سے دونوں ثابت ہیں، دلائل دونوں طرف ہیں۔ (ص ۱۴۱/۱۴۰)

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی جماعت غیر مقلدین کے بڑے اونچے عالم اور مجدد وقت تھے، ان کی کتاب روضۃ الندیہ غیر مقلدین کے یہاں بہت معتبر کتاب ہے، نواب صاحب اس کتاب میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے نقل کرتے

Scanned by CamScanner

ہوئے فرماتے ہیں۔

"رفع یدین و عدم رفع یدین نماز کے ان افعال میں سے ہے جن کو آنحضورؐ نے کبھی کیا ہے اور کبھی نہیں کیا ہے، اور سب سنت ہے، دونوں بات کی دلیل ہے، حق میرے نزدیک یہ ہے کہ دونوں سنت ہیں" (ص۱۴۸)

اور اسی کتاب میں حضرت سید شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں

ولا یلام تارکہ وان ترکہ مدۃ عمرہ (ص۱۵۰)

یعنی رفع یدین کے چھوڑنے والے کو ملامت نہیں کی جائے گی اگرچہ پوری زندگی وہ رفع یدین نہ کرے۔

غیر مقلدین کے اکابر کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں آنحضورؐ سے ثابت ہے اور دونوں سنت ہے، اب اہلحدیث ہونے کا تقاضا تھا کہ یہ حضرات دونوں سنتوں پر عامل ہوتے مگر ان کا عمل یہ ہے کہ ایک سنت پر تو اصرار ہے اور دوسری سنت سے انکار ہے، بلکہ دوسری سنت پر جو عمل کرتا ہے اس کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے، سنت پر عمل کرنے والوں کو برا بھلا کہنا کتنی بڑی گمراہی ہے، آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ کسی حنفی نے رفع یدین کرنے والوں کو اس کے رفع یدین کرنے پر بُرا بھلا کہا ہو۔

ایک بات اور غور فرمائیے کہ آنحضورؐ کا یہ ارشاد کہیں منقول نہیں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہو کہ لوگو صرف رفع یدین والی سنت پر عمل کرنا میری دوسری سنت عدم رفع یدین پر عمل مت کرنا۔ اب جو غیر مقلدین حضرات دونوں سنتوں میں سے صرف ایک سنت کو اختیار کرتے ہیں یہ ان کی رائے ہے، اگر سنت پر عمل کرنے کا جذبہ ہوتا تو وہ دونوں سنتوں پر عمل کرتے یا کم از کم جو دوسری سنت پر عمل کرتا ہے اس کو بُرا بھلا نہ کہتے، غرض ان کا ایک سنت پر عمل کرنا اور دوسری سنت پر عمل نہ کرنا یہ محض رائے سے ہے، حالانکہ دعویٰ ان کا یہ ہے کہ رائے کو دین نہیں بنانا چاہیئے۔

Scanned by CamScanner

گویا کہ یہ کہتے ہے کہ اپنی رائے سے ایک ہی سنت کو اختیار کریں تو دوسرے کو اس کا اختیار کیوں نہیں کہ وہ دوسری سنت کو اختیار کرے۔

آپ نے لکھا ہے کہ غیر مقلدین تکبیر اول کے علاوہ دو جگہ رفع یدین کرتے ہیں، یعنی رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت، اور کہتے ہیں کہ بخاری میں ایسا ہی لکھا ہے، غیر مقلدین لوگوں کو بہت دھوکا دیتے ہیں، کچھ باتوں کا چھپانا اور کچھ کو ظاہر کرنا ان کا عام شیوہ ہے، یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے، اور انھیں کی روایت بخاری کے اسی صفحہ پر یہ بھی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دو رکعت سے کھڑے ہونے پر بھی رفع یدین کرتے تھے، مگر غیر مقلدین اس چوتھی جگہ کا ذکر نہیں کرتے ہیں اور عموماً اس کو چھپا لیجاتے ہیں، اگر حدیث پر عمل کرنے کا جذبہ ہوتا تو وہ تمام صحیح حدیثوں کو سامنے رکھتے۔

محلی ابن حزم مشہور کتاب ہے، غیر مقلدین حضرات ابن حزم کا نام بڑے احترام سے لیتے ہیں، وہ امام بخاری کی کتاب المفرد سے نقل کرتے ہیں۔ امام بخاری نقل فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر کئی جگہ رفع یدین کرتے تھے نماز شروع کرتے وقت، رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور ہر دو رکعت کے درمیان۔ دیکھئے اس حدیث میں حضرت بن عمرؓ کا رفع یدین کا عمل کئی جگہ ثابت ہے، اور امام بخاری کی یہ حدیث سنداً صحیح ہے، مگر غیر مقلدین حضرات امام بخاری کی صرف اس بات کو مانیں گے (اور وہ بھی جو ان کے حسب منشا ہو) جو بخاری شریف میں ہوگی۔

حدیث کی مشہور کتاب مصنف ابن ابی شیبہ ہے اور بمبئی سے غیر مقلد ادارہ نے اس کو شائع کیا ہے، اس کتاب میں صحیح سند سے یہ اثر منقول ہے، حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو صرف ابتداء نماز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے، حضرت مجاہد عبداللہ بن عمرؓ کے مخصوص شاگرد ہیں اور ان کی صحبت میں کئی سال رہے ہیں، ان کا یہ فرمانا بہت بڑی سند ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا خود معمول یہ تھا کہ وہ صرف

Scanned by CamScanner

ایک بار رفع یدین کرتے تھے۔

غرض حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے رفع یدین کے سلسلہ میں مختلف طرح کی روایات ہیں، صرف ایک دفعہ نماز کے شروع کے وقت، دو اور دفعہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت چوتھی جگہ دونوں رکعت سے اٹھتے وقت، پانچویں جگہ سجدہ کرتے وقت، ان تمام روایات کا انکار کرنا آسان نہیں ہے، صحیح سندوں سے یہ تمام روایتیں ثابت ہیں، مگر غیر مقلدین حضرات جو کہتے ہیں کہ ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں ان کا عمل صرف حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت پر ہے اور بقیہ ساری روایتوں کو وہ چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ ان کو غلط ثابت کرنے کا اہم فریضہ بھی انجام دیتے ہیں اور طعنہ دیں گے مقلدوں کو کہ وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے ہیں۔

آجکل غیر مقلدین حضرات اس کا بہت پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ ہم وہی مانیں گے جو بخاری و مسلم میں ہے، حقیقت یہ کہ یہ رجحان انکار سنت کی طرف بہت بڑا قدم ہے، اس کا تو مطلب یہ ہے کہ بخاری و مسلم کے علاوہ احادیث کی جو دوسری کتابیں ہیں ان کا کوئی اعتبار ہی نہیں، ان کی ساری احادیث غیر معتبر ہیں، یہ رجحان بڑا خطرناک ہے۔

امام بخاری کی منقبت بیان کرتے ہوئے غیر مقلدین کی کتاب الارشاد میں لکھا ہے کہ امام بخاری فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح حدیث یاد ہے۔ (ص۱۸۴)

اور بخاری شریف میں مکرر حدیثوں کو حذف کرنے کے بعد صرف دو ہزار چھ سو تیئس حدیثیں ہیں۔ (ایضاً) تو امام بخاری کی بقیہ صحیح احادیث جو ستانوے ہزار سے زیادہ تھیں وہ کیا ہوئیں کیا ان کا کسی اور محدث کو پتہ نہیں لگا، ظاہر بات ہے کہ یہ صحیح احادیث بھی محدثین میں پھیلی ہوں گی خصوصاً امام بخاری کے شاگردوں میں تو ضرور پھیلی ہوں گی، تو دوسری کتابوں کی صحیح احادیث کو نظر انداز کئے جانے کا جذبہ کہاں تک معقول ہے۔ غیر مقلدین حضرات کا طرز عمل بڑا عجیب سا ہے جب ان کے مذہب و رائے کے خلاف کوئی صحیح حدیث ہوگی تو وہ اس کو ہزار تاویل سے رد کر دیں گے اور رہیں گے پھر بھی وہی پکے اہلحدیث۔

Scanned by CamScanner

مسلم شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت ہے جس میں آنحضورؐ کا یہ حکم موجود ہے کہ جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ غیر مقلدین یوں تو کہیں گے کہ ہم مسلم کی تمام حدیثوں کو صحیح مانتے ہیں، مگر آپ یہ حدیث ان کو سنائیں چہرہ پر شکن پڑ جائیگی منہ بنالیں گے، اور ماننے کیلئے ہرگز تیار نہ ہوں گے، بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضورؐ کا یہ حکم تھا کہ گرمی کے دنوں میں نماز ظہر اول وقت میں مت پڑھو تاخیر سے پڑھو، مگر آپ غیر مقلدین کا معمول دیکھیں گے تو مئی اور جون کے زمانہ کی سڑی گرمیوں میں بھی یہ اول ہی وقت میں نماز پڑھیں گے، آپ بتلائیے کہ کیا اس کا نام عمل بالحدیث ہے۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ اللہ نے حق حضرت عمرؓ کی زبان پر نازل کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی زبان سے دین وشریعت کے بارے میں ناحق بات نہیں نکلے گی، مگر تراویح وطلاق والے مسئلہ میں ان حضرات کی تحریر پڑھئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی زبان درازیاں ہیں اس پر نظر کیجئے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ (۱)

میں نے عرض کیا کہ اکابر غیر مقلدین کو خود اعتراف تھا کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں ہی سنت ہیں، اولیٰ اور غیر اولیٰ ہونے کی بات الگ ہے کسی کے یہاں ان دونوں سنتوں میں سے کوئی اولیٰ ہے اور کسی کے یہاں کوئی اولیٰ ہے مگر سنت پر عمل دونوں گروہوں کا ہے۔

رفع یدین نہ کرنا بھی سنت ہے، اس سلسلہ کی چند حدیثیں پیش خدمت ہیں مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۱) براہ کرم صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا مذہب وعقیدہ جاننے کیلئے مکتبہ اثریہ سے شائع ہونے والا رسالہ "صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر" ملاحظہ فرمائیں۔

Scanned by CamScanner

نماز میں لوگوں کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا یہ تم لوگ ہاتھ کیوں اٹھا رہے ہو، نماز میں سکون اختیار کرو۔

یہ مسلم شریف کی روایت ہے، اور اس میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر آنحضورؐ نے منع فرمایا ہے اور نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس واضح روایت کا غیر مقلدین مختلف تاویلیں کر کے انکار کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ نماز نہ پڑھاؤں جو آنحضورؐ کی نماز تھی، پھر آپ نے نماز پڑھائی اور صرف شروع میں ایک مرتبہ رفع یدین کیا، امام ترمذی اس روایت کو حسن کہتے ہیں، ابن حزم بھی اس کو صحیح کہتے ہیں، غیر مقلدین کے محدث دوراں شیخ البانی بھی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں، اور پاکستانی غیر مقلد عالم مولانا عطاء اللہ حنیف بھی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت ہے۔ غرضیکہ محدثین کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار کرنا جائز نہیں ہے، یہ حدیث بالکل صحیح ہے مگر متعصب غیر مقلدین اس صحیح روایت کو گلا پھاڑ کر ماننے سے انکار کرتے ہیں اور پھر بھی کہیں گے کہ ہم اہلحدیث ہیں، ان دو حدیثوں کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن کا ذکر یہاں طوالت کی وجہ سے نہیں کیا جا رہا ہے۔ نماز پیمبر اور اختلاف امت اور صراط مستقیم مصنفہ مولانا مفتی یوسف لدھیانوی دیکھ لیں۔

البتہ یہاں پر ایک سوال کر سکتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جو روایت ہے اس کے مقابلہ میں ترک رفع یدین کی روایت کو احناف کیوں ترجیح دیتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ احناف نے اس سلسلہ میں محدثین کے اصول کو پیش نظر رکھا ہے، محدثین کا اصول یہ ہے کہ وہ روایت زیادہ قابل اعتماد ہوتی ہے جس میں راوی سے کئی طرح کی بات منقول نہ ہو، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی بقول مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث تھے، ان کے زمانہ میں علم حدیث ان پر ختم تھا (دیکھو مقدمہ تحفۃ الاحوذی) وہ اپنی مشہور زمانہ کتاب فتح الباری میں ایک

Scanned by CamScanner

حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں :

والم یختلف علی راویھا فی ذلک فکان اعلیٰ الاعتماد (ص ۳۸)

یعنی اس روایت کے راوی سے ایک ہی طرح کی روایت ہے اسلئے اسی پر اعتماد ہوگا (اس روایت پر اعتماد نہ ہوگا جو راوی سے کئی طرح سے مروی ہے)

یہ ہے محدثین کا اصول، اب آپ اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھیں کہ احناف نے عدم رفع یدین کے بارے میں اس کا کتنا لحاظ رکھا ہے۔

آپ نے ابھی معلوم کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے رفع یدین کے سلسلہ میں کئی طرح کی بات منقول ہے، خود بخاری میں ان سے دو طرح کی روایت ہے، دوسری احادیث کی کتابوں میں کئی جگہ ان سے رفع یدین منقول ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود صرف شروع ہی میں رفع یدین کرتے تھے، ان مختلف احادیث میں سے غیر مقلدین نے بھی سب کو چھوڑ کر صرف تین جگہ والی روایت لی۔

بخلاف ترمذی کی جو حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت ہے ان سے بس ایک ہی طرح سے مروی ہے، یعنی عدم رفع یدین کا عمل، اس لئے محدثین کے قاعدہ واصول کے مطابق ترجیح اس روایت کو حاصل ہوگی جس کا راوی صرف ایک طرح کی بات نقل کرتا ہے، اور وہ راوی جس سے ایک ہی مسئلہ میں کئی طرح کی بات منقول ہے، اس کی روایت مرجوح ہوگی خواہ وہ روایت کہیں بھی ہو۔

بخاری ومسلم کی روایتوں اور تمام احادیث صحیحہ وضعیفہ کو سامنے رکھ کر ہی محدثین نے اصول بنائے ہیں، ان اصول کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو پھر اصول حدیث کا فن ہی بیکار ہوگا۔

رفع یدین کے سلسلہ میں بڑی طویل گفتگو ہے سب کو یہاں ذکر نہیں کیا جاسکتا، اگر میری یہ تحریر انصاف کی نگاہ سے پڑھی جائے گی تو انشاء اللہ آپ کا

Scanned by CamScanner

ذہن مطمئن ہوگا اور آپ احناف کے نقطۂ نظر کو زیادہ صحیح قرار دیں گے۔

البتہ اخیر میں ایک بار پھر اس بات کو اپنے ذہن میں تازہ کر لیجئے کہ رفع یدین کا مسئلہ حرام و حلال کا نہیں ہے، بلکہ اولیٰ اور غیر اولیٰ کا ہے، احادیث سے دونوں عمل ثابت ہیں اس لئے اس پر زیادہ ردوکد نہیں کرنا چاہئے، اگر مقصود سنت پر عمل کرنے کا جذبہ ہے تو رفع یدین کرنے پر بھی اسی طرح ثواب ملے گا جس طرح نہ کرنے پر۔

غیر مقلدین کے عمل کو مت دیکھئے اپنا عمل سنوار لیجئے، قیامت کے روز آپ سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ غیر مقلدین کیا کرتے تھے، آپ سے آپ کے عمل کے بارے میں سوال ہوگا۔ وکل یحاسب علی عملہ۔

والسلام

ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

خط اور اس کا جواب

فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کی شرعی حیثیت

مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ، اڈیٹر

دو ماہی مجلہ زمزم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

غیر مقلدین حضرات فجر کی دو رکعت سنت پڑھ کر لیٹنے کو مسنون بتلاتے ہیں، مسجد میں ہوتے ہیں تو بھی لیٹ جاتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، براہ کرم اس پر روشنی ڈالیں۔

والسلام

خادم

ابوالمجاہد سرفراز گورکھپور

زمزم !

غیر مقلدین حضرات یوں تو اپنے کو اہلحدیث کہتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کا عمل حدیث پر ہوا کرتا ہے، مگر فی الاصل یہ بیچارے نہ حدیث جانتے ہیں نہ ان کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ سنت کیا چیز ہوتی ہے، شرعی مسائل کی سمجھ بوجھ سے یکسر یہ محروم ہوتے ہیں، حدیث میں کوئی بات دیکھ لی بس اس کو سنت سمجھ کر عمل شروع کر دیتے ہیں، اس کی علت اور حکمت کی انھیں معرفت نہیں ہوتی ہے، بیشتر مسائل فقہیہ میں غیر مقلدوں کا حال یہی ہے کہ ظاہر حدیث کو دیکھا، اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

Scanned by CamScanner

[illegible] اللہ کی بڑی نعمت ہے، یہ نعمت ہر ایک کو نہیں ملتی ہے، اللہ
کو معلوم ہے کہ کس پر یہ نعمت ہے، انھیں کو اس نعمت سے نوازا جاتا ہے، تفقہ فی الدین
کی نعمت سے، وہ شخص محروم رہتا ہے جو بلا اہلیت و صلاحیت دین کی باتوں میں پڑتا ہے
اور شیطان کے بہکاوے میں آکر فقہائے امت اور اکابر دین کے بالمقابل شہ زوری
دکھلاتا ہے، صحابہ کرام تک کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور اللہ کے ولیوں سے عداوت
و دشمنی رکھتا ہے، غیر مقلدوں کا حال کچھ ایسا ہی ہے اس وجہ سے یہ تفقہ فی الدین کی
نعمت سے محروم ہوتے ہیں، اور بلا اہلیت و صلاحیت دین کی باتوں میں پڑتے ہیں
اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

کتاب و سنت کی صحیح معرفت حاصل کرنے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی صحابہ کرام کے ساتھ حسن عقیدت رکھے اور دین کو جس طرح انھوں نے سمجھا ہے اسی راہ سے دین کو سمجھنے کی کوشش کرے، صحابہ کی راہ سے ہٹ کر دین کو نہیں سمجھا جا سکتا، تمام اسلاف نے متقدمین و متاخرین کے ہر فرد نے صحابہ کرام پر اعتماد کیا اور ان کو دین کے باب میں اپنا مقتدیٰ اور پیشوا جانا اور ان کی عملی زندگی سے روشنی حاصل کر کے دین کو جانا اور سمجھا، اس وجہ سے وہ جادۂ مستقیم پر رہے۔ اور جن فرقوں نے صحابہ کرام سے بغض رکھا، انکو مقتدیٰ اور پیشوا نہیں جانا، دینی و شرعی مسائل میں ان کے اسوہ و عمل سے روشنی حاصل نہیں کی وہ راہ مستقیم سے بھٹکے رہے، شیعہ و خوارج کی مثال ہمارے سامنے ہے، غیر مقلدوں کا شمار بھی انھیں باطل فرقوں میں سے ہے، جن کو دینی و شرعی امور میں صحابہ کرام پر اعتماد نہیں، اس وجہ سے غیر مقلدین کا فرقہ بھی بھٹکا ہوا اور گم کردہ راہ فرقہ ہے۔ اس لئے دینی و شرعی مسائل میں ان کا اعتبار نہیں، جتنے باطل فرقے ہیں سب کتاب و سنت کا نام لے لے کر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں، اس لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ مسئلہ پیش آمدہ میں انکی راہ صحابہ کرام، اکابر اہلسنت کے مسلک سے ملتی ہے تو اس کو مان لیا جائے گا ورنہ اس کو رد کر دیا جائے گا۔

Scanned by CamScanner

فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کا مسئلہ اکابر امت کے مسلک کے خلاف ہے، اس عمل کو کوئی بھی مسنون نہیں سمجھتا، اگر آدمی تھکا ہوا ہو تو کسلمندی دور کرنے کیلئے اور راحت حاصل کرنے کے لئے بشرط گنجائش وقت لیٹ سکتا ہے، خواہ فجر کی سنت کے بعد لیٹے یا فجر کی سنت کے پہلے، مگر یہ عمل کوئی عبادت نہیں ہے نہ سنت نہ غیر سنت سے اس کا کوئی تعلق ہے، اگر سنت سمجھ کر لیٹتا ہے تو بدعت کا مرتکب قرار پائے گا، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے بطریق صحیح ہرگز ثابت نہیں ہے کہ آپ نے فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کا امر فرمایا ہو یا اس کو سنت قرار دیا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز طویل پڑھتے تھے تو کبھی وتر کے بعد اور کبھی سنت فجر سے پہلے آپ لیٹ کر آرام فرما لیتے مگر آپ کا یہ عمل محض راحت کیلئے ہوتا تھا یہ کوئی شرعی و تعبدی عمل نہیں تھا، اور نہ یہ آپ کا عمومی عمل تھا کبھی کبھی ایسا کر لیتے اور اس کا مقصد بھی محض رفع تعب (تھکاوٹ دور کرنا) ہوتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی سنۃ الفجر فان کنت مستیقظۃ حدثنی والا اضطجع یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سنتِ فجر پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار رہتی تو مجھ سے بات کرتے ورنہ لیٹ جاتے (بخاری) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ وفائدۃ ذلک الراحۃ والنشاط لصلوۃ الصبح (یعنی اس لیٹنے کا فائدہ اور مقصد یہ تھا کہ صبح کی نماز کے لئے آدمی تازہ دم ہو جائے اور تہجد کی طویل نماز کی وجہ سے جو تھکاوٹ ہو وہ ختم ہو۔ مگر غیر مقلدین اس حقیقت سے بیگانہ رہے اور نماز تہجد ادا کرنے والے اور نہ کرنے والے کا فرق انھوں نے ملحوظ نہیں رکھا اور سب کے لئے فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کو مسنون قرار دے دیا، غیر مقلدین حضرات اس مسئلہ میں آنحضورؐ کی اس حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔

واذا صلی احدکم الرکعتین قبل صلوٰۃ الصبح فلیضطجع علی جنبہ الایمن۔ (ترمذی)	یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ جب کوئی فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لے تو داہنے پہلو لیٹ جائے۔

Scanned by CamScanner

مگر یہ حدیث باطل ہے ابن تیمیہ کا کہنا ہے، حافظ ابن قیم فرماتے ہیں۔

سمعت ابن تیمیہ یقول هذا — یعنی میں نے ابن تیمیہ سے سنا کہ وہ کہتے

باطل لیس بصحیح — کہ یہ حدیث باطل ہے صحیح نہیں ہے۔

(زاد المعاد جلد ۱ ص ۱۳۱)

غیر مقلدین اسی باطل حدیث پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھتے ہیں، چونکہ غیر مقلدین ابن تیمیہ و ابن قیم پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں اور ان کو مسلکیوں کا امام و پیشوا سمجھتے ہیں اس وجہ سے بہتر ہے کہ میں زاد المعاد ہی سے اس مسئلہ کی پوری تحقیق پیش کر دوں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بیٹھے کا فعل کبھی کبھی ثابت تو ضرور ہے مگر یہ رفع تعب کے لئے ہوتا تھا بطور سنت نہیں، چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یضطجع لسنۃ ولکنہ کان یسہر اللیل فیصلی قاعدا

کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سنت کی وجہ سے نہیں لیٹتے تھے، چونکہ آپ رات بھر نماز میں لگے رہتے اس وجہ سے لیٹ کر آرام حاصل کرتے۔

(صحیح البخاری ص ۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا یہ واقعہ ہے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے گھروں میں شب گذاری کرتے تھے، تہجد کی نماز گھر ہی میں پڑھتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اس لیٹنے کا مقصد کیا تھا خوب سمجھتی تھیں، اسلئے اگر حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ کا یہ لیٹنا بطریق سنت نہیں تھا بلکہ آرام حاصل کرنے کی غرض سے تھا تو حضرت عائشہ ہی کا بیان معتبر ہوگا۔ غیر مقلدین اور ان جیسے ظاہر پرست لوگ اس لیٹنے کو سنت قرار دیں اس کی طرف حضرت عائشہ کے اس فرمان کے مقابلہ میں کون ایسا شخص کان دھرے گا جو توجہ دے گا۔

ہم جانتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اتباع سنت کا خاص

Scanned by CamScanner

تھی وجہ یہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ایک سنت کا چھوڑنا بھی آپ کو گوارا نہ تھا، ان کا حال یہ تھا کہ اگر کوئی شخص فجر کی سنت کے بعد لیٹا ہوتا اور آپ اس کو دیکھ لیتے تو کنکڑ مار کر اٹھاتے اور صاف صاف یہ کہتے کہ یہ بدعت ہے۔ زاد المعاد میں ہے:

وکان ابن عمر یحصب بھم اذا راھم یضطجعون علی ایمانھم (ایضاً)

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ جب دیکھتے کہ لوگ لیٹے ہوئے ہیں تو ان کو کنکڑ مارتے۔

ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ نے دیکھا کہ کچھ لوگ فجر کی دو رکعت کے بعد لیٹے ہوئے ہیں تو آپ نے کسی کو بھیج کر ایسا کرنے سے منع کیا، تو لیٹنے والوں نے کہا کہ ہم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ارجع الیھم واخبرھم انھا بدعۃ (ایضاً)

لوٹ کر ان کے پاس جاؤ اور بتلاؤ کہ یہ سنت نہیں ہے بدعت ہے۔

کبھی آپ فرماتے کہ شیطان ان کے ساتھ کھیل کرتا ہے، چنانچہ ابو مجلز فرماتے ہیں کہ میں نے فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

یلعب بکم الشیطان (ایضاً)

یعنی تمہارے ساتھ شیطان کھیلتا ہے۔

کبھی آپ اس عمل کو گدھے کا عمل قرار دیتے، آپ فرماتے کہ:

ما بال الرجل اذا صلی الرکعتین یفعل کما یفعل الحمار اذا تمعك (ایضاً)

آدمی کو کیا ہو جاتا ہے کہ جب فجر کی دو رکعت پڑھ لیتا ہے تو وہی حرکت کرتا ہے جو گدھا کرتا ہے جب وہ دھول میں لت پت ہو۔

ابن قیم فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر فیصلہ امام مالک وغیرہ کا ہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر راحت کے طور پر کوئی لیٹ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر اس کو سنت سمجھ کر لیٹنا مکروہ ہے۔ (ایضاً)

میرا خیال ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اتنا جچا تلا ہے کہ اس کا

Scanned by CamScanner

کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔ بلاشبہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی فجر کی سنت کے بعد اور کبھی وتر کی نماز کے بعد لیٹنا ثابت ہے مگر حضرت عائشہ رضؓ کے بقول یہ لیٹنا آرام کی غرض سے ہوتا تھا۔ آج بھی اگر کسی کو اللہ توفیق دے تہجد کی نماز طویل پڑھے پھر جاگتے ہوئے وقت گذارے اور فجر کی نماز تک جاگتا رہے تو اگر وہ تعب محسوس کر رہا ہے تو موقع ہو تو لیٹ جائے تاکہ فجر کی نماز کے لئے چاق و چوبند رہے اس کا کوئی منکر نہیں۔ مگر اس عمل کو سنت سمجھنا اور غیر تہجد گزار کے لئے بھی اس کو مستحب اور مسنون قرار دینا اور جو نہ لیٹے اس کو مطعون کرنا یہ حد سے گزر جانے والی بات ہے اور یہ دین نہیں بے دینی کی بات ہے۔

غیر مقلدین سے آپ یہاں ایک سوال یہ بھی کر سکتے ہیں کہ آپ حضرات تو بطور سنت کے فجر کی دو رکعت سنت کے بعد لیٹتے ہیں اور ماشاء اللہ مسجد میں بھی لیٹنے کو مسنون قرار دیتے ہیں، ہم آپ سے قولی یا فعلی صرف ایک حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ صرف ایک حدیث سے یہ ثابت کر دیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت مسجد میں ادا کر کے مسجد ہی میں لیٹ جاتے تھے۔ میرا چیلنج ہے کہ پوری دنیائے غیر مقلدیت سر پٹک کر کے رہ جائے گی مگر وہ کوئی ایک حدیث بھی اس طرح کی نہیں پیش کر سکتی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں فجر کی دو رکعت سنت پڑھ کر مسجد میں لیٹے ہوں۔ اور جب ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر غیر مقلدین مسجد میں دو رکعت سنت فجر پڑھ کر لیٹنے کو کس بنا پر سنت کہتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عمل کبھی نہ رہا ہو وہی عمل غیر مقلدین کے مذہب میں سنت قرار پاتا ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

غیر مقلدین تو بزعم خود ماشاء اللہ اہلحدیث اور سنت پر عمل کرنے والے ہیں، ہمیں ذرا یہ بتلائیں کہ کیا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے کبھی فجر کی سنت مسجد میں ادا کی ہے، اگر جواب نفی میں ہے تو غیر مقلدین فجر کی سنت رسول اللہ کے

Scanned by CamScanner

اگر رسول کے خلاف مسجد میں کیوں ادا کرتے ہیں، غیر مقلدوں کے عقل کل مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری تو صاف صاف فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت
کان یصلی سنۃ الفجر فی البیت	گھر میں پڑھتے تھے۔

(تحفہ ص۲۲۳ ج۱)

تو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اس عمل اور دائمی عمل کے خلاف غیر مقلدین کو کیوں شوق رہتا ہے کہ وہ فجر کی سنت مسجدوں میں بھی پڑھتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ مسجدوں میں نہ فجر کی سنت پڑھنا آنحضورؐ سے ثابت ہے اور نہ مسجد میں فجر کی سنت کے بعد سونا آنحضورؐ سے ثابت ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث سے غیر مقلدین فجر کی سنت کے بعد سونے کو ثابت کرتے ہیں وہ بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ باطل اور غیر صحیح ہے تو اب بتلایا جائے کہ غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ کہ فجر کی سنت کے بعد سونا مسنون ہے کس قدر درست ہے؟

Scanned by CamScanner

ایک ہاتھ سے مصافحہ کی حقیقت

مکرمی و محترمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدیر زمزم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بحمدہ تعالیٰ زمزم کا ہر شمارہ پڑھتا رہا، دوست و احباب بھی اس کا مطالعہ بہت شوق سے کرتے ہیں، بلا مبالغہ و مجاملہ عرض کرتا ہوں کہ آپ نے جس انداز میں غیر مقلدوں کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کر دیا ہے، اس کی نظیر ہمیں نظر نہیں آتی، غیر مقلدین کے پرچے بھی ہم پڑھتے ہیں، ان پرچوں میں ان کی جھنجھلاہٹ اور جھلاہٹ آسمان چھوتی نظر آتی ہے، گالی گلوج اور بدگوئیوں سے ان کے سارے پرچے بھرے رہتے ہیں، اس کا اثر خود ان کی جماعت کے افراد پر اچھا نہیں پڑ رہا ہے، میری گفتگو بعض غیر مقلدین سے ہو چکی ہے، اس کی بنا پر یہ لکھ رہا ہوں۔

اس خط کا ایک خاص مقصد ہے، براہ کرم آپ ایک ہاتھ سے مصافحہ کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالیں، المقالۃ الحسنیٰ، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا رسالہ ہے۔ اس میں بڑے پُرزور طریقہ پر ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کی مشروعیت اور سنیت کو ثابت کیا گیا ہے اور دو ہاتھ سے مصافحہ کو غیر مسنون بتلایا گیا ہے۔ امید ہے ہماری گذارش آپ کی توجہ کا مرکز بنے گی

والسلام

عبدالقیوم انصاری۔ سنت کبیر نگر۔ یوپی

Scanned by CamScanner

مکرم محترم!

المقالۃ الحسنیٰ رسالہ میرے پاس نہیں تھا، آپ کا خط آنے کے بعد میں نے اس کو حاصل کیا اور اس کو پڑھا، مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے اس رسالہ میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کی مشروعیت وسنیت کو ثابت کرنے کی کوشش ضرور کی ہے، مگر دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی عدم مشروعیت کی صراحت کہیں نہیں کی ہے، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر ایک امر مشروع ہو تو اس کے بالمقابل کی چیز غیر مشروع ہو، غیر مقلدین کی خود تصریح ہے کہ رفع یدین بھی سنت ہے اور عدم رفع یدین بھی سنت ہے، ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں۔ کہ آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں جائز ہیں۔ حکیم صادق سیالکوٹی "مشکوٰۃ الرسول" میں لکھتے ہیں کہ تشہد میں انگلی کا ہلانا بھی درست ہے اور نہ ہلانا بھی درست ہے۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے یہاں دونوں امر مسنون ہوں، ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ بھی۔ اس رسالہ میں مولانا کا سارا زور صرف اس پر ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو غیر مسنون اور بدعت نہ کہا جائے۔ فرماتے ہیں:

"ایک ہاتھ سے مصافحہ کا مسنون ہونا احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہے"

مولانا نے حصر کے ساتھ یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ ایک ہاتھ ہی سے مصافحہ کرنا احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہے، دونوں ہاتھ سے ثابت نہیں ہے۔

اس لئے اس کا امکان ہے کہ مولانا مبارکپوری کے یہاں مسنون تو دونوں امر ہوں یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ بھی، البتہ مولانا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو بہتر اور اولیٰ سمجھتے ہوں، اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو جائز سمجھتے ہوں۔

میں اتنا لکھ چکا تھا کہ اس رسالہ کے ص۳ پر دوبارہ نظر پڑی تو مجھے اپنے

Scanned by CamScanner

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے، اس لئے کہ مولانا شیخ عبدالقادر جیلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں

"کتاب مولانا قطب ربانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

نے بھی صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا مستحب ہے"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مولانا مبارک پوری کے نزدیک بطور حصر کے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا مستحب ہے، یعنی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا مستحب نہیں ہے، یعنی مکروہ ہے، حدیث سے اس کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہے۔

اس لئے ضروری ہو گیا کہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے اس دعویٰ کا عقل و نقل کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔

ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوئی دلیل مولانا مبارکپوری کو بخاری، مسلم یا صحاح ستہ کی کسی اور کتاب سے نہیں ملی، اس لئے انھوں نے زمانہ خیر القرون کے کئی صدی بعد کے زمانہ کی کتاب حافظ ابن عبدالبر کی تمہید سے پہلی حدیث جو ان کے خیال کے مطابق صحیح[1] ہے ذکر کی ہے، مولانا نے اس حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے:

"عبید اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ، تم لوگ میرے اس ہاتھ کو دیکھتے ہو میں نے اسی ہاتھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا ہے۔"

---

[1] مولانا کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا محض تعصب کی بنیاد پر ہے، ورنہ اس حدیث کی سند کا ایک راوی محمد بن وضاح ہے جس کو کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے، ابن الفرض کو اس پر سخت کلام ہے، اس کا بڑا مرض یہ تھا کہ حدیثِ رسول کو اپنی عقل کے پیمانہ سے ناپتا تھا جس حدیث کو اس کی عقل قبول نہ کرتی اس کا وہ انکار کر دیتا تھا، ابن الحباب اس کی عقل وغیرہ کی تعریف کرتے تھے مگر احادیثِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو جو وہ رد کیا کرتا تھا اس پر اس کی نکیر کرتے تھے، مزید تفصیل آئندہ حاشیہ میں دیکھئے۔

Scanned by CamScanner

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری کو میں ایک ذمہ دار عالم سمجھتا تھا مگر جب انکی کتابیں پڑھنے کا ذرا تفصیل سے موقع ملا تو مجھے ان کے اندر وہ تمام بداحتیاطیاں اور تعصب کی وہ تمام چنگاریاں نظر آئیں جو عام غیر مقلدین علماء کا وطیرہ اور شیوہ ہے، خط کشیدہ عبارت، اس عبارت کا ترجمہ ہے۔

ترون یدی ھٰذہ صافحت بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ تم لوگ میرے اس ہاتھ کو دیکھتے ہو میں نے اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا ہے۔

مولانا نے سیدھا سادھا ترجمہ کرنے کے بجائے اسی ایک ہاتھ سے، حصر والا ترجمہ کیا ہے، اور پھر "ایک" کا کلمہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے، مولانا نے یہ تصرف اس لئے کیا کہ اس حدیث کو اپنے مطلب کے موافق ڈھال لیں۔ افسوس محض اپنی غرض کیلئے حدیثِ رسول کے ترجمہ میں خیانت کی جارہی ہے۔

عربی میں ید کا لفظ جنس کے لئے بولا جاتا ہے، خصوصًا جب اس کا استعمال اضافت کے ساتھ ہو تو جنس ہی کا معنی عام طور پر لیا جاتا ہے، اور اس موقع پر ایک ہاتھ مراد ہونا ضروری نہیں ہے، کہیں ایک ہاتھ مراد ہوگا اور کہیں دونوں ہاتھ۔ قرآن کا ارشاد ہے: ولا تجعل یدك مغلولة الیٰ عنقك اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ۔ یہاں بظاہر ید واحد ہے مگر اس کا مطلب ایک ہاتھ کسی نے نہیں لیا ہے، مولانا مبارک پوری ہوتے تو اس کا ترجمہ کرتے۔ تو اپنا ایک ہاتھ داہنا اپنی گردن سے بندھا ہوا مت رکھ۔ اور اس انوکھے مبارک پوری ترجمہ پر دنیائے علم وادب عش عش کرتی۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ یہاں بھی ید کا لفظ مفرد اور واحد ہی استعمال ہوا ہے، مگر

Scanned by CamScanner

اس کا مطلب ایک ہاتھ لینا حماقت ہوگی۔ البتہ مولانا مبارک پوری ہوتے تو اس کا ترجمہ ایک ہاتھ ہی کرتے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔ من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ یعنی تم میں سے کوئی آدمی کسی غیر شرعی امر کو دیکھے تو اسکو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اس حدیث میں بھی لفظ ید واحد ہی ہے، مگر اس کا ترجمہ ایک ہاتھ کسی سے نہیں سنا گیا ہے، ہاں مولانا مبارک پوری باحیات ہوتے تو وہ اس کا ترجمہ ایک ہی ہاتھ کرتے اور وہ بھی داہنا۔

غرض جب کتاب وسنت میں لفظ ید مضاف ہو کر ایک جگہ نہیں بار بار استعمال ہوا ہے اور ان جگہوں پر مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ تو مولانا مبارکپوری نے عبداللہ بن بسرؓ کی جو حدیث نقل کی ہے اس میں لفظ ید مضاف ہے ایک ہی ہاتھ مراد لینا کہاں سے متعین ہوگا اور قطعیت کے ساتھ کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے، کہ اس سے ایک ہی ہاتھ مراد ہے۔

اگر کوئی غیر مقلد یہ کہے ھٰذہٖ واحد کا اشارہ اور بھا میں واحد مونث کی ضمیر اس کا قرینہ ہے کہ حدیث میں ایک ہاتھ مراد ہے، تو یہ جواب غیر علمی ہوگا، اس لئے کہ حدیث کی عبارت ھذہٖ اور بھا کا استعمال لفظ ید کی وجہ سے ہوا ہے جو اصلاً مونث ہے۔ جیسے قرآن میں ولا تجعل یدک مغلولۃ والی آیت میں ہے ولا تبسطھا کل البسط یہاں بھی ضمیر واحد مونث کی استعمال کی گئی ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ ید سے مراد ایک ہاتھ ہے۔

بہر حال مولانا کی پہلی جو بقول ان کے صحیح حدیث ہے، اس سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا مسنون ہے، اگر یہ حدیث اس بارے میں صریح ہوتی تو مولانا کو حدیث کے ترجمہ میں ناجائز تصرف کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

Scanned by CamScanner

دوسری بات جو قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ غیر مقلدین داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں، اور اس حدیث میں داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوئی صراحت نہیں مطلق ہاتھ کا ذکر ہے، داہنے اور بائیں کے ذکر سے حدیث خاموش ہے، اب معلوم نہیں کہ حضرت عبید اللہ بن بسرؓ نے اپنا داہنا ہاتھ لوگوں کو دکھلایا تھا کہ بایاں ہاتھ دکھلایا تھا، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا دعویٰ اس وقت اس حدیث سے ثابت ہوتا جب اس حدیث میں داہنے ہاتھ کی صراحت ہوتی، رہا مولانا مبارکپوری کا یہ کہنا کہ چونکہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اچھے کاموں میں داہنا ہاتھ استعمال کرتے تھے، اس وجہ سے یہاں بھی داہنا ہی ہاتھ مراد ہوگا۔ یہ قیاس ہے۔ اور قیاس کرنا غیر مقلدین کے نزدیک شرک کا کام ہے، ہاں اگر قیاس کرنا ایمان کا کام بن گیا ہے تو اس کا برملا اعتراف کیا جائے۔

یہ مولانا مبارکپوری کی پہلی صحیح حدیث کا حال ہے، مولانا مبارکپوری کو اس کے صحیح ہونے کا اتنا یقین ہے کہ انھوں نے حاشیہ میں اس کے راویوں کا حال بھی ذکر کیا ہے۔ (۱) اور ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث مولانا کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی۔

دوسری روایت حضرت انسؓ کی ہے، مولانا نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

---

(۱) مولانا نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، مگر اس کا ایک راوی محمد بن وضاح ہے، اس کو کسی نے صراحۃً ثقہ نہیں کہا ہے، اس کا حال یہ تھا کہ بہت سی ثابت حدیثوں کو رد کر دیتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ نبی کا کلام نہیں ہے، بہت خطا کار تھا اس سے غلطیاں بہت واقع ہوتی تھیں صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کرتا تھا نہ اسے عربیت کا علم تھا اور نہ فقہ کی جانکاری تھی، دیکھو سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۵ ج ۲ میزان الاعتدال ص ۵۹ ج ۲ افسوس مولانا مبارکپوری نے ان تمام باتوں کو چھپایا اور اسکو ثقہ قرار دیا، بھلا ایسا راوی جس حدیث میں ہو وہ حدیث بھی قابلِ احتجاج قرار پائے، تعجب ہے۔

Scanned by CamScanner

"انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے اپنی اس ایک ہتھیلی سے مصافحہ کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ کسی خز کو اور نہ کسی ریشمی کپڑے کو مس کیا۔"

حدیث میں ہے۔ صافحت بکفی ھذہ کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کا ترجمہ صحیح یہ ہے میں نے اپنی اس ہتھیلی سے مصافحہ کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے۔

مولانا نے ایک کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے، نیز اس میں بھی صراحت نہیں ہے کہ حضرت انسؓ نے دائیں ہتھیلی سے مصافحہ کیا تھا۔ مولانا نے اس حدیث کی سند بھی نہیں ذکر کی ہے جس سے اندازہ لگتا ہے کہ خود مولانا کو اس کے صحیح ہونے کا یقین نہیں ہے، پہلے مولانا اس کی سند ذکر کر کے اس کی صحت ثابت کرتے پھر استدلال کرتے تو شاید کچھ بات بنتی، بلکہ مولانا مبارکپوری نے آگے چل کر خود اعتراف کر لیا ہے کہ یہ حدیث قابلِ احتجاج و استدلال نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

"اس حدیث کی اسناد کے کئی طریق ہیں، بعض طریق اگرچہ قابلِ احتجاج و استشہاد نہیں مگر بعض طریق قابلِ استشہاد ضرور ہے اور ہم نے اس روایت کو احتجاجاً پیش نہیں کیا ہے بلکہ استشہاداً۔"

یعنی یہ حدیث کسی طرح بھی قابلِ حجت نہیں ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو بطور حجت و دلیل پیش نہیں کیا ہے بلکہ اس سے استشہاد کیا ہے، یعنی بطور شاہد کے یہ حدیث مولانا نے پیش کی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا مبارکپوری کے نزدیک شاہد کیلئے عادل اور ثقہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ یہ بات قرآن کے بیان کے صریح خلاف ہے، قرآن میں شاہد کیلئے عادل ہونے کی شرط رکھی گئی ہے، مگر غیر مقلدین محدثین کی تقلید میں قرآنی حکم کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث

Scanned by CamScanner

اس لئے نہیں ہے کہ اس کو بطور شاہد کے بھی پیش کیا جائے اس لئے کہ اس کی سند انتہائی کمزور ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مولانا نے اس کی سند پر کلام کرنا مناسب نہیں سمجھا اور بلا سند ذکر کئے ہوئے چپکے سے گزر گئے۔

ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ حدیث صحاح ستہ یا کسی اور مشہور حدیث کی کتاب میں نہیں ہے، مولانا نے اس کو غیر معروف کتابوں سے نقل کیا ہے۔

مولانا کی تیسری روایت یہ ہے:

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلام کی تمامی ہاتھ کا پکڑنا ہے اور مصافحہ داہنے ہاتھ سے ہے۔

مولانا نے اس روایت کو بھی بلا سند نقل کیا ہے، اس لئے کہ مولانا کو معلوم ہے کہ یہ روایت بھی نہایت کمزور اور واہی سند سے مروی ہے، پہلے مولانا اس روایت کی صحت ثابت کریں پھر اس سے استدلال کریں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی نظر میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کی کل جمع پونجی یہی تین حدیثیں ہیں، جن میں سے کسی سے بھی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اور غیر مقلدین کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، دعویٰ پورا یہ ہے ایک ہاتھ اور وہ بھی داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنا مسنون ہے۔ آخر والی حدیث میں بلاشبہ داہنے کا لفظ ہے مگر وہ حدیث جیسا کہ عرض کیا گیا ناقابلِ اعتبار ہے، دوسری حدیث نہایت کمزور اور غیر صریح ہے، پہلی حدیث بھی غیر صریح ہے، اور مولانا مبارکپوری کے نزدیک کسی شرعی مسئلہ کے ثبوت کے لئے مرفوع صحیح اور صریح ہی حدیث کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

غیر مقلدین اس بات پر بڑا زور صرف کرتے ہیں کہ جہاں لفظ ید واحد ہو اس کا مطلب ایک ہی ہاتھ ہوتا ہے، مگر ان کا یہ دعویٰ کتاب وسنت کی روشنی میں بالکل بے بنیاد ہے جیسا کہ سابق میں عرض کیا گیا، مزید دیکھئے حدیث میں آتا ہے۔

Scanned by CamScanner

وقبل ابولبابة وكعب بن مالك وصاحباه يد النبي صلى الله عليه وسلم حين تاب الله عليهم۔ (فتح الباری ص۵۰ ج۱۱)

یعنی حضرت ابولبابہ کعب بن مالک اور ان کے دونوں ساتھیوں نے اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا بوسہ لیا جب اللہ نے ان کی توبہ کو قبول کیا۔

اس حدیث میں بھی یدَ کا لفظ مفرد اور واحد ہے۔ تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ ان صحابہ کرام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہاتھ کا بوسہ لیا تھا۔

ایک حدیث میں ہے:

وقبل ابوعبيدة يد عمر حين قدم (فتح الباری ص۵۰ ج۱۱)

یعنی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے ہاتھ کا بوسہ لیا، جب (مدینہ) تشریف لائے۔

یہاں بھی ید واحد ہے، مگر کوئی عقلمند اس سے صرف ایک ہاتھ بوسہ لینا نہیں سمجھے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضورؐ کے پاس دو یہودی آئے اور انھوں نے آنحضورؐ سے نو آیتوں کے بارے میں سوال کیا، آپ نے ان کا جواب دیا تو۔

فقبلا يده ورجله (ایضاً)

تو انھوں نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لیا۔

اس حدیث میں ید بھی واحد ہے اور رجل کا لفظ بھی واحد ہے مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان یہودیوں نے آپ کے صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا بوسہ لیا، ایسا جو سمجھے وہ دماغی خلل کا شکار قرار پائے گا۔

حضرت ابواسامہ بن شریک کی حدیث میں ہے۔

قمنا الى النبي صلى الله عليه وسلم فقبلنا يده (ایضاً)

یعنی ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے اور ہم نے آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔

یہاں بھی لفظ ید واحد ہے مگر کیا کوئی اس سے یہ سمجھے گا کہ بوسہ لینے والوں نے

Scanned by CamScanner

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صرف ایک ہاتھ کا بوسہ لیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ

وقبل ید العباس ورجلہ (ایضاً) انھوں نے حضرت عباس کے ہاتھ اور پیر کا بوسہ لیا۔

اس حدیث میں ید اور رجل دونوں واحد ہیں مگر کسی محدث نے اس کا یہ مطلب نہیں لیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عباس کے صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا بوسہ لیا تھا۔

اس طرح کا استعمال عربی زبان میں عام ہے۔ ید، رجل، اذن، بصر، سمع وغیرہ کا لفظ واحد بولا جاتا ہے مگر اس کا مطلب دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، دونوں آنکھ اور دونوں کان ہی لئے جاتے ہیں الا یہ کہ کوئی ایسا واضح قرینہ ہو جس سے ان اعضاء میں سے ایک ہی مراد لیا جائے۔

اللہ کے رسول کی مشہور دعا کے الفاظ میں آتا ہے۔

اَللّٰھم اجعل فی بصری نورًا وفی سمعی نورًا۔ اے اللہ میری آنکھ میں روشنی پیدا کر دے اور میرے کان میں روشنی پیدا کر دے۔

دیکھئے یہاں بصر اور سمع واحد استعمال ہوا ہے مگر اس کا ترجمہ کسی نے ایک آنکھ اور ایک کان نہیں کیا ہے، اگر غیر مقلدین ایک کان اور ایک آنکھ کا ترجمہ کرتے ہوں تو مجھے معلوم نہیں۔

اور جہاں ایک ہی مراد ہوتا ہے تو پھر اس کی عبارت بدل جاتی ہے مثلاً عبدالرحمٰن بن رزین کی حدیث ہے کہ

قال اخرج لنا سلمۃ بن الاکوع کفا لہ ضخمۃ کانھا کف بعیر فقمنا الیھا فقبلناھا۔ (فتح الباری ص ۵۷ ج ۱۱)

انھوں نے فرمایا کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے اپنی ایک موٹی ہتھیلی نکالی وہ ہتھیلی گویا اونٹ کی ہتھیلی تھی ہم اس کی طرف لپکے اور ہم نے اس کا بوسہ لیا۔

Scanned by CamScanner

یہاں چونکہ ایک ہی ہتھیلی کا ذکر تھا اس لئے بلا اضافت ذکر کیا گیا اور کف کو نکرہ لایا گیا جس سے عربی میں ایک کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ کفالہا کہا گیا نہ کہ کفہا۔

بہرحال مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کے سلسلہ میں جو تین حدیثیں ذکر کی ہیں، ان سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، تیسری حدیث اگر صحیح ہوتی تو یہ تیسری حدیث بلاشبہ غیر مقلدین کے مسلک کیلئے حجت بنتی مگر جیسا کہ عرض کیا گیا وہ بالکل واہی سند سے مروی ہے۔ اگر غیر مقلدین میں دم خم ہے تو اس کی تصحیح کسی محدث سے ثابت کریں۔

مولانا مبارکپوری کے پاس جو حدیث کا ذخیرہ تھا اس میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کیلئے بس کل یہی تین حدیثیں تھیں، اور خود مولانا مبارکپوری کو احساس ہے کہ یہ تینوں حدیثیں ان کے اثبات مدعا کیلئے ناکافی ہیں، اس لئے انھوں نے اب بیعت والی حدیثوں کا ذکر کرنا شروع کیا، مولانا فرماتے ہیں:

"واضح ہو کہ جس طرح ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مسنون ہے اسی طرح مردوں سے بیعت لینے کے وقت بھی مصافحہ کرنا مسنون ہے۔" ص۱۲

یہ ایک مقدمہ ہوا، یعنی قیاس کا صغریٰ

دوسرا مقدمہ مولانا کا یہ فرمان ہے۔

"اور یہ بھی واضح ہو کہ بیعت کے وقت ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کا مسنون ہونا احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے۔" ص۱۶

یہ قیاس کا دوسرا مقدمہ یعنی کبریٰ ہے۔

اب مولانا قیاس کے صغریٰ اور کبریٰ کو ملا کر نتیجہ نکالتے ہیں۔

"پس انھیں احادیث سے مصافحہ عند الملاقات کا بھی ایک ہی ہاتھ سے مسنون ہونا آفتاب کی طرح ظاہر ہے۔" ص۱۶

غیر مقلدین جب چت ہو جاتے ہیں تو بالآخر لوٹ آتے ہیں، اسی قیاس

Scanned by CamScanner

کی طرف جس کو وہ شرک، کفر، شیطان کا کام اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں۔

ہماری اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ پہلے غیر مقلدین قیاس کو شرعی دلیل تسلیم کریں، اور قیاس کو کارِ شیطان کہنے سے توبہ کریں پھر قیاس سے کسی مسئلہ کو ثابت کریں، تو ان کی بات قابلِ تسلیم بھی ہو، ایک طرف قیاس شرک بھی ہو، اور کارِ شیطان بھی ہو اور پھر اسی قیاس سے کسی شرعی مسئلہ کو ثابت بھی کیا جائے، کیسا مذاق ہے۔

مولانا نے بیعت والی متعدد حدیث ذکر کر کے اس سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا اثبات کیا ہے، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری خدا اور رسول کے ارشاد سے یہ ثابت کر دیں کہ مصافحہ عندالملاقات اور مصافحہ عند البیعت کی حقیقت اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے، اگر کتاب و سنت سے اس کا ثبوت مہیا نہ فرما سکیں اور انشاء اللہ قیامت تک نہ فرما سکیں گے تو کسی صحابی کے قول سے ثابت کر دیں کہ مصافحہ عندالملاقات اور مصافحہ عندالبیعۃ دونوں کا حکم اور دونوں کی حقیقت ایک ہے اور اگر یہ نہ کر سکیں تو کسی فقیہ محدث کے قول سے ثابت کریں کہ دونوں کی حقیقت ایک ہے اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

اس کے بغیر مولانا کی وہ ساری حدیثیں مفید مدعا نہیں ہو سکتی ہیں جن کا تعلق بیعت سے ہے، اس لئے مولانا کی اس کاوش کو ہم مہمل سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں۔ حدیث میں ملاقات کے وقت کے مصافحہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب کوئی بھائی اپنے بھائی سے ملاقات کرتا ہے اور اس سے مصافحہ کرتا ہے تو ان دونوں کے گناہ سوکھے درخت کے پتوں کی طرح سے جھڑ جاتے ہیں، ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے، کیا بیعت کے وقت مصافحہ کے بارے میں اس طرح کی کوئی حدیث ہے، اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو بیعت اور ملاقات کے مصافحہ کو ایک قرار دینا نری زبردستی ہے۔

Scanned by CamScanner

جو مسئلہ یہ اب ہر طرف سے عاجز ہو جاتے ہیں تو پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھوا سہارا لیتے ہیں، چنانچہ مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوری بھی فرماتے ہیں:

جناب قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی کا قول، آپ اپنی بے نظیر کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔

یستحب للمسلمین تناول الاشیاء بالیمین دالاکل والشرب والمصافحۃ

مسلمان کیلئے چیزوں کا لینا اور کھانا پینا اور مصافحہ کرنا داہنے ہاتھ سے مستحب ہے۔

اگر مولانا عبد الرحمٰن صاحب زندہ ہوتے تو شیخ عبد القادر کے اقوال سے استدلال کرنے سے توبہ کرتے اس لئے کہ موجودہ زمانہ کے غیر مقلدین محققین کی تحقیق یہ ہے کہ جن کو مولانا مبارکپوری قطب ربانی کا لقب دیتے ہیں وہ خرافاتی اور وحدۃ الوجودی تھے، یعنی مشرک تھے، شیخ عبد القادر جیلانی نظریہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور یہ نظریہ غیر مقلدین کے مذہب و عقیدہ میں مشرکانہ نظریہ ہے، ایک غیر مقلد محقق لکھتا ہے:

اور غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، اور الفتح الربانی کے مصنف شیخ عبد القادر جیلانی اس نظریہ (یعنی نظریہ وحدۃ الوجود) کے جھنڈے اٹھائے پھر رہے ہیں۔ (فضیحت ننگ ص ۱۸۵)

از ابو القاسم عبد العظیم سلفی

غنیۃ الطالبین کو مولانا مبارکپوری بہت معتبر کتاب سمجھتے ہیں، حالانکہ اس کتاب میں ضعیف احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے، نیز میں کہتا ہوں کہ جن کے نزدیک صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کا قول و فعل حجت نہیں ان کے نزدیک شیخ جیلانی کا قول

Scanned by CamScanner

کس دلیل سے حجت ہوگیا، کیا شیخ جیلانی نے صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کے لئے کتاب وسنت سے کوئی دلیل پیش کی ہے؟ یا یہ ان کی اپنی رائے ہے، کل تک یہ غیر مقلدین گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ شور مچاتے تھے کہ ہم صرف وہی مانیں گے جو کتاب وسنت سے ثابت ہوگا، امتی کی تقلید حرام ہے، آج وہ ایک امتی کی پناہ میں آنے کی کوشش کر رہے ہیں ——— غرض پہلے غیر مقلدین یہ ثابت کریں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب غنیہ ضعیف احادیث سے پاک کتاب ہے، اور معتبر ہے۔ ثانیاً یہ ثابت کریں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول شرعی حجت ہے، بلا اس کے ان کا دعویٰ محقق نہیں ہوسکتا۔ ثالثاً، یہ ثابت کریں کہ یہاں مصافحہ سے مراد عند الملاقات مصافحہ ہے عند البیعۃ نہیں ہے۔ شیخ جیلانی بھی پیری مریدی دیوبندیوں کی طرح سے کرتے تھے، ان کا یہ قول بیعت والے مصافحہ کیلئے ہے ملاقات والے مصافحہ کیلئے نہیں ہے۔

غنیہ میں لکھا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے اور وتر تین رکعت ہے، مگر غیر مقلدین شیخ عبدالقادر جیلانی کی یہ بات نہیں مانتے، مگر ان کا اصرار ہے کہ ہم احناف شیخ کی ایک ہاتھ سے مصافحہ والی بات مان لیں اگرچہ اس بارے میں کوئی صریح اور صحیح حدیث نہ ہو، اور اگرچہ اس کا احتمال ہو کہ غنیہ میں مصافحہ سے مراد مصافحہ عند البیعۃ ہو۔

غنیہ میں لکھا ہے کہ ماہ محرم میں عاشورا کے روز بال بچوں پر وسعت کرنی چاہئے یعنی ان کو اچھا اچھا کھلانا پہنانا چاہئے۔ کیا غیر مقلدین کا اس پر عمل ہے، اگر نہیں تو پھر شیخ کا کوئی قول ہم پر کیسے حجت ہو سکتا ہے، اگر آپ مصافحہ کے سلسلہ میں امام بخاری اور عبداللہ بن مبارک جیسے محدثین کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں تو پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی بات ہم سے کس بل بوتہ پر تسلیم کرانے کا حوصلہ ہوگیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین کے پاس ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوئی پختہ شرعی حجت نہیں ہے، مسلمانوں کا تعامل ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ ملاقات کے

Scanned by CamScanner

وقت دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے، ایک ہاتھ سے مصافحہ کا رواج کم از کم ہندوستان میں انگریزوں کی آمد کے بعد ہوا ہے، انگریز آئے تو وہ اپنی عادت و رسم کے مطابق ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے، ان سے یہ مصافحہ ان کے خیر خواہ نیچریوں نے لیا اور پھر انگریزوں ہی کی اتباع و تقلید میں غیر مقلدین کے بزرگوں نے بھی مسلمانوں میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کا رواج ڈالا، اور اس کو زبردستی شرعی مسئلہ بنا کر مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا ماحول پیدا کیا، کسی غیر مقلد عالم کے بس کی بات نہیں ہے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے مسلمانوں میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کا رواج دکھلائے۔

ہندوستان میں شوافع بھی شروع سے رہے ہیں، مگر ان کے یہاں بھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کا کبھی رواج نہیں رہا ہے۔

اب آئیے دیکھئے کہ جن مسلمانوں نے دو ہاتھ سے مصافحہ کو اختیار کیا ہے ان کے پاس اس کی سند کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع بخاری شریف میں باب باندھا ہے۔

"بَابُ الْمُصَافَحَةِ" یعنی ملاقات کے وقت مصافحہ کیسے کیا جائے گا۔

پھر اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ وہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے اور آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ان کو تشہد کی تعلیم فرمائی اور حال یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

وکفی بین کفیہ۔ یعنی میری ہتھیلی آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ کے بیچ تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ملاقات کے وقت جو مصافحہ ہوا تھا وہ وضع دیر تک قائم رہی، آنحضور کا معمول یہ تھا کہ آپ سے جب کوئی مصافحہ کرتا یا جب کوئی بات کرتا تو جب تک وہ خود اپنا ہاتھ الگ نہ کرتا یا اپنا چہرہ نہ موڑتا یا اپنی بات پوری نہ کر لیتا آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم از کمال شفقت از خود ان چیزوں کی ابتدا نہ کرتے اور اللہ کے رسول

Scanned by CamScanner

صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صحابی مصافحہ کرتا ہوگا اس کی بھی خود خواہش ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے اس کا ہاتھ دیر تک چپکا رہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں بھی صورتحال یہی تھی کہ ملاقات کے وقت آنحضورؐ سے ان کا جو مصافحہ ہوا تھا اس میں دیر تک اللہ کے رسول نے ان کا ہاتھ تھامے رکھا تھا اور اسی درمیان آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہد کی تعلیم بھی فرمادی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا یہی مطلب سمجھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کو مصافحہ کے باب میں بطور خاص ذکر کیا ہے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تو ایک ہی ہتھیلی آنحضورؐ کے ہاتھ میں تھی اس لئے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا۔ مگر یہ غیر مقلدین کی فقہی عدم بصیرت کی بات ہے اور ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ صحابہ کرام کا معاملہ آنحضورؐ کے ساتھ عشق و محبت کے کس درجہ کا تھا۔ یہ کس کے تصور میں بات آسکتی ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مصافحہ کیلئے اپنا دونوں ہاتھ بڑھائیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسا آنحضورؐ کا پیارا خادم صرف ایک ہاتھ بڑھائے۔ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو مقام صحابہ سے واقف نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو بطور خصوص اپنی اس ہتھیلی کا ذکر کر رہے ہیں جو آنحضورؐ سے مصافحہ کے وقت آپ کے دونوں ہاتھ میں تھی، ان کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا اور نہ اس کا گمان بھی کیا جا سکتا ہے کہ آنحضورؐ سے انھوں نے صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا جب کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ آنحضور نے اپنا دونوں ہاتھ مصافحہ کیلئے بڑھایا تھا۔

اس باب کے بعد امام بخاری نے ایک دوسرا باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے باب الاخذ بالیدین[1] اس باب میں حدیث تو وہی حضرت عبداللہ بن مسعود والی مفصل ذکر کی، مگر یہ بتلانے کیلئے کہ محدثین کے مابین اس زمانے میں دونوں ہاتھ ہی سے مصافحہ

---

(۱) یعنی اس کا بیان کہ (مصافحہ میں) دونوں ہاتھ پکڑا جائے گا۔

Scanned by CamScanner

مروی ہے تھا، فرماتے ہیں۔

وصافح حماد بن زید ابن المبارک — یعنی حماد بن زید نے عبداللہ بن مبارک سے

بیسطیہ۔ — دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

حماد بن زید اور عبداللہ بن مبارک کا ترجمہ امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ میں دیکھ لیا جائے۔ یہ دونوں اپنے وقت کے عظیم القدر و جلیل الشان محدث تھے، ان کی عظمت کا اندازہ اسی سے لگائیے کہ امام بخاری جیسا محدث بھی ان کے عمل سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کی مشروعیت پر دلیل لا رہا ہے، جاننے والے جانتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخاری کے ابواب ہی میں اپنا مذہب بھی بیان کر دیتے ہیں اس لئے خود امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ مصافحہ مسنون دونوں ہاتھ سے ہوگا۔

اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ کی مسنونیت اور مشروعیت امام بخاری کے نزدیک محقق ہوتی یا اس بارے میں اسلاف کا یہی معمول ہوتا یا آنحضورؐ سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کی کوئی صحیح حدیث ہوتی تو امام بخاری اس کو ضرور ذکر کرتے، امام بخاری کا ایک ہاتھ سے مصافحہ کی بات کو بالکل نظر انداز کر دینا اور دو ہاتھ سے مصافحہ کے عمل کو ثابت کرنا اور اس پر محدثین کے تعامل سے دلیل لانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ اسلاف میں معمول امام بخاری کی تحقیق میں دونوں ہاتھ ہی سے مصافحہ کرنا تھا۔

اس دو اور دو چار کی طرح واضح حقیقت کے باوجود غیر مقلدین کے اکابر علماء بھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کو تو مسنون سمجھتے ہیں اور دو ہاتھ سے مصافحہ کو خلاف مسنون بتلاتے ہیں، اس دھاندلی اور واضح حقیقت سے چشم پوشی کا کیا علاج، کبھی غیر مقلدین مستی میں آئیں گے تو امام بخاری کے ساتھ بعد از خدا بزرگ توئی کا معاملہ کریں گے اور کبھی جب غیر مقلدیت جوش مارے گی تو امام بخاری کی تحقیق کی بھی دھجی اڑا دیں گے اور ان کے مقابلہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے مجمل اور مبہم قول سے استدلال کریں گے۔

Scanned by CamScanner

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہوتا ہے، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بھی اپنے اس رسالہ المقالۃ الحسنیٰ میں خوب دھجیاں اڑائی ہیں بلکہ صاف صاف یہ کہہ دیا ہے کہ امام بخاری کا یہ مقصود کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہوگا کسی حدیث مرفوع صریح صحیح سے ہرگز ثابت نہیں۔ (ص ۴۶) چلئے امام بخاری کا یہ مذہب بھی بلا حدیث ہو گیا۔

دیکھئے اختصار کے باوجود بھی آپ کے خط کا جواب بہت طویل ہو گیا، خدا کرے میری یہ تحریر آپ کیلئے اور زمزم کے دوسرے قارئین کیلئے مفید ثابت ہو۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے امام بخاری کا رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

"امام بخاری کا یہ مقصود (یعنی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا) کسی حدیثِ مرفوع صریح صحیح سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا"

اب اگر کوئی غیر مقلد ایک ہاتھ سے مصافحہ کی مشروعیت کے سلسلہ میں بحث کرے اور اس کو مسنون بتلائے تو آپ بھی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری ہی کا نسخہ استعمال کریں اور اس سے مطالبہ کریں کہ تم ایک ہاتھ سے مصافحہ پر کوئی حدیث مرفوع صریح، صحیح پیش کرو، پھر دیکھئے گا غیر مقلدین کو دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔ مرفوع کا مطلب ہے جس کی سند آنحضورؐ تک بلا انقطاع کے پہونچے، صریح کا مطلب ہے جس میں کسی اور طرح کا احتمال نہ ہو، صحیح کا مطلب ہے کہ وہ حدیث ہر طرح کے ضعف سے خالی ہو اور محدثین کے نزدیک اس کی سند کے تمام رواۃ ثقہ ہوں۔

Scanned by CamScanner

مسئلہ رفع یدین میں
غیر مقلدین کی غلط بیانیاں

محترمی و مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید کہ جناب والا کا مزاج بخیر ہوگا

عرض ہے کہ جناب والا کی کتابیں اور زمزم کے شمارے بعض احباب کے توسط سے ریاض پہونچے، ہم غریب الوطن قاسمی برادران کے لئے یہ نہایت گراں قدر علمی تحفہ تھا، اللہ آپ کو جزائے خیر دے، غیر مقلدین کا تعاقب اس انداز میں اب تک ہماری طرف نہیں کیا گیا تھا، کتابیں اور زمزم کے شمارے احباب بڑی دلچسپی سے پڑھ رہے ہیں اور سب کی زبان پر داد و تحسین کے کلمات ہیں، ایک صاحب نے غالباً آپ ہی کا مصرع ۔ شیخ جمن مدینہ سے باہر ہوئے ۔ کو ایک مجلس میں سنایا ۔ شیخ جمن آجکل ریاض میں ہیں، ایک پرائیویٹ مکتبہ سے متعلق ہیں ۔

پاکستان سے ایک کتاب ۱۲ مسائل نامی آئی ہے، کسی غیر مقلد کی لکھی ہے ۔ اس میں رفع یدین کی بحث میں لکھا ہے :

۔ نماز کے اندر دونوں ہاتھوں کا اٹھانا چار مقامات پر وارد ہے ۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع کے ارادہ سے تکبیر کہتے وقت (۳) رکوع سے سر اٹھاتے وقت (۴) اگر تین یا چار رکعت کی نیت ہو تو دو رکعت

Scanned by CamScanner

پوری کر کے تیسرے رکعت کے لئے کھڑے ہو کر ،،

پھر لکھا ہے :

" ان چار مقامات میں سے پہلی رفع الیدین کے بارے میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں لیکن باقی تین مقامات پر رفع الیدین کے سنت ہونے میں احناف بزرگوں نے اختلاف کیا ہے ، جبکہ احناف کے سوا پوری امت کے مسلمان اور ان کے تمام فقہی مسالک فکر یعنی اہلحدیث ، مالکی شافعی اور حنبلی سب کے سب ان چاروں مقامات پر رفع الیدین کو سنت سمجھتے ہیں ،،

مصنف کے اس دعویٰ کی حقیقت آپ کے قلم سے ظاہر ہو جائے تو بہتر ہے زمزم میں اس کا شائع ہونا مفید تر ہوگا ، احباب کا سلام قبول کیجئے ، ہم سب کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں ، غیر مقلدین کی آپ کی خلاف جو تحریریں شائع ہو رہی ہیں ان سے آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں ، صبر جمیل سے کام لیں ، اپنا کام جاری رکھیں ۔

ایم ، اے قاسمی حیدرآبادی

ریاض سعودی عرب

ناظرم ! مکہ مکرمہ سے ہمارے ایک دوست نے یہ کتاب ہمیں بھی بھیجی ہے ہم نے اس کے کچھ صفحات کا مطالعہ کیا ہے ، اس پر ہمارا ایک مفصل مضمون انشاء اللہ کسی موقع سے آئے گا ۔

آپ نے اس کتاب سے جو عبارت نقل کی ہے ، اس میں کئی جھوٹ ہیں ، غیر مقلدین علماء کا شیوہ عموماً جھوٹ بول کر اپنی بات کو پیش کرنا ہے ، رفع یدین کی بحث شریعت کا کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں ہے کہ بغیر جھوٹ بولے اس پر خامہ فرسائی نہ کی جا سکے ، مگر غیر مقلدین کا طبقہ اپنی عادت سے مجبور ہے ، جھوٹ بولے بغیر اس کا کھانا ہضم نہیں ہوتا ۔

Scanned by CamScanner

[illegible] ہمارے تمام نمبر میں ہماری ایک تحریر شائع ہو چکی ہے
[illegible] بہت سے خلجان رفع ہو جائیں گے اور رفع یدین کے سلسلہ
میں [illegible] غیر مقلدین کا مسلک بھی معلوم ہو جائے گا۔ ایک ہی بات کو بار بار دھرانا
مشکل ہے، یہ کام غیر مقلدین کا ہے، ان کی ساری توانائیاں چند فقہی مسئلوں میں خرچ
ہوتی ہیں، اللہ ان کو دین کا شعور اور فہم عطا کرے۔

آپ کی نقل کردہ عبارت میں مصنف نے فریب اور جھوٹ سے جو کام لیا ہے
میں اس کو واضح کرتا ہوں۔

(۱) مصنف کا یہ کہنا کہ رفع یدین صرف چار مقامات پر وارد ہے، سفید جھوٹ
ہے، احادیث پر جن کی نگاہ ہے وہ جانتے ہیں کہ ان چار مقامات کے علاوہ کچھ اور
جگہوں پر بھی احادیث سے رفع یدین ثابت ہے۔

(۲) دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے، مثلاً حدیثِ
وائل بن حجر واذا رفع راسہ من السجود (ابوداؤد ص ۱۰۵)

(۲) بعض روایات میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کا ذکر ہے،
مثلاً حدیث ابن عباس (ابوداؤد ص ۱۰۸ نسائی ۱۷۲)

(۳) بعض روایات میں ہر اونچ نیچ پر (عند کل رفع وخفض) رفع یدین
کا ذکر ہے مثلاً حدیث عمر ابن ابی حبیب ابن ماجہ ص ۶۲ یرفع یدیہ مع
کل تکبیر۔

گویا رفع یدین کا ذکر ان تین جگہوں کو ملا لیا جائے تو احادیث میں سات جگہوں
پر ہے، پھر یہ کہنا کہ رفع یدین صرف چار مقامات پر وارد ہوا ہے جھوٹ نہیں تو کیا ہے
رفع یدین کی یہ تمام صورتیں سلف کے یہاں معمول بہا تھیں، مگر چونکہ غیر مقلدین صرف تین یا
چار جگہوں پر رفع یدین کے قائل ہیں، اس لئے بقیہ تین جگہوں کا ذکر ان کی زبان پر نہیں
آتا بلکہ جھوٹ بولتے ہوئے اس کا انکار کرتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

[illegible] کے شمارہ نمبر میں ہماری ایک تحریر شائع ہو چکی ہے
اس کو دیکھیں، انشاء اللہ شبہات سے طبیعتیں رفع ہو جائیں گے اور رفع یدین کے سلسلہ
میں اکابر غیر مقلدین کا مسلک بھی معلوم ہو جائے گا۔ ایک ہی بات کو بار بار دھرانا
مشکل ہے، یہ کام غیر مقلدین کا ہے، ان کی ساری توانائیاں چند فقہی مسئلوں میں خرچ
ہوتی ہیں، اللہ ان کو دین کا شعور اور فہم عطا کرے۔

آپ کی نقل کردہ عبارت میں مصنف نے فریب اور جھوٹ سے جو کام لیا ہے
میں اس کو واضح کرتا ہوں۔

(۱) مصنف کا یہ کہنا کہ رفع یدین صرف چار مقامات پر وارد ہے، سفید جھوٹ
ہے، احادیث پر جن کی نگاہ ہے وہ جانتے ہیں کہ ان چار مقامات کے علاوہ کچھ اور
جگہوں پر بھی احادیث سے رفع یدین ثابت ہے۔

(۲) دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے، مثلاً حدیثِ
وائل بن حجر واذا رفع رأسہ من السجود (ابوداؤد ص ۱۰۵)

(۲) بعض روایات میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔
مثلاً حدیث ابن عباس (ابوداؤد ص ۱۰۸ نسائی ۱۷۲)

(۳) بعض روایات میں ہر اونچ نیچ پر (عند کل رفع وخفض) رفع یدین
کا ذکر ہے مثلاً حدیث عمر ابن ابی حبیب (ابن ماجہ ص ۶۲ یرفع یدیہ مع
کل تکبیر۔

گویا رفع یدین کا ذکر ان تین جگہوں کو ملا لیا جائے تو احادیث میں سات جگہوں
پر ہے، پھر یہ کہنا کہ رفع یدین صرف چار مقامات پر وارد ہوا ہے جھوٹ نہیں تو کیا ہے
رفع یدین کی یہ تمام صورتیں سلف کے یہاں معمول بہا تھیں، مگر چونکہ غیر مقلدین صرف تین یا
چار جگہوں پر رفع یدین کے قائل ہیں، اس لئے بقیہ تین جگہوں کا ذکر ان کی زبان پر نہیں
آتا بلکہ جھوٹ بولتے ہوئے اس کا انکار کرتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

(۲) دوسرا جھوٹ اس عبارت میں یہ ہے کہ مصنف کہتا ہے کہ تمام مسلمان ان چار جگہوں پر (احناف کے سوا) رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے۔ بہت سے محدثین تو رفع یدین کو واجب سمجھتے ہیں۔ کالاوزاعی و بعض اہل الظاہر (ص ۲۲۰ ج ۲ فتح الباری)

(۳) مصنف کہتا ہے کہ ان چاروں مقامات پر اہلحدیث، مالکی، حنفی، شافعی، اور حنبلی رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں، یہ بھی کھلا جھوٹ ہے، بہت سے محدثین اور فقہاء بلکہ غیر مقلدین کے اکابر بھی صرف تین مقامات پر رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں، اور بعض محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ہر تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرنا سنت ہے۔

(۴) ایک بہت بڑا جھوٹ اس عبارت میں یہ ہے کہ مصنف امام مالک کا بھی مذہب یہ بتلاتا ہے کہ وہ رفع یدین کے قائل تھے، جبکہ امام مالک سے مشہور روایت عدم رفع یدین کی ہے، مالکیہ کی مشہور کتاب المدونۃ میں ہے۔

قال مالك لا اعرف رفع اليدين في شئ من تكبير الصلوة لا في خفض ولا في رفع الا في افتتاح الصلوة

(المدونۃ ص ۷۱ جلد ۱)

یعنی امام مالک فرماتے ہیں کہ نماز کے شروع کے علاوہ کسی اور موقع پر رفع یدین کرنے کو نہیں جانتا۔

اور اس کے بعد ابن قاسم کا یہ مقولہ نقل کیا ہے۔

قال ابن القاسم وكان رفع اليدين عند مالك ضعيفا۔ — یعنی ابن قاسم کہتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک رفع یدین ضعیف تھا۔

ابن رشد مالکی بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں۔

فمنهم من اقتصر به على تكبيرة الاحرام فقط ترجيحا لحديث عبد الله — یعنی کچھ فقہاء نے رفع یدین کرنے کو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت منحصر کیا ہے

Scanned by CamScanner

بن مسعود و حدیث البراء بن
عازب و هو مذهب مالك
لموافقته العمل بمدينة ۔
(ص ۱۰۰ جلد ۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن
عازبؓ کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے اور یہی
مذہب امام مالکؒ کا بھی ہے کیونکہ اہل مدینہ کا عمل
اسی کے موافق ہے۔

ابن رشد کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ عموماً اہل مدینہ کا عمل بھی ترک رفع یدین ہی پر تھا اور یہی مذہب امام مالک کا بھی رہا ہے۔

الفقہ علی المذاہب الاربعۃ کا یہ بیان بھی ملاحظہ ہو۔

المالکیۃ قالوا رفع الیدین
حذو المنکبین عند تکبیرۃ الاحرام
مندوب وفیما عدا ذلک
مکروہ۔ (ص ۲۵۰ جلد ۱)

یعنی مالکیہ کا قول ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت
تو رفع یدین مستحب ہے، اور اس
کے سوا بقیہ جگہوں پر مکروہ ہے۔

اور حافظ ابن عبدالبر رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین کے بارے میں فرماتے ہیں:

فان رفع یدیہ حسن والا
فلاحرج (ص ۲۰۶ الکافی)

یعنی اگر اس وقت دونوں ہاتھ اٹھائے بہتر
ہے اور اگر نہ اٹھائے تو کوئی حرج نہیں۔

اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کے بارے میں فرماتے ہیں:

وان شاء رفع یدیہ وان شاء
لم یرفع ۔ (ص ۲۰۷ ایضاً)

یعنی اگر چاہے تو اس وقت رفع یدین
کرے اور چاہے تو نہ کرے۔

یہ ہے امام مالک کے مذہب کی تفصیل خود علمائے مالکیہ کی زبانی، اور ۱۲ مسائل والی کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ مالکی بھی چاروں مقامات پر رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں، امام مالک کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ دو رکعت سے اٹھنے کے موقع پر بھی رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں جھوٹ پر جھوٹ ہے۔

Scanned by CamScanner

(۱۵) ۱۲ مسائل کا مصنف کہتا ہے کہ رفع یدین کے سنت ہونے میں احناف لوگوں نے اختلاف کیا ہے جب کہ احناف کے سوا پوری امت کے مسلمان رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں۔ شاید دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی جھوٹ نہ بولا گیا ہو، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ:

وبہ یقول غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفۃ۔	یعنی یہی ترک رفع یدین بہت سے صحابہ و تابعین کا مذہب ہے، اور یہی سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا مذہب ہے۔

سفیان ثوری جلیل القدر محدث ہیں، یہ حنفی نہیں تھے مگر ان کا مذہب بھی ترک رفع یدین ہی کا ہے، امام ترمذی کے بیان سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ کے علاوہ کوفہ کے تمام فقہاء و محدثین کا یہی مذہب تھا، اور یہ بھی معلوم ہے کہ کوفہ دار العلم تھا، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے شاگردوں سے پٹا پڑا تھا۔ اگر میں تفصیل میں جاؤں تو پچاسوں محدثین کا نام لے سکتا ہوں جن کا مذہب ترک رفع یدین رہا ہے۔

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کے علماء کیسے اتنے دھڑلے سے شرعی مسائل میں جھوٹ بولتے ہیں، رفع یدین اور عدم رفع یدین کے مسئلے میں شروع ہی سے علماء و محدثین کا نقطۂ نظر الگ الگ رہا ہے، ایک جماعت رفع یدین کی قائل تھی اور ایک جماعت کی رائے اس کے خلاف تھی، کچھ لوگ ایک جگہ رفع یدین کرتے تھے، کچھ لوگ تین جگہ، کچھ لوگ چار جگہ، اور کچھ لوگ چار جگہوں کے علاوہ پانچویں چھٹی اور ساتویں جگہ بھی جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا ہے کہ احادیث سے رفع یدین کا ثبوت سات جگہوں پر ہے۔ غیر مقلدین نے تین جگہوں میں رفع یدین کا انکار کیا ہے، حالانکہ ان تین جگہوں کے بارے میں جو حدیثیں ہیں ان میں سے بعض بالکل صحیح ہیں، مثلاً نسائی کی یہ روایت۔

Scanned by CamScanner

[illegible] تک یہی عورت فرماتے ہیں کہ انھوں نے
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نماز میں
رکوع کے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے
دیکھا اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھاتے وقت
اور اسی طرح سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے
سر اٹھاتے وقت آپ اپنا دونوں ہاتھ اٹھا کر
کانوں تک لیجاتے۔

اس حدیث کے آخری حصہ کو اسی سند کے ساتھ مسلم نے بھی ذکر کیا ہے، پس یہ حدیث سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے، مگر غیر مقلدین اس صحیح سند والی حدیث پر عمل کرنے سے گریزاں ہیں اور شوق ہے کہ ان کو اہلحدیث کہا جائے، تین تین اور چار چار جگہوں پر خود رفع یدین نہیں کریں گے اور طعنہ دیں گے احناف کو کہ وہ صرف ایک جگہ پر رفع یدین کرتے ہیں، جو حدیث کے خلاف ہے، خود حدیث کے خلاف یہ کچھ بھی کریں ان کی اہلحدیثیت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا اور اگر احناف احادیث ہی کی روشنی میں مختلف فیہ مسائل میں کسی پہلو کو راجح قرار دیکر اس پر عمل کریں تو یہ غیر مقلدین احناف کے خلاف بدزبانیوں کا طوفان برپا کر دیتے ہیں۔

اندازہ لگائیے کہ جو شخص چند سطروں کی عبارت میں اس قدر جھوٹ بولے اور فریب سے کام لے اس نے پوری کتاب میں کتنا فریب کیا ہوگا اور کتنا جھوٹ بولا ہوگا۔

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

رفع یدین کے بارے میں

خط اور اس کا جواب

مکرمی مولانا محمد ابوبکر صاحب ایڈیٹر مجلہ زمزم

تحیۃ و سلاماً

میں برائے بحث نہیں بلکہ از راہ تحقیق آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ رفع یدین کے بارے میں جمہور صحابہ و تابعین کا عمل کیا تھا، وہ رفع یدین کے قائل تھے یا حنفیوں کی طرح عدم رفع یدین کے قائل تھے، براہ کرم آپ جو جواب دیں تحفۃ الاحوذی میں اس مسئلہ پر جو لکھا گیا ہے اس کو سامنے ضرور رکھیں۔ والسلام

زبیر احمد السلفی بستی

زمزم! اگر آپ نے زمزم کا شمارہ نمبر ۷ جلد ۲ دیکھا ہوتا تو آپ کو یہ سوال کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اس مسئلہ پر میں نے اس شمارہ میں کافی روشنی ڈالی ہے۔

آپ پوچھتے ہیں کہ رفع یدین کے سلسلہ میں جمہور صحابہ و تابعین کا عمل کیا تھا، میرا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ رفع یدین کے مسئلہ میں جمہور صحابہ و تابعین کا عمل احناف کے مذہب کے موافق تھا، یعنی صحابہ کرام و تابعین عظام کی اکثریت خصوصاً ان میں جو فقہاء تھے عدم رفع یدین کی قائل تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین والی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں:

وبھذا یقول بعض اھل العلم یعنی رفع یدین کے قائل اہل علم صحابہ

Scanned by CamScanner

[illegible] جو رفع یدین کے قائل تھے۔

[illegible] ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدث کا یہ اعتراف ہے کہ رفع یدین کے قائل صحابہ کرام میں سے کچھ ہی تھے۔ اگر اہل علم سے مراد فقہاء لیے جائیں تو امام ترمذی کی عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کرام میں سے جو فقہاء تھے ان میں سے کچھ ہی رفع یدین کے قائل تھے۔ اگر غیر مقلدین کی تشریح کے مطابق اہل علم سے مراد محدثین لیے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کرام میں سے جو اصحاب حدیث تھے ان میں کچھ ہی رفع یدین کے قائل تھے اور اگر اہل علم سے مراد اصحاب فقہ اور اصحاب حدیث دونوں مراد ہوں تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہوگا کہ صحابہ کرام میں سے جو اصحاب فقہ و حدیث تھے ان میں سے کچھ ہی کا مذہب رفع یدین کا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کو صاحب تحفۃ الاحوذی بالکل نظر انداز کر گئے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جزء رفع یدین رسالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ تمام صحابہ کرام کا مذہب رفع یدین کا تھا، مگر آپ خود سوچیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات کہ تمام صحابہ کرام رفع یدین کے قائل تھے، ذرہ برابر بھی باوقعت اور باوزن ہوتی تو امام ترمذی جو ان کے شاگرد خاص ہیں ان کی بات کے برخلاف اپنا فیصلہ یہ نہ سناتے کہ رفع یدین کے قائلین اصحاب علم میں سے کچھ صحابہ کرام تھے۔[1]

مولانا مبارکپوری نہایت متعصب اور غیر امین غیر مقلد عالم تھے، وہ تحقیق سے زیادہ تحقیق کا منہ چڑاتے ہیں، ہم ان کی کتابیں پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں، آپ برا نہ مانیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عدم رفع یدین

---

(۱) حضرت امام بخاری کا رفع یدین کے بارے میں مسلک کچھ اور تھا غیر مقلدین زبردستی ان کو اپنا ہم نوا سمجھتے ہیں اس کی تفصیل شمارہ نمبر ۱ اور جلد نمبر ۳ میں دیکھئے۔

Scanned by CamScanner

والی حدیث ذکر کی ہے، اور اس کو حسن کہا ہے، اور پھر فرماتے ہیں:

وبہ یقول غیر واحد من	یعنی عدم رفع یدین اہل علم صحابہ کرام اور
اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ	تابعین عظام کی بڑی تعداد کا مذہب تھا
علیہ وسلم والتابعین وھو قول	اور یہی امام ثوری اور تمام کوفہ والوں کا
سفیان واھل الکوفۃ۔	مذہب ہے۔

آپ صرف اس پر غور کریں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے رفع یدین والی حدیث کے بعد جو صحابہ و تابعین کا مذہب بتلایا ہے تو وہاں بعض اہل العلم من الصحابہ کی عبارت لائے ہیں، اور عدم رفع یدین کی حسن حدیث ذکر کرنے کے بعد وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم والتابعین کی عبارت لائے ہیں اور اہل علم حضرات خوب جانتے ہیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دوسری عبارت سے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عدم رفع یدین صحابہ و تابعین میں سے اکثر کا مذہب تھا۔

بعض اھل العلم، اور غیر واحد من اھل العلم کے بارے میں آپ خود اپنے علمار سے تحقیق کر لیں کہ پہلے عبارت کے مقابلہ میں اس دوسری عبارت میں کثرت کا معنی زیادہ ہے کہ نہیں، اور پہلے کے مقابلہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عبارت زیادہ پر زور ہے یا نہیں، اگر آپ کے علمار میں عربیت کا ذوق ہوگا اور انصاف و دیانت سے کام لینا ان کا مذہب ہوگا تو وہ میری بات کی ضرور تصدیق کریں گے، اور پھر آپ کو یہ تسلیم کر لینا ہوگا کہ امام ترمذی نے (بزعم غیر مقلدین) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کا نوٹس لئے بغیر ہی فیصلہ فرمایا ہے کہ عدم رفع یدین اکثر صحابہ و تابعین کا مذہب تھا، اور رفع یدین کچھ صحابہ و تابعین کا مذہب تھا۔

آپ کے مبارکپوری صاحب کے تعصب کا عالم تو یہ ہے کہ جس امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب کی شرح لکھ رہے ہیں، امام ترمذی نے جب حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث جس میں عدم رفع یدین کا ذکر ہے اس کو حسن کہا تو برافروختہ ہو کر اسی امام ترمذی کے

Scanned by CamScanner

علامہ ترمذی اس حدیث کو حسن کہیں تو اس پر اعتماد نہیں ہے۔

فرماتے ہیں:

ان حدیث ابن مسعود لیس بصحیح ولا بحسن بل ھو ضعیف لا یقوم بمثلہ حجۃ، واما تحسین الترمذی فلا اعتماد علیہ لما فیہ من التساھل۔

یعنی (امام ترمذی نے عبداللہ بن مسعود کی جس حدیث کو حسن کہا ہے) نہ وہ صحیح ہے اور نہ حسن ہے، بلکہ وہ ضعیف ہے، اس طرح کی حدیث قابلِ حجت نہیں ہوتی، رہا ترمذی کا اس حدیث کو حسن کہنا تو ترمذی کے حسن کہنے پر اعتماد نہیں ہے، اس لئے کہ ان میں تساہل تھا۔

اللہ اللہ یہ ہے مبارکپوری صاحب کا طنطنہ اور زمزمہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں مبارکپوری صاحب کی حقیقت کیا ہے، اور ہمت اور حوصلہ یہ ہے کہ وہ امام ترمذی پر حملہ کر رہے ہیں اور ان کے خلاف فیصلہ سنا رہے ہیں اور صحیح حدیثِ رسول کو رد کر رہے ہیں اور جو مذہب بقول امام ترمذی صحابہ کرام میں سے اہل علم صحابہ کی ایک بڑی جماعت کا تھا جس کو تابعین کی ایک بڑی جماعت نے اختیار کیا اس کے خلاف شہ زوری دکھلا رہے ہیں اور قلم چلا رہے ہیں۔

اگر اللہ نے آپ کو عقل سلیم عنایت فرمائی ہے تو آپ غور فرمائیں کہ ایک ایسا مسئلہ جو صرف راجح اور مرجوح کا ہے، جس کے بارے میں خود آپ کی جماعت کے اکابر کو یہ تسلیم ہے کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں سنت ہیں، احادیث دونوں طرح کی ہیں، اس مسئلہ میں محض اس بنا پر کہ ایک محدث نے آپ کی رائے کے خلاف فیصلہ دیا ہے، اس جلیل القدر محدث کے خلاف یہ بکواس کہ ہم امام ترمذی کی بات نہیں مانیں گے، ان کی تحسین پر اعتماد نہیں کریں گے وہ حدیث کے بارے میں سہولت پسندی سے کام لیتے تھے۔ کیا یہ مناسب فیصلہ ہے۔

Scanned by CamScanner

اگر امام ترمذی کی تحسین پر آپ کا اعتماد نہیں ہے تو پھر ترمذی شریف کی تمام حسن اور صحیح حدیثوں کو آپ کو انکار کر دینا چاہئے، اور پھر سوال یہ ہے کہ جب ان کی تحسین پر اعتماد نہیں ہے تو تصحیح پر کیا اعتماد ہوگا، بلکہ ان کے کسی حدیث کے بارے میں ضعیف اور غریب کہنے پر کیا اعتماد ہوگا، اور ترمذی شریف میں ساری روایتیں اسی قسم کی ہیں، صحیح، حسن، ضعیف، غریب، گویا ترمذی شریف کی کوئی روایت قابلِ اعتماد نہیں رہی، جب امام ترمذی ایک جگہ ناقابلِ اعتماد قرار دے دیئے گئے تو ان کا اعتبار کہیں اور کیونکر ہوگا اور پھر ان کی کتاب ترمذی کی قیمت کیا باقی رہ جائے گی، اور پھر ایسے معاذ اللہ بے اعتبار محدث کی بے اعتبار کتاب کی شرح مولانا مبارکپوری کو کیوں لکھنے کی ضرورت پیش آئی؟

آپ حضرات کی اسی قسم کی باتوں سے انکارِ حدیث کا دروازہ کھلتا ہے اور منکرین حدیث کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ معاذ اللہ احادیث کی کتابوں کا اعتبار نہیں، محدثین کی تحقیقات ناقابلِ وثوق ہیں۔

آئیے دیکھئے کہ اس مسئلہ رفع یدین کو آڑ بنا کر مولانا مبارکپوری نے کتنی حدیثوں کو رد کر دیا ہے، جو کچھ میں نقل کر رہا ہوں مولانا مبارکپوری کی کتاب تحفہ ہی سے نقل کر رہا ہوں۔

(۱) امام طحاوی اور محدث ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نقل کیا ہے۔

عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود۔	حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق کو دیکھا کہ شروع تکبیر میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں۔

مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں، یہ اثر ان الفاظ کے ساتھ محفوظ نہیں ہے۔

(۲) امام طحاوی، محدث ابن ابی شیبہ اور محدث بیہقی نے حضرت علی کا یہ اثر نقل کیا ہے۔

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ	یعنی عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت

Scanned by CamScanner

[illegible]

[illegible]

[illegible] عاصم بن کلیب [illegible] تھے۔ اس طرح اس [illegible] کو ضعیف [illegible] صاحب [illegible] کو یحییٰ بن معین جیسے محدث نے ثقہ کہا ہے۔ [illegible] ایک راوی کے بارے میں کہا کہ وہ مرجئی تھا تو مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ یہی بلا [illegible] ہے۔ (ص ۲۰۱ ج ۱)

یہاں چونکہ اس راوی کو تعدیل کرنا تھا اس وجہ سے ارجاء یعنی مرجئی ہونا جارح نہیں رہا۔

(۳) حضرت امام طحاوی، محدث ابن ابی شیبہ اور محدث بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر کا یہ اثر نقل کیا ہے۔

عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر فلم يرفع يديه الا في تكبيرة الاولى من الصلوة	حضرت مجاہد تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے صرف نماز کی تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کیا۔

آپ کے مبارکپوری صاحب اس کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابن عمر کا یہ اثر ضعیف ہے اس اثر کی سند ابوبکر عن حصین سے شروع ہوتی ہے۔ یہاں مبارکپوری صاحب امام وکیع کا مقام بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ان امام هذا الشان يحيى بن معين قال حديث ابي بكر عن حصين توهم منه لا اصل له۔ یعنی فن حدیث کے امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ وہم ہے اس کی کوئی اصل نہیں، اور انھیں یحییٰ بن معین نے اوپر والی سند کو صحیح کہا تھا اور عاصم بن کلیب کی توثیق کی تھی اور ان کو ثقہ کہا تھا تو

Scanned by CamScanner

(۴) امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مبارکپوری صاحب نے رد کر دیا، تسلیم نہیں کیا، اس تعصب کا کوئی ٹھکانہ ہے، اور یہ ایمانداران طرز گفتگو ہے۔

(۴) مسلم شریف کی روایت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر ناگواری کا اظہار فرمایا ہے، اس کے بارے میں مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں رفع یدین کے منع پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

ان روایات کا تو مبارکپوری صاحب نے تحفۃ الاحوذی میں انکار کیا ہے، اور ایکار المنن جو ان کی کتاب ہے اس میں مندرجہ ذیل روایتوں کا مختلف بہانوں اور حیلوں سے انکار کیا ہے۔

(۵) امام طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

کان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لا یرفع یدیہ فی شئ من الصلوٰۃ الا فی افتتاح۔	یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں رفع یدین صرف نماز کی ابتدا میں کرتے تھے۔

اس کے بارے میں مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے راوی حصین بن عبدالرحمٰن کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا، اس لئے یہ حدیث قابلِ رد ہے یعنی اگر کسی کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہو جائے تو اس کی کوئی حدیث قبول نہیں۔ کیا بڑھاپے میں قوی جسمانیہ و ذہنیہ جوانی کے زمانہ جیسے ہی رہتے ہیں؟ کم ہی ایسے اللہ کے بندے ہوں گے جن کا حافظہ بڑھاپے میں بھی ایسا ہی رہتا ہو جیسا کہ جوانی میں رہتا ہے، مگر مبارکپوری صاحب کا فیصلہ یہی ہے کہ انہیں محدثین کی روایت قبول کی جائے گی جن کا حافظہ بڑھاپے میں بھی جوانی کے زمانہ جیسا ہو۔

(۶) مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سند سے یہ روایت ہے۔

کان اصحاب عبد اللہ واصحاب علی رضی اللہ عنہما لا یرفعون	یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے شاگرد صرف شروع نماز

Scanned by CamScanner

ایک یہ بھی ہے کہ [illegible] ہی رفع یدین کرتے تھے۔

اور یہ بھی ہے کہ [illegible] اپنے اساتذہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو نہیں دیکھ کر ہی اور ان سے سیکھ کر ہی صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے اور سجدوں پر رفع یدین نہیں کرتے تھے، یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے، جس کا کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا مگر مولانا مبارکپوری کا تعصب یہ ہے کہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔ لیس مما یلتفت الیہ۔ یعنی یہ لائق توجہ بات نہیں ہے، مولانا مبارکپوری نے ان احادیث و آثار کا انکار تو کیا ہی ہے۔ مندرجہ ذیل روایتوں کا بھی انکار کیا ہے۔

(۷) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

عن الحسن و ابن سیرین انہما کانا یرفعان ایدیہما بین السجدتین۔

یعنی حضرت حسن بصری اور امام سیرین سے منقول ہے کہ یہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کرتے تھے۔

چونکہ آپ حضرات غیر مقلدین کا مذہب دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے کا نہیں ہے اس وجہ سے مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں، روایت ضعیف ہے۔

(۸) نسائی شریف میں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ہے۔

انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ فی صلوتہ اذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع واذا سجد واذا رفع راسہ من السجود حتی یحاذی بہما فروع اذنیہ۔

یعنی حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں رکوع میں جاتے وقت بھی کانوں کی لو تک رفع یدین کرتے تھے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی اور سجدہ میں جاتے وقت بھی اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت بھی۔

Scanned by CamScanner

اس حدیث کا ایک ایک راوی صحیح ہے مگر چونکہ یہ صحیح حدیث مولانا مبارکپوری کے مذہب کے خلاف ہے اس وجہ سے اس صحیح حدیث کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اس کی سند میں قتادہ محدث ہیں اور وہ مدلس ہیں۔

اور قتادہ وہ راوی اور محدث ہیں جن کی روایتوں سے مسلم اور بخاری کی کتابیں بھری ہیں مسلم و بخاری جن کا اعتبار کریں وہ محدث مبارکپوری صاحب کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے، منکرین حدیث آپ حضرات کی انھیں باتوں سے فائدہ اٹھا کر حدیث کا بالکلیہ انکار کر دیتے ہیں۔

(۹) صحیح سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے۔

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ فی الرکوع والسجود

یعنی حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

مبارکپوری صاحب نے اس حدیث کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ کیف یکون اسنادہ صحیحاً وفیہ حمید الطویل وھو مدلس۔ یعنی اس کی سند کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ اس کا راوی حمید الطویل مدلس ہے۔

(۱۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عند التکبیر للرکوع وعند التکبیر حین یھوی ساجداً۔

یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور سجدہ کی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

محدث ہیثمی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے، مگر مبارکپوری صاحب کہتے ہیں کہ ہمیں ہیثمی پر اعتماد نہیں ہے، فرماتے ہیں ولا یطمئن القلب علی تصحیح الھیثمی یعنی محدث ہیثمی نے جو اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے تو ان کی تصحیح پر قلب کو اطمینان

Scanned by CamScanner

[illegible] ہے۔ [illegible] کتاب [illegible] ہم اس کو [illegible] تسلیم
کریں [illegible] حدیث کا دروازہ کھل جائے اور محدثین کی ساری کاوشیں
[illegible] حدیث کا [illegible] ہے اس کی کوئی حدیث اس وقت تک
[illegible] مبارکپوری صاحب سے اس کے صحیح ہونے کا سرٹیفکیٹ نہ مل جائے
حالانکہ محدث ہونے کے اعتبار سے مبارکپوری صاحب کی جو حیثیت ہے اس سے مبارکپوری
صاحب بھی خوب واقف ہیں۔

(۱) سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے۔

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ فی افتتاح الصلوٰۃ حذو منکبیہ حین افتتح الصلوٰۃ وحین رکع وحین رفع رأسہ من الرکوع وحین سجد

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے شروع کے وقت اور رکوع کرتے وقت اور سجدہ کرتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا۔

یہ روایت بالکل صحیح سند سے مروی ہے، مگر کرام علاوی کا داؤ پکڑتے ہوئے پہلے تو اس کو ناقابل حجت قرار دیا لیکن چونکہ یہ بات خلاف واقعہ تھی اس لئے اس کی تاویل یہ کی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سجدوں میں جا رہے ہوتے تب رفع یدین کرتے۔

(۲) حضرت وائل بن حجر کی مشہور صحیح روایت دارقطنی کی ہے، حضرت وائل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔

انہ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ حین یفتتح الصلوٰۃ واذا رکع واذا سجد۔

انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز کے شروع کرتے وقت اور نماز میں رکوع میں جاتے وقت اور سجدہ کرتے وقت رفع یدین کر رہے تھے۔

اس صحیح حدیث کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں حسین بن عبدالرحمٰن نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے، اور اس کا حافظہ آخر عمر میں خراب ہو گیا تھا۔

Scanned by CamScanner

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ جزء رفع یدین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ صحیح حدیث ذکر کی ہے۔

حدثنا یحیی بن ابی اسحاق	یعنی یحیی بن ابی اسحٰق فرماتے ہیں کہ میں نے
قال رأیت انس بن مالک یرفع	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ
یدیہ بین السجدتین۔	وہ دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین
	کر رہے ہیں۔

امام بخاری نے تو اس پر کوئی کلام نہیں کیا اور اس کی سند کو بلا چوں چرا صحیح تسلیم کر لیا مگر مبارکپوری صاحب کا جذبہ انکار حدیث یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حماد بن سلمہ ہے اور اس کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا اس لئے اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے، اگر حماد بن سلمہ جیسا راوی بھی ضعیف قرار دے دیا جائے تو پھر کسی محدث پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور صحاح ستہ کی احادیث ناقابلِ اعتبار قرار پائیں گی۔

مہربان من، آپ فرمائیں کہ رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ اتنا ہی اہم ہے کہ اس کو بنیاد بنا کر بڑے بڑے محدثین عظام کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی جائیں اور احادیث صحیحہ کا انکار پر انکار کرتے چلا جایا جائے، آپ فرمائیں کہ کیا یہ عوام کو احادیثِ رسول و آثار صحابہ سے برگشتہ کرنے کی سعی ناپاک نہیں ہے، یہ سنتِ رسول کی طرف دعوت دینا ہے یا اس سے برگشتہ کرنا ہے۔

آپ نے اپنے خط میں بلا وجہ مبارکپوری صاحب کا نام لیا ہے، ورنہ آپ کا جواب تو چند سطروں کا تھا، مبارکپوری صاحب تو وہ غیر مقلد عالم ہیں کہ انھوں نے احادیث رسول سے عوام کو بدظن کرنے کی زبردست سازش رچی ہے، انھوں نے محدثین کی قدر و قیمت گھٹانے اور ان کو غیر معتبر بنانے کے لئے اپنی روشنائی و قلم کا غیر مناسب استعمال کیا ہے، اپنی ساری صلاحیتوں کو اس پر خرچ کیا ہے کہ اللہ

Scanned by CamScanner

کے دماغ کی [illegible] حدیث مصنوعہ [illegible] عوام کا اعتماد ان پر سے ختم ہو جائے، محدثین
[illegible] اعتماد [illegible] پر کوئی بھروسہ نہ کرے، یہ کون سی دین کی
خدمت ہے، بخاری و مسلم کی [illegible] پر بھی دوسروں کی نقالی میں مبارکپوری صاحب
زبردست نقد کرتے ہیں۔

مبارکپوری صاحب کا حال تو یہ ہے کہ وہ امام شعبہ کا حال بیان کرتے ہوئے
فرماتے ہیں۔ ثقة حافظ متقن كان الثوري يقول هو امير المومنين
في الحديث، وهو اول من ميز بالعراق عن الرجال وذب عن السنة
وكان عابدا، وقال احمد بن حنبل كان شعبة امة واحدة في هذا
الشان يعني في الرجال وبصيرا بالحديث وقال الشافعي لولا شعبة
لما عرف الحديث بالعراق۔ (تحفہ ص ۱۴ ج ۱)

یعنی شعبہ ثقہ حافظ اور پختہ کار محدث ہیں، سفیان ثوری فرماتے تھے کہ وہ
حدیث کے علم فن امیر المومنین (سارے مسلمانوں کے امیر) ہیں، امام شعبہ ہی نے عراق
میں پہلے پہل رجال حدیث یعنی سندوں کی چھانٹ پھٹک کی، انھوں نے سنت کا
دفاع کیا اور اس کی حفاظت ہر طرح کی، یہ بہت عبادت گزار بھی تھے، امام احمد بن حنبل
فرماتے تھے کہ فن حدیث میں امام شعبہ تنہا ایک امت ہیں یعنی رجال حدیث اور حدیث
کی ان کو خوب معرفت و بصیرت حاصل ہے، امام شافعی فرماتے تھے کہ اگر عراق میں شعبہ
جیسا محدث نہ ہوتا تو عراق میں حدیث کا فن غیر معروف رہتا۔

مولانا مبارکپوری کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ محدثین میں امام شعبہ کا کتنا عظیم
و رفیع مقام تھا اور فن حدیث میں ان کا پایہ کتنا بلند تھا، امام احمد بن حنبل جیسا آدمی یہ
کہتا ہے کہ وہ علم حدیث میں تنہا ایک امت کے قائم مقام تھے، امام شعبہ کی روایتوں سے
صحاح ستہ کی کتابیں بھری ہیں، بخاری و مسلم کے لئے امام شعبہ کی روایتیں قابل فخر ہیں۔
اور یہی امام شعبہ جن کا ابھی ابھی آپ نے خود مولانا مبارکپوری کے کلام سے حدیث

Scanned by CamScanner

میں مقام اور وقعت اور عظمت کا اندازہ لگایا، جب سورہ فاتحہ کے بعد آہستہ آمین کہنے کی روایت ذکر کرتے ہیں تو مولانا مبارکپوری صاحب کا ان کے حق میں انداز بدل گیا اور ان کو حدیث اور رجال حدیث میں ناقابل اعتبار قرار دینے پر پورا زور صرف کر دیا، اب اس امام شعبہ کے بارے میں مولانا مبارکپوری دوسروں کی تقلید میں فرماتے ہیں۔

(۱) ان شعبہ کان یخطی فی الرجال کثیرا	کہ شعبہ تو سند میں بہت غلطی کرتے تھے۔
(۲) ان شعبہ کان شاکا یشک کثیرا فی الاسانید والمتون	یعنی شعبہ شکی تھے اور احادیث کے متن اور انکی سندوں میں بہت زیادہ شک کرتے تھے۔
(۳) سفیان احفظ من شعبۃ	یعنی شعبہ سے زیادہ سفیان حافظ تھے۔
(۴) قد تقرر ان شعبہ اذا خالف سفیان فالقول قول سفیان	معلوم ہو چکا ہے کہ اگر شعبہ سفیان کی مخالفت کریں تو سفیان کا قول معتبر ہوگا۔
(۵) حدیث سفیان ثلثون الف وحدیث شعبہ عشرۃ الاف۔	سفیان کی حدیثیں تیس ہزار ہیں اور شعبہ کی حدیثیں دس ہزار ہیں

اور اس طرح وہ امام شعبہ جو فن حدیث اور فن اسماء رجال میں عظمت کے بلند ترین مینار پر تھے دھڑام سے نیچے آگئے، یہاں تک کہ مبارکپوری صاحب نے دوسروں کی تقلید میں جن کی باتیں ان کے نزدیک وحی آسمانی سے کم نہیں امام شعبہ جیسے محدث کو شکی اور احادیث کے بیان میں بہت زیادہ غلط کار ٹھہرا کے دم لیا، اور ان کا قصور کیا تھا بس یہ کہ انھوں نے سرّا آمین کی حدیث کیوں روایت کی۔

میں نے یہاں صرف ایک مثال سے مبارکپوری صاحب کی ذہنیت پر روشنی ڈالی ہے، میری کتاب غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ کا آپ مطالعہ کریں اس میں بہت سی اس قسم کی مثالیں آپ کو ملیں گی، اور پھر آپ کو اندازہ ہوگا کہ مبارکپوری صاحب نے خدمتِ حدیث کے نام پر منکرین حدیث کیلئے کتنا مواد فراہم کر دیا ہے۔

اور کبھی کبھی تو ہم مبارکپوری صاحب کی حدیث صحیح کے رد کر دینے کی جرأت کو

Scanned by CamScanner

دیکھو کہ انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں کہ ان صاحب کو صحیح حدیث کے رد کرنے کا کتنا شوق ہوتا ہے اور اس کے لئے وہ کیسا کیسا کھیلتے ہیں، مثلاً امام ترمذی نے جہراً آمین والی حدیث کو سند کے اعتبار سے سراً والی حدیث پر ترجیح دی ہے اور فرمایا کہ سند کے اعتبار سے جہراً والی حدیث جو سفیان ثوری کی سند سے ہے وہ سراً والی حدیث جو شعبہ کی سند سے ہے اصح ہے، یعنی صحتِ سند کے اعتبار سے سفیان والی حدیث کا پلہ بھاری ہے، امام ترمذی نے اصح کا لفظ استعمال کر کے شعبہ کی حدیث کو بھی صحیح بتلایا ہے، کہ ایک سنداً اصح ہے۔ اور دوسری سنداً صحیح ہے، اصح کا مطلب زیادہ صحیح ہوتا ہے، زیادہ صحیح کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ اس کے مقابلہ کی چیز صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دونوں امر صحیح ہیں البتہ ایک صحت کے اعتبار سے راجح ہے اور دوسرا صحت کے اعتبار سے مرجوح۔

مگر مبارکپوری صاحب کی منطق نرالی ہے اور اب وہ عربی زبان میں داد اجتہاد دینے کا شوق رکھتے ہیں، فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے جو اصح فرمایا ہے اس کا مطلب صحیح ہے، اور امام ترمذی کا مطلب یہ ہے کہ سفیان والی حدیث صحیح ہے اور شعبہ والی حدیث ضعیف ہے، مبارکپوری کے الفاظ یہ ہیں۔

واراد بقوله اصح الصحيح والمعنى ان حديث سفيان صحيح وحديث شعبه ليس بصحيح (ص ۲۰۹ ج ۱ تحفہ)	یعنی امام ترمذی نے اصح سے مراد صحیح لیا ہے اور ان کا مطلب یہ ہے کہ سفیان کی حدیث صحیح ہے اور شعبہ کی حدیث صحیح نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مبارکپوری صاحب کو امام ترمذی کے درس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے، اور انھوں نے اپنے کان سے امام ترمذی کو یہ بتلاتے ہوئے سنا ہے کہ میری مراد یہاں اصح سے صحیح ہے۔

خدارا آپ بتلائیں کہ یہ سب حرکتیں کیا ہیں، اور ان کا مقصد کیا ہے یہی تو کہ

Scanned by CamScanner

ایک ثقات متقدمین صحیح حدیث کو محض سند کا بہانہ لے کر رد کر دیا جائے، حالانکہ مبارکپوری صاحب جب اپنے مطلب کی بات ہوتی ہے تو دوسروں کو یہ قاعدہ سناتے ہیں کہ سند کے ضعیف ہونے سے متن کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا ہے۔

کیا خوب امام ترمذی تو سفیان والی حدیث کے بارے میں فرمائیں کہ اس کو اصح زیادہ صحیح کہو اور مبارکپوری صاحب فرمائیں کہ نہیں صرف صحیح کو کہو زیادہ صحیح مت کہو تاکہ اس کے بالمقابل والی حدیث کو ضعیف قرار دے دیا جائے۔[1]

اپنے اکابر کی اس قسم کی باتوں کو دیکھ کر اب کے غیر مقلدین احادیث رسول کے ساتھ وہ بھونڈا مذاق کرتے ہیں کہ دیانت و امانت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔

مثلاً ایک غیر مقلد صاحب نے اپنی کتاب میں رفع یدین کے بارے میں ایک حدیث کا یہ ٹکڑا نقل کیا ہے۔

ثم جئت بعد ذلك فی زمن فیه برد شدید فرأیت الناس علیهم	یعنی روایت کرنے والے نے فرمایا کہ میں اس کے بعد شدید سردی کے زمانہ میں آیا تو دیکھا

---

(۱) اگرچہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک سند کے اعتبار سے سفیان والی حدیث زیادہ صحیح ہے، مگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو مبارکپوری صاحب کا یہ قاعدہ کہ سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ (الجلد ص۲۲۵) یہاں خوب فٹ آتا ہے، اس وجہ سے کہ سفیان ثوری جو آمین بالجہر والی حدیث کے راوی ہیں اور انھیں پر اس حدیث کے صحیح ہونے کا مدار ہے، وہ خود آمین بالجہر کے قائل نہیں ہیں، اور راوی حدیث جب اپنی روایت پر خود عمل نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے نزدیک یہ روایت اگرچہ سنداً صحیح ہے مگر قابل عمل نہیں ہے اور اس کی وجہ اس کے یہاں غالباً یہی ہوگی کہ اس کے زمانہ میں یا اس کی تحقیق میں عام طور پر یہ حدیث صحابہ و تابعین اور محدثین و فقہاء امت میں معمول بہ نہیں رہی ہے، اگر اس حدیث پر عام طور پر عمل رہا ہوتا تو راوی حدیث اس حدیث پر عمل کرنے سے باز نہ رہتا۔

Scanned by CamScanner

[illegible] کہ لوگوں پر موٹے موٹے کپڑے ہیں اور کپڑوں
الثیاب [illegible] کے نیچے ان کے ہاتھ حرکت کر رہے ہیں۔

یہ تو ہے [illegible] کا ترجمہ اور جب غیر مقلد صاحب کا ترجمہ دیکھئے وہ ترجمہ کرتے ہیں:

"جب [illegible] میں دوبارہ آیا تو موسم اتنا سرد تھا کہ لوگوں نے بوجھل کپڑے اوڑھ رکھے تھے مگر رفع یدین بدستور ہی کپڑوں کے نیچے سے (ہاتھ باہر نکال کر) کرتے تھے۔" (رسائل ص۱۰۲ از حکیم عبدالرحمٰن خلیق)

یہ ہے تحرک یدیہم تحت الثیاب کا فاضلانہ اور غیر مقلدانہ ترجمہ

ایک صاحب نے آمین بالجہر کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے رسالہ میں ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما حسدتکم الیہود علی شیٔ ما حسدتکم علی آمین فاکثروا قول آمین۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود تم سے اتنا کسی چیز پر حسد نہیں کرتے جتنا تمہارے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں سو تم آمین زیادہ کہا کرو۔

اور ان غیر مقلد صاحب کا ترجمہ ہے۔

"یہود نے اتنا حسد تم سے کسی بات پر نہیں کیا جتنا آمین پکار کر کہنے پر کرتے ہیں، سو تم بہت آمین کہو تاکہ اور زیادہ جلیں۔" (رسالہ اثبات آمین از نور گھر جاکھی ص۱۸)

خاکسیدہ جملوں پر غور کرلیں ان کا حدیث میں (اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو) کہیں نام ونشان نہیں ہے مگر ہمارے فاضل غیر مقلد صاحب بڑی شان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس بات کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منسوب کر رہے ہیں، گویا بوقت واحد صحابی پر بھی افترا کیا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر بھی افترا کیا۔

میں کہتا ہوں کہ آمین بالجہر کو زیادہ سے زیادہ آپ سنت کہیں گے مگر صحابی و رسول کی

Scanned by CamScanner

صرف ان باتوں کو منسوب کرنا جو انھوں نے نہیں فرمائی ہیں یہ تو حرام ہے، ایک سنت کو ثابت کرنے کیلئے آپ حرام کا ارتکاب کریں اور وہ بھی ایسے حرام کا جس کا مرتکب مستحق جہنم ہے، اس کو کون سی شریعت جائز قرار دیتی ہے۔

خط کا جواب ضرورت سے زیادہ طویل ہوگیا، خدا کرے یہ سطریں آپ کے لئے مفید ہوں۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

کیا بلا اس تحریف و خیانت کے رفع یدین نہیں ہو سکتا!

ہم جب غیر مقلدین یعنی اہلحدیث اور بقلم خود سلفی حضرات کی کتابیں پڑھتے ہیں تو ہمیں عجیب عجیب حادثات سے گذرنا پڑتا ہے، ہم حیران و ششدر رہ جاتے ہیں کہ کتاب و سنت کا نام لے کر عوام کو گمراہ کرنے والا یہ فرقہ دیانت و امانت اور شرافت سے اتنا محروم کیوں ہے، اور خداوند قدوس نے صدق و راستبازی اختیار کرنے کی توفیق اسے کیوں نہیں عطا کی۔

ہمارا اپنا خیال اور مشاہدہ اور تجربہ یہ ہے کہ اسلاف کے دشمنوں کو امانت و دیانت اور صدق و راستبازی کی دولت سے محروم کر دیا جاتا ہے، اور اس کی مثال ہمارے سامنے شیعوں اور قادیانیوں کی ہے، شیعوں کے یہاں دین کے نام پر دغا کرنا بے ایمانی کرنا، دھوکا اور فریب دینا، جھوٹ بولنا عین ایمانداری اور دینداری اور ان کے دھرم کا جزء ہے، اسی طرح قادیانیوں کا معاملہ ہے، ان کے باطل مذہب کی بنیاد بھی جھوٹ، فریب، افترا پر ہے، اور یہ دونوں فرقے اسلاف کے شدید دشمن ہیں، جیسا کہ سب کو معلوم ہے، پس اللہ نے ان کو صدق و راستبازی کی دولت سے محروم کر دیا اور جھوٹ بولنا، فریب دینا ان کے مذہب کا جزء بن گیا۔

کچھ اسی طرح کا حال بقلم خود اہلحدیثوں اور سلفیوں کا ہے کہ انھوں نے بھی چونکہ اسلاف

Scanned by CamScanner

کے بارے میں طعن و تشنیع اور سب و شتم کو اپنا شیوہ و شعار بنالیا ہے بلکہ سب سے بڑا اہلحدیث اور سلفی وہی قرار پاتا ہے جو اسلاف اور ائمہ دین اور فقہائے امت کی شان میں سب سے زیادہ گستاخ ہو، تو پروردگار عالم نے ان سے بھی صدق راستبازی اور حق گوئی کی نعمت کو سلب کرلیا اور ان کام دغا اور فریب سے اپنے افکار و خیالات کی اشاعت بن گیا ہے، یہ کتاب و سنت کے ساتھ ایسا ایسا کھیل کرتے ہیں کہ دیانت و امانت سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں اور کتاب و سنت کی ایسی ایسی تاویل کرتے ہیں کہ شیطان بھی ان کو شاباشی دینے لگتا ہے۔

اختلافی مسائل میں سے مشہور مسئلہ نماز میں ابتداء صلوٰۃ کے علاوہ کچھ اور جگہوں پر رفع یدین کرنے کا بھی ہے، بقول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام اور تابعین میں سے کچھ لوگوں کا یہ عمل رہا ہے کہ ابتداء نماز کے علاوہ اور بھی کچھ جگہوں پر رفع یدین کرتے تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین والی حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ فرماتے ہیں:

وبھذا یقول بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم

یعنی نماز میں ابتداء صلوٰۃ کے علاوہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کرنے کے کچھ صحابہ قائل تھے، ناظرین غور فرمائیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ بعض کا لفظ استعمال کر رہے ہیں جس کا ترجمہ اردو میں آپ "کچھ" کرلیں یا اسی لفظ کو اردو میں استعمال کریں یعنی یہ کہیں کہ بعض صحابہ قائل تھے، بہر حال دونوں کا حاصل یہی نکلے گا کہ صحابہ کرام کی اکثریت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول رفع یدین کی قائل نہیں تھی، چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو لطیف اشارہ میں ظاہر بھی کر دیا ہے چنانچہ جب انھوں نے عدم رفع یدین والی حدیث ذکر کی ہے تو وہاں انھوں نے غیر واحد کا لفظ استعمال کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

وبہ یقول غیر واحد من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی صرف

Scanned by CamScanner

[illegible] ایک ہی مجلس میں شروع کرتے وقت رفع یدین کرنا جیسا کہ احناف اور مالکیہ کا مذہب ہے، بہت سے صحابہ کرام کا مذہب تھا، اور جن کو بھی ذوق عربیت ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جس کا کلمہ عربی زبان میں قلت کو بتلانے کے لئے ہوتا ہے اور جب عدد کا بیان غیر واحد سے ہو تو اس میں کثرت کا معنی پایا جاتا ہے، امام ترمذی نے رفع یدین کی حدیث ذکر کرنے کے بعد بعض کا لفظ استعمال کیا ہے اور عدم رفع یدین کی حدیث ذکر کرنے کے بعد غیر واحد کا لفظ استعمال کیا ہے اس لئے یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ امام ترمذی جیسے عظیم الشان محدث کی تحقیق کے مطابق صحابہ کرام میں رفع یدین کے قائلین کم تھے اور رفع یدین نہ کرنے والے زیادہ تھے، مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری امام ترمذی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ۔ الترمذی من ائمۃ ھذا الشان یعنی امام ترمذی فن حدیث کے اماموں میں سے ہیں، ایک جگہ اس بات کو اس طرح کہتے ہیں۔ انہ من ائمۃ الفن۔ غرضیکہ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کو علم حدیث میں امام ترمذی کی امامت اور جلالت قدر و شان کا پورا پورا اعتراف ہے، اور رفع یدین اور عدم رفع یدین کا مسئلہ بھی چونکہ حدیث ہی سے تعلق رکھتا ہے اس وجہ سے امام ترمذی کا اس بارہ میں جو فیصلہ ہے اس پر کسی قسم کا تبصرہ نہیں کیا جا سکتا۔

اس لئے رفع یدین کے مسئلہ کو بہت زیادہ قابل نزاع بنانا اور خوامخواہ کی بحثوں کو پھیلانا قطعاً مناسب نہیں ہے اور نہ اہل علم کی شان ہے، جب صحابہ کرام سے دونوں عمل ثابت ہے تو دونوں پر عمل کرنا سنت ہی پر عمل کرنا ہوگا اور یہ ماننا ہوگا کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں ثابت ہے، اور اسی وجہ سے غیر مقلدین کے مقتدیٰ اور پیشوا میاں نذیر حسین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ نذیریہ میں لکھا ہے کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین کے بارے میں جھگڑا کرنا قرب قیامت کی علامات میں سے ہے، اور یہ دونوں سنت سے ثابت ہے۔ (ص ۴۲۱/۱)

جس مسئلہ کی حقیقت اہل علم کے نزدیک صرف اتنی سی تھی غیر مقلدین نے اسی کو

Scanned by CamScanner

دینی دھاچوکڑی کا سب سے بڑا میدان بنا لیا، اور حق اور ناحق کا معیار قرار دیا، اور ان تمام ناگفتنیوں اور ناکردنیوں کا مظاہرہ کیا جن سے علم و دیانت پناہ مانگتے ہیں اور انسانی شرافت توبہ کرتی ہے، اور ان کا طغیان و طوفان اتنا بڑھا کہ صحابہ کرام ائمہ دین کو بھی نہیں بخشا اور اس طغیان و طوفان کی انتہا یہ ہوئی کہ انھوں نے احادیثِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا فریب، دھوکا دہی کا معاملہ کیا کہ شیطان نے کہا واہ، واہ میں اس کی مثال بلکہ مثالیں ابھی دوں گا۔

پہلے یہ معلوم کیجیے کہ ان کا رویہ اسلاف کے ساتھ کس طرح کا ہوتا ہے تو ابھی آپ کو معلوم ہوا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے فن حدیث کا امام کہا تھا، مگر جب انھوں نے عدم رفع یدین والی حدیث ذکر کر کے اس کو حسن قرار دیا تو یہ غیر مقلد محدث صاحب امام ترمذی پر پلٹ پڑے اور صاف صاف کہہ دیا کہ ترمذی کے حسن کہنے پر ہمیں اعتماد نہیں ہے اور یہ صاحب غصہ میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ یہ نہیں کہا کہ ہمیں امام ترمذی کے اس خاص حدیث عدم رفع یدین کو حسن کہنے پر اعتماد نہیں ہے تاکہ کچھ گنجائش بھی رہتی بلکہ مطلقاً کہہ دیا کہ اما تحسین الترمذی فلا اعتماد علیہ (تحفہ ص ۲۲۰ ج ۱) یعنی ترمذی کے حسن کہنے پر ہمیں اعتماد نہیں ہے۔ یعنی اب ان غیر مقلد محدث کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہوا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں جس جس حدیث کو حسن قرار دیا ہے وہ سب ناقابلِ اعتبار ہے۔

جی ہاں یہ ہیں عاشقانِ رسول اور اہلحدیث نام کے بہروپیے اور کتاب و سنت کے عاشق زار جنھوں نے اپنے ایک نشانہ میں ترمذی شریف کی تمام حسن حدیثوں کو کالعدم قرار دیا۔

اور پھر یہی نہیں بلکہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی جرأت اتنی بڑھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم کا بھرا پیالہ کہا کرتے تھے جن سے عدم رفع یدین والی روایت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے

Scanned by CamScanner

نقل کرتا ہے، اس جلیل القدر صحابی کے بارے میں مبارکپوری صاحب نے دوسروں کی اندھی تقلید میں کہہ دیا کہ یہ نماز کی بہت سی باتوں کو بھول گئے تھے اسی طرح یہ رفع یدین کو بھی بھول گئے۔ مولانا مبارکپوری کی اس تحقیق کی داد شیطان نے دی اور کہا واہ واہ۔

اور پھر اس مسئلہ میں غیر مقلدین کی جرأت مزید بڑھی اور عہد اول کے عام لوگوں کے بارے میں جن میں صحابہ و تابعین بھی ہیں یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ رفع یدین اس لئے نہیں کرتے تھے کہ ان میں نماز کے بارے میں سستی و کاہلی پیدا ہوگئی تھی، غیر مقلدین کے بہت بڑے محدث حافظ محمد گوندلوی فرماتے ہیں۔

"لیکن ایسا بھی زمانہ آگیا کہ رفع یدین میں سستی کرنے لگے جس طرح تکبیرات انتقال میں سستی کرنے لگے تھے۔" (التحقیق الراسخ ص ۹۴)

نیز فرماتے ہیں کہ:

"صحابہ کے زمانہ میں لوگوں نے تکبیرات انتقال چھوڑ دی تھیں یہاں تک کہ عکرمہ جیسے جلیل القدر تابعی کو بھی اس کی سنیت بلکہ اباحت میں شبہ تھا۔" (ایضاً)

اور آگے تو ان محدث صاحب نے حد ہی کر دی، صحابہ و تابعین کے زمانہ کے بارے میں آپ کا ارشاد ہوتا ہے:

"غرضیکہ طرح طرح کے تغیر ہو گئے تھے تعدیل ارکان تکبیراتِ انتقال، اوقاتِ صلوٰۃ وغیرہ کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔" (ص ۹۴ ایضاً)

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ہے غیر مقلدین حضرات کی تحقیق صحابہ کرام اور تابعین عظام کے بارے میں۔ اندازہ لگائیے کہ مسئلہ رفع یدین میں ان غیر مقلدین کے غلو نے ان کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا کہ اسلام کے عہد اول کی روشن تاریخ ہی پر زبردست حملہ کر کے صحابہ کرام و تابعین عظام کے کردار کو مشکوک بنا دیا۔

خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز کے کردار پر حملہ کرتے ہوئے یہ صاحب فرماتے ہیں:

Scanned by CamScanner

بعض علماء نے بنوامیہ کی تو خصوصاً یہ عادت ہو چکی تھی کہ وہ اوقات نماز کی پابندی نہیں کیا کرتے تھے، انکی دیکھا دیکھی حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی ہوکے ہنچ پر چلنے لگے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں ان محدث غیر مقلد صاحب کا یہ زبردست اقرار ہے کہ وہ اوقاتِ نماز کی پابندی نہیں کرتے تھے، انھوں نے حوالہ دینے میں زبردست گھپلا کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ان کا جھوٹ نہ کھلے انھوں نے فتح الباری سے جو عبارت نقل کی ہے اس کا ترجمہ کرنے کی ان کو ہمت نہ ہو سکی اس لئے کہ اس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا دور دور پتہ ہی نہیں ہے بلکہ انھیں کے حوالہ والی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت کی نماز میں صرف ایک دن کبھی تاخیر ہو گئی تھی نہ یہ کہ یہ ان کی معاذ اللہ عادت تھی جیسا کہ محدث گوندلوی صاحب نے ان کے بارے میں یہ تاثر دینا چاہا ہے خود ان کے حوالہ میں یہ عبارت موجود ہے۔

"قال ابن عبد البر ظاهر سياقه انه فعل ذلك يوما لا ان ذلك كان عادة له" ص۹۵

یعنی حافظ ابن عبد البر نے کہا کہ عبارۃ کا ظاہر سیاق یہ بتلاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن تاخیر ہو گئی تھی نہ یہ کہ یہ انکی عادت تھی"

بھلا بتلائیے کہ بات کیا ہے اور یہ غیر مقلد محدث صاحب نے اس کو کیسا بتنگڑ بنا کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسی اسلام کی قابلِ فخر و نادرۂ روزگار شخصیت کو مجروح اور مطعون کرنے کی کوشش کی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون کسی وجہ سے اگر کسی سے ایک روز نماز کے کسی وقت میں تاخیر ہو جائے جب کہ وہ امیر و والی بھی ہے جس کو مختلف کام پیش آتے رہتے ہیں تو کیا یہ کہنا جائز اور مبنی بر انصاف ہوگا کہ اس کو نماز مؤخر کر کے پڑھنے کی عادت تھی۔

یہ غیر مقلدین رائی کا پہاڑ اور پر کا کوا کیوں بناتے ہیں اس وجہ سے کہ ان کو اپنے

Scanned by CamScanner

مسلک میں بڑا صوبہت ہوتا ہے اور غیر مقلدیت کی وجہ سے ان کو اسلاف پر طعن و تشنیع کرنے میں باک اور جھجک نہیں ہوتی۔

احادیثِ رسول میں غیر مقلدین علماء کی خیانتیں

اور اپنے مسلک و عقیدہ کا یہی غلو ان کو اس پر بھی آمادہ کرتا ہے کہ وہ بلا تکلف احادیثِ رسول میں خیانتیں کر ڈالتے ہیں اور ناواقف عوام کو دھوکہ دیکر اپنی حقانیت کا جھوٹا اظہار کرتے ہیں۔

چونکہ اندازہ سے زیادہ میری گفتگو طویل ہو گئی ہے اس وجہ سے میں یہاں مسئلہ رفع یدین ہی کے سلسلہ کی احادیثِ رسول کے باب میں ان کے تین بڑے بڑے علماء کی تین خیانتیں ظاہر کرتا ہوں، اور ناظرین کو دعوتِ عبرت دیتا ہوں، ان سے گذارش کرتا ہوں کہ خدارا آپ بتلائیں کہ احادیثِ رسول فداہ ابی وامی صلے اللہ علیہ وسلم کے باب میں ایسے بے دھڑک اور بے باک اور خائن لوگوں کا شمار جماعتِ اہلحدیث میں کسی بھی درجہ میں جائز ہو سکتا ہے۔ اور کیا کسی مسلمان کا ضمیر یہ گوارا کرے گا کہ وہ ان غیر مقلدوں کو اہلحدیث کہے؟

لیجئے پہلی مثال انھیں حافظ محمد گوندلوی صاحب کی وہ اپنی اسی کتاب التحقیق الراسخ میں فتح الباری سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

"واسلم العبارات قول ابن المنذر لم یختلفوا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ"

اور اس عبارت کو حافظ صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے۔

یعنی اگرچہ مذاہب تو پہلی رفع یدین میں مختلف ہیں لیکن اس بارہ میں اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کیا کرتے تھے۔

میں حیران ہوں کہ حافظ صاحب نے اس عبارت کا یہ جو ترجمہ کیا ہے اس کی داد کن الفاظ میں

Scanned by CamScanner

اور یہ غیر مقلدین کے بہت بڑے محدث ہیں جن کے تقویٰ و دینداری اور علمی قابلیت کی جماعتِ غیر مقلدین میں دھوم ہے اور ایسے بڑے آدمی نے اتنے زبردست فراڈ والا ترجمہ کیا ہے۔

کیا رفع یدین کا مسئلہ بغیر اس فراڈ و خیانت کے حل نہیں ہو سکتا؟ اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

اور صحیح ترین بات ابن منذر کا یہ قول ہے کہ اس بارے میں لوگوں کا اختلاف نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے تو رفع یدین کرتے تھے۔

دیکھئے حافظ ابن حجر کی عبارت کا مطلب کیا ہے اور حافظ محدث گوندلوی نے اس کو کیا بنا دیا ہے۔

شاید ناظرین یہ سوچتے ہوں کہ حافظ صاحب کو یہ حرکت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تو میں بتلاتا ہوں، یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس عبارت سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ احناف نے جو صرف ابتداء صلوٰۃ میں رفع یدین کو راجح قرار دیا ہے وہ غیر اختلافی بات ہے، یعنی سب کے نزدیک اس پر اتفاق ہے کہ ابتداء نماز میں رفع یدین ہوگا، اور غیر مقلدین جو تین یا چار جگہ رفع یدین کرتے ہیں وہ اختلافی مسئلہ ہے، صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اس کی قائل تھی اور ایک بڑی جماعت اس کی قائل نہیں تھی، جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے شروع مضمون میں معلوم ہوا۔ جب کہ غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ رفع یدین کے قائلین تمام صحابہ و تابعین تھے اور رفع یدین کا مسئلہ (نماز میں تین جگہ ہے) صحابہ کے درمیان غیر اختلافی تھا، چونکہ ابن منذر کا قول غیر مقلدین کے اس دعویٰ کو رد کر رہا تھا اس وجہ سے محدث حافظ گوندلوی صاحب نے ابن منذر کے کلام کا ترجمہ نہایت عیاری سے اور پوری غیر مقلدانہ شان کے ساتھ وہ کیا جس کا نمونہ ناظرین نے دیکھ کر عبرت حاصل کی ہوگی۔

Scanned by CamScanner

اب آیئے اسی مسئلہ رفع یدین میں غیر مقلدین کے ایک دوسرے بڑے عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی کا کارنامہ ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی کی ایک کتاب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے نام سے غیر مقلدین حلقہ میں معروف و مشہور ہے، مولانا سلفی نے اس کتاب میں رفع یدین کے مسئلہ کے سلسلہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال رأیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم افتتح التکبیر فی الصلوٰۃ فرفع یدیہ حین یکبر حتی یجعلھما حذو منکبیہ و اذا کبر للرکوع فعل مثلہ و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فعل مثلہ و اذا قال ربنا لک الحمد فعل مثلہ الخ ص۲۸

اس حدیث کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کو دیکھا جب شروع نماز میں تکبیر کہتے تو تکبیر کے ساتھ ہی کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے تو اسی طرح کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو بھی اس طرح کرتے اور جب ربنا لک الحمد کہتے تو بھی اسی طرح کرتے۔

ناظرین آپ اس حدیث کے ترجمہ میں غور فرمائیں اس حدیث میں سجدہ میں جانے سے پہلے چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے، دو جگہ رکوع سے پہلے (نماز شروع کرتے وقت اور رکوع سے پہلے) اور دو جگہ رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے (سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت اور ربنا لک الحمد کہتے وقت) اور چونکہ غیر مقلدین سجدہ سے پہلے صرف تین جگہ رفع یدین کرتے ہیں، اس لئے مولانا محمد اسماعیل صاحب نے نہایت دیانتداری سے اور پوری شانِ غیر مقلدیت کے ساتھ اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی

Scanned by CamScanner

کو دیکھا جب شروع نماز میں تکبیر کہتے تو تکبیر کے ساتھ ہی کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے حدیث کے ترجمہ میں کیسا گھپلا کیا ہے، حدیث کے الفاظ کچھ ہیں اور آپ کا ترجمہ کچھ ہے، حدیث میں سجدہ سے پہلے چار جگہ کا ذکر ہے اور آپ نے اپنے ترجمہ میں اس کو تین جگہ کر کے اس حدیث کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا ہے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی شیخ الحدیث صاحب کے اس ترجمہ کی داد شیطان نے دی اور کہا واہ واہ۔

اب آئیے اس سلسلہ کی تیسری مثال کی طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رفع یدین کے سلسلہ میں ایک بہت مشہور رسالہ ہے جس کا نام جزء رفع یدین ہے، اس کو غیر مقلدوں نے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے، ہمارے پاس اس کا پاکستانی اڈیشن ہے اس میں امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

ابن جریج اخبرنی نافع ان ابن عمر رضی اللہ عنہما کان یکبر بیدیہ حین (۱) یستفتح وحین (۲) یرکع وحین (۳) یقول سمع اللہ لمن حمدہ وحین (۴) یرفع راسہ من الرکوع وحین (۵) یستوی قائما۔

اس حدیث میں سجدہ سے پہلے پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے (۱) نماز کے شروع کے وقت (حین یستفتح) (۲) رکوع کے وقت (حین یرکع) (۳) سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت (حین یقول سمع اللہ لمن حمدہ) (۴) رکوع سے سر اٹھاتے وقت (حین یرفع راسہ من الرکوع (۵) اور رکوع کے بعد بالکل سیدھا کھڑے ہونے پر (حین یستوی قائما)

Scanned by CamScanner

چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کے مطلب کے خلاف تھی اس وجہ سے غیر مقلد مترجم نے وحین سمع اللہ لمن حمدہ کا وحین یرفع راسہ من الرکوع وحین یستوی قائما کا یہ فاضلانہ غیر مقلدانہ ترجمہ کیا ہے۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں اور غیر مقلدین کی دیانتداری وایمانداری کی داد دیں۔ مترجم صاحب ترجمہ فرماتے ہیں۔

اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے رکوع سے سر اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے .....

سبحان اللہ کیسا مبارک ترجمہ ہے۔ دیانت وامانت علم وفقہ، شرافت ومروت سب کا جنازہ نکال کر رکھ دیا اور میدان میں خم ٹھوک کر کھڑے ہیں، ہم اہلحدیث ہیں، ہم سلفی ہیں، کتاب وسنت پر عمل کرنے والے ہیں، گلزار محمدی کے بلبل نالاں ہیں۔

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں
طوق زریں ہمہ در گردن خرمی بینم

ناظرین کرام آپ نے اندازہ لگایا کہ رفع یدین کا مسئلہ جو صحابہ کرام کے زمانہ سے اب تک اختلافی رہا ہے اور اختلاف بھی اولیٰ اور غیر اولیٰ سے زیادہ کا نہیں ہے، مگر غیر مقلدین کے غلو اور افراط نے اس مسئلہ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا، حتیٰ کہ کتاب وسنت اور اسلاف امت کی آبرو کو بھی روند ڈالا، اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کی شخصیات پر بھی ناروا حملے کئے، ہم اس طرح کے غلو سے ہزار بار پناہ مانگتے ہیں اور خدا سے نہایت عاجزی سے دعا کرتے ہیں کہ بار الٰہی ہمیں تو رشد وہدایت کے راستہ پر لگائے رکھ، اور ہمارے کسی عمل کو شیطان کے خوش کرنے کا ذریعہ نہ بنا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

Scanned by CamScanner

کن شرطوں کے ساتھ
عورتیں نماز کے لئے مسجدوں میں جائیں

مکرمی مولانا نورالدین صاحب زاد فضلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدیر زمزم حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب مدظلہ کے پاس میں نے بعض سوالات بھیجے تھے، ان کا جواب زمزم میں شائع نہیں ہوا، ہمارے یہاں یہ مسئلہ اٹھایا جارہا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونا فی زمانہ ضروری ہے، اس بارے میں براہ کرم آپ اپنا خیال ظاہر فرمائیں۔ اگر حدیث میں اس کی اجازت ہے تو احناف اس سے کیوں منع کرتے ہیں۔

والسلام

نعیم الدین شیخ گونڈہ

مدیر زمزم کے پاس آپ کے سوالات پہنچے نہ ہوں گے، یا زمزم کے شماروں میں آپ کے سوالات ہی جیسے سوالوں کا جواب شائع ہو چکا ہوگا، اس وجہ سے آپ کے سوالات کا جواب زمزم میں شائع نہ ہو سکا۔

بعض امور اپنی ذات کے اعتبار سے تو مباح ہوتے ہیں، مگر بعض خاص وجہوں سے ان کی اباحت ختم ہو جاتی ہے، جیسے امرد لڑکوں کو بالغ نمازیوں کے بغل میں کھڑا ہونا فی نفسہ مباح ہے، لیکن اگر اس سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اور نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا ہوتا ہو تو ایسے لڑکوں کا بالغ مردوں کے ساتھ کھڑا ہونا مباح نہ ہوگا۔

Scanned by CamScanner

اجنبیہ عورت کی طرف دیکھنا اس وجہ سے شریعت میں ممنوع اور حرام ہے کہ اس سے دوسرا فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، ورنہ فی نفسہ یہ کوئی حرام کام نہیں ہے، اس طرح کی مثالیں شریعت میں بہت ہیں۔

عورتوں کا مسجد میں جانا اصلاً مباح ہی ہے، آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کا مسجد میں آنا جانا تھا، نماز کے لئے بھی اور غیر نماز کے لئے بھی، مگر آپ کے زمانہ میں بھی ان کے لئے بہتر یہی تھا کہ وہ گھر میں نماز پڑھیں، خود آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے بارے میں ارشاد تھا کہ عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو عورتیں مسجدوں میں جاتی تھیں ان کے لئے کچھ شرائط تھیں، وہ عورتیں ان شرطوں کو پورا کرتی تھیں تو ان کے لئے مسجد میں نماز پڑھنا روا رکھا گیا تھا۔

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد جب حالات میں تغیر شروع ہوا اور زمانہ خیر سے شر کی طرف بڑھتا رہا، تقویٰ اور تدین مسلمانوں میں کم ہوتا گیا تو عورتوں کی عصمت وعفت کی حفاظت کے پیش نظر فقہائے اسلام نے عورتوں کو مساجد میں نمازوں کے لئے جانے کو اچھا نہیں سمجھا، ان فقہائے کرام میں حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ جیسے صحابہ کرام بھی ہیں، حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے اپنے زمانہ میں عورتوں کا مسجدوں میں جانا پسند نہیں کیا تھا، اس کی وجہ وہی تھی کہ زمانہ خیر سے شر کی طرف بڑھ رہا تھا، اور عورتوں کے مساجد میں آنے کی وجہ سے فتنوں کے دروازے کھلنے کا اندیشہ تھا، مساجد میں آنے والی عورتوں میں ان شرطوں کا لحاظ بھی کم ہوتا جا رہا تھا جن شرطوں کے ساتھ عورتوں کو مسجدوں میں حاضر ہونے کو گوارا کیا گیا تھا۔

غیر مقلدین حضرات اس مسئلہ میں بلاوجہ ادھم مچائے ہوئے ہیں، بخاری کی صریح روایت ہے کہ عورتوں کے لئے گھروں میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے

Scanned by CamScanner

افضل ہے۔ اب معلوم نہیں کیوں غیر مقلدین کو اس کا شوق ہو گیا ہے کہ جس بات کو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے افضل قرار دیا ہے اس کو تو غیر افضل قرار دیں اور اس پر نکیر کریں اور دعوت اس بات کی دیں جس کو آنحضورؐ نے اپنے زمانہ میں بھی افضل اور اولیٰ نہیں بتلایا ہے، کسی حدیث سے ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے کی رغبت دلائی ہو یا اس کو افضل قرار دیا ہو، تو جو کام آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مرضیٰ و منشاء کے خلاف ہے غیر مقلدین اہلحدیث بن کر اسی کی دعوت دے رہے ہیں۔ غیر مقلدین کی اس فہم کو کیا کہا جائے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم

سیھدیھم طریق الھالکینا (۱)

پھر تعجب تو یہ ہے کہ غیر مقلدین اپنے علماء کی کتابوں سے بھی جاہل ہوتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے علماء کی تحقیقات سے بھی بے پرواہ ہو گئے ہیں، اگر ان بیچاروں کا اس کا علم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں کہ عورتوں کو مسجد میں نماز کے لئے جانا چاہئے کہ نہیں، اگر جانا چاہئے تو اس کی شرطیں کیا ہیں، ان کے بڑوں نے کیا لکھا ہے تو عورتوں کو مسجد میں لیجانے کے لئے جو آج کل یہ دھما چوکڑی غیر مقلدین نے مچا رکھی ہے، اس کا رنگ پھیکا ہوتا اور ان کا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ جاتا۔

صاحب تحفۃ الاحوذی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری مشہور غیر مقلد محدث کا یہ بیان غیر مقلدین آنکھ کھول کر پڑھ لیں، انشاء اللہ عورتوں کو مسجدوں میں لیجانے کی دعوت میں جو موجودہ تیزی ہے وہ کم ہو جائے گی۔ مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں:

"تم جانو کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے"

---

(۱) جب کوا کسی قوم کا رہنما بن جائے تو ہلاکت ہی اس قوم کا مقدر ہے۔

Scanned by CamScanner

[illegible] عورت کو [illegible] مسجد میں جانے کی اجازت ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible] شوہر کی اجازت سے
[illegible] لیکن اس کیلئے چند شرطیں ہیں جن کا بیان
احادیث میں آیا ہے [illegible] کا ذکر کیا ہے

اس کے بعد مولانا عبدالرحمن مبارکپوری صاحب نے امام نووی کے حوالے سے ان شرطوں کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) جو عورت نماز کیلئے مسجد میں جائے وہ خوشبو نہ لگائے (۲) بن سنورکر نہ جائے (۳) پاؤں میں آواز والا زیور نہ پہنے (۴) اچھے کپڑے پہن کر نہ جائے (۵) مردوں سے ملے جلے نہیں (۶) نوجوان نہ ہو یا نوجوان کی طرح نہ ہو (۷) راستہ میں عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کا قصہ نہ ہو۔

آپ ان شرطوں میں غور فرمائیں کہ کیا مساجد میں جانے والی اہلحدیث گھرانے کی عورتیں موجودہ زمانہ میں ان شرطوں کا لحاظ رکھتی ہیں اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ان کا مسجد میں جانا اگرچہ نماز ہی کیلئے ہو کیونکر جائز ہوگا

آپ نے اندازہ لگایا کہ محدثین اور فقہاء نے احادیث ہی کی روشنی میں عورتوں کو مسجدوں میں جانے کیلئے یہ شرطیں مقرر کیں ہیں، ان شرطوں کا احادیث میں مذکور ہونا ہی ہے، یہ دلیل ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی شریعت نے حوصلہ افزائی نہیں فرمائی ہے۔

مگر آجکل کے غیر مقلدین ڈھولک بجا بجا کر اپنی عورتوں کو مساجد میں لا رہے ہیں جوانوں کو بھی اور نوجوانوں کو بھی، بوڑھیوں کو بھی اور ادھیڑوں کو بھی اور کہا یہ جا رہا ہے کہ ہم سنت پر عمل کرنے والے لوگ ہیں۔

باندھی ہے سب نے زیر فلک جھوٹ پر کمند
شاید بگڑ گیا ہے کہیں پاٹ نیل کا

امام احناف رحمہم اللہ کی نگاہیں کسی مسئلہ کے صرف ایک ہی گوشہ پر نہیں ہوتی ہیں

Scanned by CamScanner

بلکہ وہ مسئلوں کا ہر پہلو سے جائزہ لیتے ہیں پھر کتاب و سنت اور عقل سلیم اور عادات متداولہ سے لگتا ہوا جو فیصلہ ہوتا ہے اس کو اختیار کرتے ہیں، ان کی نگاہ میں مسئلے متعلق تمام احادیث ہوتی ہیں اور ان کی روشنی میں جو ان کا فیصلہ ہوتا ہے وہ ایسا جچا تلا اور حق سے قریب ہوتا ہے کہ کسی عقل سلیم والے کو اس کے انکار کی بشرط انصاف گنجائش باقی نہیں رہتی۔

میں نے آپ کے جواب میں اختصار سے کام لیا ہے اس لئے کہ اس موضوع پر حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری دامت برکاتہم کی ایک مفصل تحریر شائع ہونے والی ہے وہ تحریر تیار ہے موقع آنے پر شائع ہوگی۔

والسلام

نور الدین نور اللہ الاعظمی

Scanned by CamScanner

خط اور اس کا جواب

احرام کے لئے دو رکعت نماز

محترم المقام حضرت مولانا غازی پوری صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

والاگرامی قدر ترجمان اہلحدیث جناب کی نظر سے گزرتا ہوگا، اس کے ہر شمارے میں آپ کیخلاف نہایت گھٹیا زبان میں کئی کئی مضامین ہوتے ہیں ۲۴ر شوال والے شمارہ میں ایک فتویٰ کے جواب میں لکھا ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی قولی، فعلی یا تقریری حدیث مروی نہیں ہے جس میں آپ نے اپنی امت کے لئے احرام باندھتے وقت دو رکعت نماز مشروع قرار دی ہو۔

براہ کرم آپ اس مسئلہ کی وضاحت فرمادیں کرم ہوگا۔

حبیب الرحمٰن نیازی کٹک

زعزم!

مجھے اپنے ایک متعارف عزیز سے یہ شمارہ ملا، انھوں نے بھی اتفاق سے اسی مسئلہ کی طرف توجہ دلائی، میرا گھرانہ اس وقت ایک شدید حادثہ سے متاثر ہے۔ طبیعت میں نشاط نہیں ہے کہ میں کوئی تفصیلی گفتگو کروں، اختصاراً عرض یہ ہے کہ عام طور پر محدثین، فقہاء اور جماہیر مسلمین کا مذہب یہی ہے کہ دو رکعت نماز کے بعد

Scanned by CamScanner

احرام باندھنا افضل ہے ، فرض نماز کے بعد چاہے باندھے ورنہ دو رکعت نفل نماز ادا کرے ، اور احرام باندھے ، اللہ کے رسول صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ہی احرام باندھا اور تلبیہ کہا ہے ، بخاری شریف میں ہے :

لما صلی فی مسجد ذی الحلیفۃ رکعتین اوجب من مجلسہ فاھل بالحج ۔ (بخاری مع فتح الباری ص۴۰۱)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز ادا کی اس وقت احرام باندھا اور لبیک کہا ۔

اور بخاری ہی میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت نافع فرماتے ہیں۔

کان ابن عمر رضی اللہ عنہ اذا اراد الخروج الی مکۃ ادھن بدھن لیس لہ رائحۃ طیبۃ ثم یأتی مسجد ذی الحلیفۃ فیصلی ثم یرکب واذا استوت بہ راحلتہ قائمۃ احرم ثم قال ھکذا رأیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یفعل ۔	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ کے لئے تشریف لے جاتے تو بلا خوشبو کا تیل استعمال کرتے پھر مسجد ذوالحلیفہ میں آکر نماز ادا کرتے پھر سواری پر سوار ہو کر تلبیہ کہتے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے ۔

اور مسلم شریف کی روایت ہے ۔

ان عبد اللہ بن عمر کان یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرکع بذی الحلیفۃ رکعتین ثم اذا استوت بہ الناقۃ قائمۃ عند مسجد ذی الحلیفۃ اھل بھؤلاء الکلمات ۔	یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھ کر تلبیہ کہتے تھے ۔

مسلم شریف ہی میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned by CamScanner

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی المسجد [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی اور اس کے بعد آپ
نے تلبیہ کہا۔ نسائی و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اھل
فی دبر الصلوٰۃ یعنی نماز کے بعد آپ نے احرام باندھا۔

ان احادیث کی روشنی میں آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کا احرام باندھنا اور تلبیہ کہنا نماز کے بعد تھا یا نہیں؟

مشہور سلفی حنبلی عالم شیخ عبدالعزیز المحمد السلمان اپنی کتاب الاسئلۃ
والاجوبۃ الفقہیۃ میں لکھتے ہیں۔

وسن احرام عقب رکعتین فرض
او رکعتین نفلاً (ص ۲۲۵)

یعنی دو رکعت فرض یا دو رکعت نفل نماز
کے بعد احرام باندھنا مسنون ہے۔

حافظ ابن عبدالبر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب نقل کرتے ہیں۔

ویستحب له ان یکون احرامه
باثر صلوٰۃ یصلیها قاصدا لذالك
ولو احرم باثر صلوٰۃ مکتوبۃ او
نافلۃ اجزأہ۔ (الکافی ج ۱ ص ۳۶۴)

یعنی حاجی کیلئے مستحب ہے کہ اس کا احرام
نماز کے بعد اسی مقصد کیلئے وہ نماز
ادا کرے اگر فرض یا نفل نماز کے بعد بھی وہ
احرام باندھتا ہے تو بھی کافی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مکث بالمدینۃ تسع سنین
لم یحج، ثم اذن فی الناس فی
العاشرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم حاج فقدم المدینۃ
بشر کثیر فخرج حتی اتی ذا الحلیفۃ

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نو سال
تک مدینہ میں رہے اور آپ نے حج نہیں کیا پھر
دسویں سال آپ نے حج کا اعلان کیا، آپ کا
اعلان سن کر بہت سے لوگ مدینہ آگئے۔ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے ذوالحلیفہ
آئے غسل کیا خوشبو لگائی اور مسجد میں

Scanned by CamScanner

[illegible] رکعتین	دو رکعت نماز پڑھی اور پھر احرام
ثم احرم [illegible]	یعنی احرام باندھا کر لبیک کہا۔
وحرم [illegible] ۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۱۰)	

شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں :

وکان اول اعمالہ حین صلی	یعنی آپ نے احرام دو رکعت پڑھنے کے
رکعتین وانما اغتسل وصلی	بعد باندھا۔ آپ کی تقریر نے پہلے
رکعتین ومن ذالک اقرب لتعظیم	غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اس میں
شعائر اللہ (ایضاً)	شعائر اللہ کی زیادہ تعظیم ہے۔

ہماری اس مختصر سی گفتگو کے بعد آپ کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا کہ غیر مقلدین حضرات کا یہ کہنا کہ احرام کے لئے دو رکعت نماز پڑھنا مشروع نہیں ہے اور یہ کہ اس بارے میں کوئی قولی فعلی یا تقریری حدیث مروی نہیں ہے۔ غیر تحقیقی اور بے وزن بات ہے۔ عام مسلمانوں کا عمل دو رکعت نماز کے بعد ہی احرام باندھنے کا شروع ہی سے رہا ہے۔ اور ان کا یہ عمل احادیث اور صحابہ کرام کے فعل کی پیشگی میں ہے۔ غیر مقلدین کا مزاج متفق علیہ مسائل کے خلاف فتویٰ بازی کر کے عوام میں انتشار پیدا کرنے اور اسلاف امت سے بدظن کرنے کا شروع ہی سے رہا ہے۔ پہلے بھی انھوں نے یہی کیا اور آج بھی ان کا یہی وطیرہ ہے۔

احرام باندھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا غیر مقلدین کے نزدیک بلا دلیل ہے مگر انڈے اور مرغ کی قربانی کرنا بلا دلیل ہے۔ فتاویٰ ستاریہ میں ہے۔

سوال نمبر ۲۹ معروض آنکہ زمانہ حال میں چیزوں کی گرانی حد سے بڑھ گئی ہے کسی صحیفہ میں نکل چکا ہے کہ مرغ کی قربانی بھی جائز ہے۔ آپ مرغ کی قربانی جائز سمجھتے ہوں تو بندہ کی تحقیق کرا دیں۔ شرعاً مرغ کی قربانی جائز ہے۔ جواب نمبر ۲۹

(فتاویٰ جلد دوم طبع حدیث منزل کراچی نمبر ۱)

Scanned by CamScanner

اور اسی فتاویٰ استاریہ کی جلد چہارم میں ہے۔

سوال نمبر ۶۲۳ ۔ مرغ اور انڈے کی قربانی ہو سکتی ہے؟

(جواب) حدیث جمعہ میں آیا ہے کہ جو شخص سب سے پہلے آیا اسکو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملے گا، اور اس کے بعد آنے والے کو گائے کی قربانی کا اور جو اس کے بعد آئے اس کو بکرے بھیڑ کی قربانی کا اور جو اس کے بعد آیا اس کو مرغ کی قربانی کا ثواب ملے گا اور اس کے بعد بھی آیا تو اس کو انڈے کی قربانی کا ثواب ملے گا۔ ص ۱۴۰

اس حدیث سے غیر مقلدین حضرات کے مجتہدین و علماء کرام و مفتیان عظام انڈے اور مرغ کی قربانی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں، کیسا شاندار استدلال ہے۔

یہ حضرات غیر مقلدین (اللہ ان کو ہدایت دے) احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس قسم کا بھونڈا مذاق کرتے ہیں اس پر ہمیں بہت زیادہ تعجب اسلئے نہیں ہوتا کہ عدم تقلید کے نتائج اس سے بھی زیادہ خطرناک ہمارے سامنے آچکے ہیں۔

جب آدمی بلا اہلیت مجتہد بن جاتا ہے تو وہ کیا کچھ کہہ ڈالے اور کیا کچھ لکھ ڈالے نہیں کہا جا سکتا، جس مسئلہ کے بارے میں ایک نہیں متعدد احادیث ہوتی ہیں اس کا تو یہ انکار کرتے ہیں اور جس مسئلہ میں کوئی حدیث نہیں ہوتی اس کو یہ حضرات شرعی مسئلہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔

اب اخیر میں یہ عرض ہے کہ ترجمان اہلحدیث دہلی میں ہمارے بارے میں جو کچھ لکھا اور کہا جا رہا ہے اس پر آپ تعجب نہ کریں، اس قسم کی زبان اور تحریر غیر مقلدین کی علمی میدان میں پسپائی کی دلیل ہے، یہ بیچارے اسی طرح کی طبیعت کے مالک ہیں، بس ان کے لئے ہدایت کی دعا کرتے رہیں کہ ہمارے بس میں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

Scanned by CamScanner

جمعہ کی اذان عثمانی کو بدعت کہنا گمراہی ہے

محترمی زاد مجدہم ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی!

الحمد للہ زمزم کے شماروں کا باقاعدہ مطالعہ کا شرف حاصل کر چکا ہوں، اس کی دو سالہ فائلیں میرے پاس ایک قیمتی سرمایہ کے طور پر محفوظ ہیں۔

زمزم نے ہماری آنکھیں روشن کر دی ہیں اور احناف رحمہم اللہ کے بارے میں ہر قسم کے شک وشبہ سے دل ودماغ پاک وصاف ہیں، اللہ تعالیٰ دارین میں آپ کو جزائے خیر دیں۔ غیر مقلدیت کے طوفان کیلئے زمزم سد سکندری بن گیا ہے، آپ کی ذات گرامی ہم قاسمی برادران کیلئے باعث صد افتخار ہے۔

ہمارے یہاں آجکل بعض سلفی حضرات نے جمعہ کی اذان عثمانی کو بدعت عثمانی کہنا شروع کر دیا ہے، غالباً زمزم کے شماروں میں اس مسئلہ پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا ہے براہ کرم اس بارے میں آپ اپنی معلومات سے ہم کو فائدہ پہونچائیے۔ والسلام

نظام الدین قاسمی بہرائچ

زمزم!

جمعہ کی اذان عثمانی کو بدعت کہنا حضرت عثمان خلیفہ راشد داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے، اس طرح کی بات کوئی مسلمان زبان سے

Scanned by CamScanner

[illegible] حضرات گرامی کو سمجھ دیں، یہ حضرات جب صحابہ کرام کے بارے میں [illegible] کرتے ہیں تو میں کانپ جاتا ہوں، ذرا سوچیں اگر صحابہ کرام اور خلفائے راشدین ہی بدعت کو ایجاد کرنے والے اور بدعتی بن جائیں تو پھر اس دین کا کیا بنے گا، اس کی بنیاد ہی صحابہ کرام کے دعوت و تبلیغ پر ہے، اللہ نے صحابہ کرام ہی کو ساری امت تک دین کے پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

ان سلفی حضرات نے اپنا نام سلفی رکھ تو لیا ہے مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو صحابہ کرام کے بارے میں اس قدر بدعقیدہ ہو کر ان کو بدعت کا ایجاد کرنے والا اور بدعتی قرار دے وہ سلفی کیسے ہوگا، سلف کا سلسلہ تو صحابہ کرام ہی سے شروع ہوتا ہے، صحابہ کرام کو جو اپنا سلف نہ مانے وہ رافضی اور شیعہ تو ہوگا مگر سلفی نہیں ہو سکتا، اگر کوئی شیعہ اس قسم کی بات کرے تو سمجھ میں بھی آتا ہے کہ شیعوں کا عقیدہ ہی صحابہ کرام سے تبری و برائت کا ہے، مگر سلفی نام رکھ کر کسی ادنیٰ درجہ کے صحابی کے بارے میں اس قسم کی بات کرنا چہ جائیکہ کسی خلیفۂ راشد کی بات ہو سلفیت کا مذاق اڑانا ہے۔

اگر جمعہ میں اذان عثمانی کو بدعت احناف کی ضد میں کوئی صاحب فرماتے ہیں تو شاید ان کو معلوم نہیں کہ اس اذان کی مسنونیت کے قائل صرف احناف نہیں ہیں بلکہ تمام محدثین و فقہاء اور پوری امت اسلامیہ اس اذان کو مسنون مانتی ہیں اور پورے عالم اسلام میں صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر آج تک اس اذان پر عمل ہو رہا ہے، اہلسنت کی تمام مساجد میں جمعہ کی دو اذان ہوتی ہے، البتہ امت کے اس اجماعی عمل کے خلاف شیعوں نے اس اذان پر بدعت ہونے کا حکم لگایا ہے، انھیں کی اتباع و تقلید میں غیر مقلدین بھی اس اذان کو بدعت قرار دیتے ہیں اور نام رکھے ہوئے ہیں اپنا اہلحدیث اور سلفی ؎

چمن میں رونق فصل بہاراں دیکھنے والو
چمن ہی کے کسی گوشہ سے ہوتی ہے خزاں پیدا

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ جلد ثالث ص ۲۰۴ و ص ۲۰۵ میں

Scanned by CamScanner

اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ شیعہ رافضی کا یہ کہنا کہ جمعہ کی اذان عثمانی بدعت ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ بدعت تھی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس بدعت کو ختم کیوں نہیں کر دیا، اگر یہ اذان بدعت تھی تو کسی صحابی نے اس پر انکار کیوں نہیں کیا؟

اگر شیعہ اور رافضی یہ کہتے ہیں کہ یہ اس لئے بدعت ہے کہ اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، حضرت عثمان نے اس کو بلا دلیل شرعی جاری کیا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان رافضیوں اور شیعوں کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے اس کو بلا دلیل شرعی جاری کیا؟ اگر تمہیں اس کی دلیل شرعی نہیں معلوم تو کیا ضروری ہے کہ حضرت عثمانؓ کو بھی اس کی دلیل شرعی نہ معلوم ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عثمانؓ کا یہ وہ فعل تھا جس کو ساری امت نے بالاتفاق قبول کیا ہے، چاروں مذاہب والوں کا اس پر عمل ہے جیسا کہ تمام امت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تراویح والے عمل کو ایک امام کے پیچھے باجماعت تراویح پڑھنا بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور آج تک ساری امت اسی طرح تراویح پڑھتی ہے"

ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

"وکلھم متفقون علی اتباع عمر وعثمان فیما سناہ"

یعنی ساری امت حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مسنون و جاری کردہ عمل کو بالاتفاق قابل اتباع سمجھتی ہے۔

تعجب ہے کہ جماعتِ غیر مقلدین شیعوں کی اتباع و تقلید میں ایک ایسے عمل کو بدعت قرار دیتی ہے جس کو ساری امت نے سنت سمجھ کر قبول کیا ہے، اور اس لئے اس کو سنت سمجھا ہے کہ خلفائے راشدین کا کوئی عمل بدعت نہیں ہوتا ہے بلکہ بحکم رسول اللہ وہ سنت

Scanned by CamScanner

[illegible] ہے، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء
الراشدین [illegible] اس حدیث شریف میں اللہ کے رسول نے خلفائے راشدین کے دینی
و شرعی عمل و طریقہ کو بھی سنت قرار دیا ہے، جناب رسالت میں کس قدر گستاخی ہے
کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم جس چیز کو سنت قرار دیں غیر مقلدین اس پر بدعت
ہونے کا حکم لگائیں۔

استغفر اللہ ثم استغفر اللہ

پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی　　کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

حالانکہ امت کا یہ اجماعی فیصلہ ہے کہ خلفائے راشدین کا عمل سنت متبعہ ہے،
یعنی ایسی سنت جس کی اتباع و پیروی لازم ہے، حافظ ابن حجر بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

فان کان من الخلفاء الراشدین　　یعنی اگر کوئی عمل زمانۂ نبوت میں نہیں تھا،
فھو سنۃ متبعۃ۔　　اور اسکو خلفائے راشدین نے جاری کیا تو وہ
(فتح الباری جلد ۲ ص ۲۰۰)　　سنت ہے، اور اس کی اتباع ضروری ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین کا عمل لغۃً بدعت تو کہلائے گا
مگر شریعت میں وہ عمل مسنون ہوتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ:

لانھم سنوہ بامر اللہ　　یعنی خلفائے راشدین نے اپنے زمانہ میں
ورسولہ فھو سنۃ۔　　جس چیز کو جاری کیا وہ اللہ اور اس کے رسول
(فتاوی جلد ۲۲ ص ۲۳۵)　　کے حکم سے جاری کیا ہے اسلئے وہ سنت ہی ہے۔

بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ اذان کو بدعت شرعی قرار دینا کسی
اہلسنت والجماعت سے متصور نہیں ہو سکتا، یہ صرف شیعوں رافضیوں اور غالی اور متشدد
قسم کے غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے، میں نے غالی اور متشددین کی بات اس لئے کی ہے کہ
سنجیدہ غیر مقلدین بھی اس اذان عثمانی کو بدعت نہیں قرار دیتے ہیں، بلکہ اس کے جواز
کے قائل ہیں۔

Scanned by CamScanner

میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ نذیریہ میں ہے :

سوال ۔ جمعہ کی اذان ثالث جائز ہے یا نہیں ؟

جواب ۔ جائز ہے ۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ ص ۵۷۴)

اگر غیر مقلدین کا یہ فرمان تسلیم کر لیا جائے کہ جمعہ کے روز کی اذان عثمانی بدعت اور بدعت سے مراد ان کی بدعت شرعی ہو تو میاں صاحب کے بارے میں ان حضرات کا کیا فتویٰ ہوگا جو ایک بدعت کو جائز قرار دیتے ہیں، حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کل بدعۃ ضلالۃ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے، گمراہی کے جائز ہونے کا فتویٰ دینا تو موجبِ کفر ہے ۔

غیر مقلدین بلا سوچے سمجھے فتویٰ بازی کی مہم میں لگ جاتے ہیں اور ان کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ ان کے فتویٰ کی زد میں ان کے اکابر بھی آجاتے ہیں ۔

جب غیر مقلدین کو تمام امت اور تمام فقہاء و محدثین کے خلاف مذہب اختیار کرنے اور شیعوں سے ہم عقیدہ و ہم مذہب ہونے کی وجہ سے احساس کمتری ستاتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ نادم و پشیماں ہو کر اپنے باطل مذہب سے رجوع کریں اور مسلک اہل حق کو اختیار کریں، وہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کی عجیب و غریب تاویل کرتے ہیں کہ علم و عقل سر پیٹ کر رہ جائیں، چنانچہ دیکھئے اسی مسئلہ میں غیر مقلدوں کے محدثِ اعظم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے علیکم بسنتی والی حدیث کی کیسی عجیب تاویل فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں :

لیس المراد بسنۃ الخلفاء الراشدین الا طریقتھم الموافقۃ لطریقتہ صلے اللہ علیہ وسلم (تحفہ جلد ۱ ص ۲۶۹)

یعنی حدیث شریف (علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین) میں خلفاء راشدین کی سنت سے مراد ان کا وہ طریقہ ہے جو آنحضور کے طریقہ کے موافق ہو ۔

Scanned by CamScanner

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Scanned by CamScanner

شمار کر لیا مگر انھوں نے یہ نہیں جانا کہ صحابہ کرام اور خلیفہ راشد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جس عمل کو تمام امت نے بالاتفاق قبول کر لیا ہو اور اس کو سنت ہی سمجھ کر قبول کیا ہو اس کی مخالفت کا نعرہ بلند کرنا خود اپنی علمیت و قابلیت کا مرثیہ پڑھوانا ہے، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک لا تجتمع امتی علی الضلالۃ[1] کا صریح انکار ہے۔

مولانا مبارکپوری کے جب کلام کا جائزہ لیا جائے تو اس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ خلفائے راشدین کی مستقل سنت کوئی چیز نہیں ہے، حالانکہ اس کے قائل امت محمدیہ میں صرف رافضی یا ان جیسے دوسرے بعض فرقے ہیں، اہلسنت والجماعۃ کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت مستقل حجت ہے، اور جس طرح پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت واجب الاتباع ہے اسی طرح خلفائے راشدین کی بھی سنت واجب الاتباع ہے۔ حافظ ابن حجر کی یہ بات پھر ایک بار ذہن میں تازہ کر لیجئے۔ فان کان من الخلفاء الراشدین فھو سنۃ متبعۃ۔ یعنی جو امر خلفائے راشدین مسنون فرمائیں وہ بھی سنت ہے اور اس کا اتباع ضروری ہے۔

ممکن ہے کہ کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ حضرت ابن عمر نے اس کو بدعت کہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کا اس کو بدعت کہنا یہ بدعت اصطلاحی نہیں بلکہ یہ بدعتِ لغوی ہے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح باجماعت کو بدعت کہنا بدعتِ اصطلاحی نہیں بدعتِ لغوی تسلیم کرنے پر ساری امت کا اتفاق ہے، حتی کہ غیر مقلدین بھی اس کو بدعت لغوی ہی پر محمول کرتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ان کا اس بدعت پر بلا تکلف عمل ہے، اب معلوم نہیں کیا وجہ ہے کہ حضرت عمر والی بدعت پر تو ان کا عمل ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ والی بدعت سے ان کو نفور ہے۔ اس تضاد کو غیر مقلدین ہی

---

(۱) میری امت گمراہی پر نہیں جمع ہو سکتی۔

Scanned by CamScanner

عمل کریں گے۔

[illegible]

صحابہ کرام [illegible] ہے اور ظاہر بات ہے کہ اس طرح کی بات صرف وہی کر سکتا ہے جو خوب سے [illegible] گہرا اور عقل و فہم سے عاری ہو۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ [illegible] فرماتے ہیں:

وعمل اهل المدينة الذي يحتج به ما كان في زمن الخلفاء الراشدين يعني اہل مدینہ کا وہی عمل قابل حجت ہے جو خلفائے راشدین کے زمانہ میں پایا جاتا رہا ہو۔ [زاد المعاد ج ۱ ص ۳۶۱]

اس سے معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں جو عمل بھی رائج ہوا خواہ خلفائے راشدین نے اسے خود جاری کیا ہو یا ان کے زمانہ میں مسلمانوں میں وہ عمل پایا جاتا رہا ہو اگرچہ اس کا عملاً ثبوت عہد نبوی میں نہ پایا جاتا رہا ہو مگر خلفائے راشدین کا اس عمل کو جاری یا باقی رکھنا اور اس پر نکیر نہ کرنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ مسنون عمل ہے اور وہ امر شرعی ہے، اس لئے کہ اگر خدانخواستہ وہ عمل شریعت سے تعلق نہ رکھتا ہوتا تو خلفائے راشدین اس کو اپنے زمانہ میں باقی نہ رہنے دیتے اور اس کو بزور طاقت ختم کرتے خلفائے راشدین کے زمانہ میں امر منکر کا شیوع ان کی راشدہ خلافت کو داغدار کرتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ اذان کو بدعت کہنا جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں بڑی جرأت اور بڑی جسارت اور خلفائے راشدین کی شان میں نہایت گستاخی کی بات ہے بلکہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی کھلم کھلا مخالفت اور آپ کا صریح معارضہ و مقابلہ ہے کہ جس امر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنت قرار دیں اس کو بدعت کہا جائے۔ اللہ کے رسول کی شان میں اس سے بڑھ کر

Scanned by CamScanner

گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے۔

کاش غیر مقلدین حضرات زبان سے کسی چیز کے بارے میں سنت و بدعت کا فتویٰ جاری کرنے سے پہلے اس کے انجام و عواقب کا بھی اندازہ کر لیتے تو سمجھداری کی بات ہوتی۔

زاہد ادھر ادھر کی تو بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے راہ زنوں سے غرض نہیں تری رہبری کا سوال ہے

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو صحابہ کرام کے بارے میں حسن عقیدہ بنائے اور انکی محبت پر ہم سب کا خاتمہ فرمائے۔ ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

نماز میں قدم سے قدم ملانے کا مسئلہ

غیر مقلدوں کی مسجد میں جن کو نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا ہوگا تو وہاں اسے یہ بھی تماشا دیکھنے میں آیا ہوگا کہ یہ لوگ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو قدم پاؤں پھیلا کر اور بغل والے مصلی کے پاؤں کی کانی انگلی سے اپنے پاؤں کی کانی انگلی ملا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کے لئے بار بار وہ اپنے پاؤں کو حرکت بھی دیتے ہیں، اور اگر اتفاق سے ان کے بغل میں کوئی حنفی کھڑا ہو گیا تو ان کا یہ عمل ایسا مستمر ہوتا ہے کہ وہ حنفی بیچارہ سوچنے لگتا ہے کہ وہ کہاں آ پھنسا، اس کا سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔

غیر مقلدین حضرات بزعم خویش یہ سمجھتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کا یہی مسنون طریقہ ہے، حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی ایک حدیث سے ثابت نہیں کہ جماعت میں کھڑے ہونے والے مصلی پاؤں کی کانی انگلی ملا کر اور دونوں پاؤں چیر کر کھڑے ہوں نہ خود آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا اور نہ دوسروں کو آپؐ نے اس کا حکم دیا، غیر مقلدین حضرات اس بارے میں صحیح حدیث تو کیا ضعیف حدیث بھی پیش نہیں کر سکتے۔

نماز میں کھڑے ہونے کا یہ نہایت مکروہ طریقہ ہے، مگر اس مکروہ طریقۂ قیام پر ہمارے برادران غیر مقلدین کو اتنا اصرار ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں یقیناً آنحضورؐ کا کوئی واضح ارشاد اور حکم بخاری و مسلم کی کسی حدیث میں موجود ہے، حالانکہ بخاری و مسلم تو کیا کسی بھی حدیث کی کتاب میں نماز میں کھڑے ہونے کی اس کیفیت کا ذکر نہیں ہے، بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے متبع سنت سے تو ان کا عمل

Scanned by CamScanner

اس کے خلاف منقول ہے، مصنف عبدالرزاق میں حضرت نافع سے مروی ہے۔
ان ابن عمر کان لا یفرج بینھما یعنی حضرت عبداللہ بن عمر دونوں پاؤں
کو پھیلا کر اور چیر کر نہیں کھڑے ہوتے تھے۔ (ص ۱۴۶ / ج ۲) مگر اہلحدیث کہلوانے
والے لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے برخلاف جماعت میں
کھڑے ہو کر پاؤں کی کانی سے کانی انگلی ملانے اور دونوں پاؤں پھیلانے ہی کو
مسنون سمجھتے ہیں۔ فیاللعجب۔

آیئے ہم اس مسئلہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر
رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا علم حدیث میں
جو مقام ہے وہ ہر طرح کے شبہ سے بالاتر ہے، رہے حافظ ابن حجر تو ان کے بارے میں
مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں:

والحافظ ابن حجر ھذا ھو امام الحفاظ فی زمانہ	یعنی حافظ ابن حجر اپنے زمانہ میں حفاظ حدیث کے امام تھے۔
فلم یکن فی عصرہ حافظ سواہ۔	ان کے زمانہ میں ان کے سوا کوئی دوسرا حافظ حدیث نہیں تھا۔

غرض حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ باعتراف علماء غیر مقلدین اپنے زمانہ
کے سب سے بڑے حافظ حدیث، سب سے بڑے محدث اور اول نمبر کے اہلحدیث
تھے، اس لئے ان کی کسی تحقیق کو غیر مقلدین حضرات کو قبول کرنے میں قطعاً تردد نہ ہونا
چاہیئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب یہ قائم کیا ہے۔

باب الزاق المنکب والقدم بالقدم فی الصف۔	یعنی یہ باب اس مسئلہ کو بتلانے کیلئے ہے کہ نماز کی صف میں کاندھے سے کاندھا اور قدم سے قدم ملانا چاہیئے۔

Scanned by CamScanner

[illegible] کہ وہ حضرت امام بخاری کے اس کلام
میں غور فرمائیں کہ [illegible] صف میں کھڑے ہونے کیلئے نماز میں اس کا حکم کیا ہے کہ
پاؤں پھیر کر اور [illegible] کھڑے ہوں اور [illegible] فرمایا ہے کہ پاؤں کی کانی انگلی کو
دوسرے کے پاؤں کی کانی انگلی سے ملا کر کھڑے ہوں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے
فرمان کا حاصل صرف یہ ہے کہ صف میں کاندھے سے کاندھا ملا کر اور قدم سے قدم ملا کر
کھڑے ہونا چاہیئے۔

اب ذرا اس پر بھی آپ غور کر لیں کہ نماز میں پاؤں پھیلا کر اور پاؤں کی کانی
انگلی کو دوسرے کے پاؤں کی کانی انگلی سے ملا کر کھڑے ہونے کی شکل میں کیا کاندھے
سے کاندھا ملا سکتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ اس شکل میں کبھی کاندھے سے کاندھا ملا ہی نہیں
سکتا۔ ہم اپنی ان سطور کو پڑھنے والوں سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ تجربہ کر کے میری بات
کی تصدیق کر لیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو کاندھے کے علاوہ قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہونے
کو مسنون قرار دے رہے ہیں اور ہمارے برادران غیر مقلدین پاؤں کی چھوٹی انگلی
(یا انگلیوں) کو ملا کر کھڑے ہوتے ہیں پورا قدم ملا کر کھڑے ہونے کا منظر ان کی مساجد
میں نظر نہیں آتا۔ یاد رہے کہ قدم کہتے ہیں پاؤں کے پورے نچلے حصہ کو۔

اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ
کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

رأیت الرجل منا یلزق کعبہ بکعب صاحبہ۔	میں نے دیکھا کہ ہم میں کا آدمی اپنے ٹخنہ کو اپنے بغل والے ساتھی کے ٹخنے سے ملا کر کھڑا ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ یہ تھا کہ جب لوگ
نماز میں صف باندھ کر کھڑے ہوتے تھے تو نمازی بغل والے نمازی کے ٹخنے سے ٹخنہ

Scanned by CamScanner

ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔ ٹخنہ کہتے ہیں اس ہڈی کو جو ایڑی کے اوپر اور پنڈلی کے نیچے ابھری ہوئی ہے۔

اب آپ جائیے غیر مقلدین حضرات کی مساجد میں اور دیکھئے کہ کیا وہ جماعت میں اسی طرح کھڑے ہوتے ہیں، یعنی کیا ایک مصلی کا ٹخنہ دوسرے مصلی سے ملا ہوتا ہے، یا وہ پاؤں پھیلا کر اور چھوٹی انگلی ملا کر کھڑے ہوتے ہیں، میرا چیلنج ہے کہ آپ کو ایک مصلی بھی اس طرح کھڑا نظر نہیں آئے گا جو بغل والے مصلی کے ساتھ ٹخنہ ملا کر کھڑا ہو۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو نقل کرنے کے بعد امام بخاری نے اس باب کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے وہ یہ ہے۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اقیموا صفوفکم فانی اراکم من وراء ظہری، وکان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ۔

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا، لوگو اپنی صفوں کو سیدھی رکھو اسلئے کہ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں کہ تم اپنی صفوں کو سیدھی رکھتے ہو یا نہیں، حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم میں کا نمازی اپنے کاندھے کو اپنے ساتھی کے کاندھے اور اپنے قدم کو اس کے قدم سے ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔

اس حدیث میں ایک بات تو یہ غور کرنے کی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے پاؤں کی انگلی سے انگلی ملا کر کھڑے ہونے کی بات تو درکنار کاندھا ملانے اور قدم ملانے کا بھی حکم نہیں دیا ہے، آپ کا صاف صاف تو حکم یہ ہے کہ اپنی صفوں کو سیدھی رکھو کاندھے کاندھا ملا کر یا قدم سے قدم ملا کر کھڑا ہونا یہ صحابہ کرام کا عمل تھا، اور غیر مقلدین کے یہاں نہ صحابہ کرام کا عمل حجت ہے نہ ان کا قول حجت ہے، اس لئے صحابہ کرام کے

Scanned by CamScanner

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اقبل رسول اللہ صلی اللہ	یعنی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ
علیہ وسلم بوجہہ فقال اقیموا	ہماری طرف کرتے ہوئے فرمایا، اپنی صفوں
صفوفکم ثلاثا واللہ لتقیمن	کو سیدھی رکھو، یہ تین بار فرمایا اور پھر فرمایا
صفوفکم او لیخالفن اللہ بین	خدا کی قسم تم اپنی صفوں کو ضرور ضرور سیدھی رکھو
قلوبکم۔	ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے درمیان
	اختلاف پیدا کر دے گا۔

غرض سنت کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا نمازیوں کو جو حکم تھا وہ یہ کہ ان کی صفیں بالکل سیدھی ہوں اور دو آدمیوں کے بیچ جگہ چھوٹی ہوئی نہ ہو اور ایک نمازی کا کاندھا دوسرے کے کاندھے کے بالمقابل ہو۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے انھیں ارشادات پر عمل پیرا ہونے کی کیفیت کو بطور مبالغہ صحابہ کرام میں سے کسی نے یہ کہا کہ ہم لوگ اپنی صفوں کو اس طرح سیدھی رکھتے تھے کہ ہمارا کاندھا کاندھا ملا ہوا کرتا تھا، کسی نے یہ کہا کہ ہم کھڑے ہوتے تو ہمارا ٹخنہ سے ٹخنہ ملا ہوتا اور کسی نے یہ کہا کہ ہم قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوتے، اور مقصود سب کا یہی تھا کہ نمازیں ہماری صفیں سیدھی ہوا کرتی تھیں۔

اب جو میں نے یہ عرض کیا کہ صحابہ کرام کے یہ ارشادات اقامت صف اور تسویہ صف کی کیفیت کا بطور مبالغہ اظہار اور بیان ہے نہ کہ یہی شریعت کا حکم ہے، اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث میں ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر کھڑے ہونے کا بھی ذکر ہے، اور ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہونا یہ ممکن نہیں ہے، اسی طرح الزاق المنکب یعنی کاندھا سے کاندھا ملا کر کھڑے ہونے کا بھی امکان نہیں ہے، الزاق کا مطلب ہوتا ہے کہ کسی چیز کا کسی چیز سے چپکانا اور ملانا، کیا بلا تکلف کے یہ ممکن ہے کہ نماز میں قدم سے قدم بھی ملا ہو اور کاندھا سے کاندھا بھی چپکا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ یہ محض صف کے سیدھی رکھنے کی تاکید تھی نہ کہ الزاق کے حقیقی معنی پر عمل کرنے کا حکم تھا، مگر برا ہو ان لوگوں کی

Scanned by CamScanner

کچھ لوگ جو ظاہر کو دیکھتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے حقیقت اوجھل رہتی ہے اور شریعت کا مقصود گم ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ظاہر ہوا کہ شریعت کا مقصود نماز میں صرف صفوں کو سیدھی رکھنے کی تاکید ہے اور آنحضورؐ کے ارشادات کی تعبیر صحابہ کرام نے اپنے اپنے انداز میں بطور مبالغہ کی تھی یہی بات حافظ ابن حجر جو اپنے زمانہ کے علم حدیث کے سب سے بڑے تاجدار تھے وہ بھی فرما رہے ہیں۔ امام بخاری کے اس ارشاد الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم کی شرح میں وہ فرماتے ہیں۔

المراد بذالك المبالغة في تعديل الصف وسد خلله (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۰)	یعنی اس سے مراد امام بخاری کی یہ ہے کہ آدمی کو صف سیدھی رکھنے اور بیچ کی جگہ نہ چھوڑنے میں اہتمام اور مبالغہ سے کام لینا چاہیے۔

غرض اللہ کے رسول اور شریعت کا منشا تو بس اتنا ہے کہ نمازیوں کو اپنی صف بالکل سیدھی رکھنی چاہیے، دو آدمی کے درمیان فاصلہ نہ ہونا چاہیے اور اس میں جتنا اہتمام ہو سکے اسے کرنا چاہیے۔

غیر مقلدین حضرات نے شریعت کے منشاء و مقصود کو تو سمجھا نہیں اور صحابہ کرام نے صفوں کو سیدھی رکھنے کی جس کیفیت کو مبالغہ بیان کرنے کیلئے جو پیرایہ بیان اختیار کیا تھا اسی کو اصل منشأ شریعت اور مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ لیا اور پھر لگے نماز میں اپنے دونوں پاؤں پھیلانے اور پاؤں کی کانی انگلی سے اپنی کانی انگلی ملانے جس کا نہ اللہ نے حکم دیا نہ اللہ کے رسول نے اور جو نہ صحابہ کرام کا طریقہ و عمل تھا، اور اس عقل و فہم پر غرہ اتنا ہے کہ ہم جو نماز پڑھتے ہیں وہی اصل سنت والی نماز ہے اور جو لوگ نماز میں پاؤں پھیلا کر اور کانی انگلی سے کانی انگلی ملا کر نہیں کھڑے ہوتے ہیں ان کی نماز خلافِ سنت اور خلافِ شریعت ہے، مولانا صادق سیالکوٹی صاحب مشہور غیر مقلد عالم۔ صلوٰۃ الرسول۔ میں لکھتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

[illegible] پنڈلیاں اور موڑھے خوب جوڑ کر کھڑے ہو کر [illegible]
[illegible] پنڈلیاں اور موڑھے خوب جوڑ کر اور بقول مولانا صادق صاحب
کے پنجوں کے بل کھڑا ہونا ممکن ہے تو غیر مقلدین حضرات خود اس کیفیت پر عمل کر کے دکھا دیں
ہم اس پر عمل کرنے کیلئے تیار ہیں۔ غیر عملی باتوں کو زبردستی عملی قرار دینا معلوم نہیں کس
شریعت کا حکم ہے۔

نماز میں صف سیدھی رکھنے کے بارے میں بعض ارشادات رسول یہاں مزید
ذکر کر رہا ہوں۔ ان ارشاداتِ رسول میں وہ باتیں کہاں ہیں جن کا ذکر مولانا صادق سیالکوٹی
نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ آپ خود بھی غور کر لیں۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رصوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق۔ (ابوداؤد)

یعنی آنحضورؐ کا ارشاد تھا کہ تم اپنی صفوں کو جوڑے رکھو اور ان کو قریب قریب بناؤ اور گردنوں کو ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔

عن النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عباد اللہ تسوون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین قلوبکم۔ (مسلم)

آنحضورؐ نے فرمایا، اے اللہ کے بندو اپنی صفوں کو سیدھی رکھو ورنہ اللہ تمہارے مابین اختلاف پیدا کر دے گا۔

عن انس عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوٰۃ۔ (بخاری)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگو صفوں کو سیدھی رکھو اسلئے کہ صفوں کا سیدھی رکھنا نماز کو ٹھیک طرح سے پڑھنے کا ایک حصہ ہے۔

ان تمام ارشاداتِ رسول میں آپ غور فرمائیں کہ وہ باتیں کہاں ہیں جن کا ذکر مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول میں کیا ہے، یعنی ٹخنے سے ٹخنہ

Scanned by CamScanner

[illegible]

[illegible] ہے کہ وہ

[illegible] کے [illegible] کے [illegible] ہوئے ہیں اس کا ذکر کتاب و سنت میں [illegible] آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے؟

آپ حضرت کا [illegible] ہے [illegible] صحابہ کا قول حجت نہیں ہے۔ وانعال الصحابہ لا تنصر الصحیح [illegible] صحابہ کے عمل سے دلیل نہیں پکڑی جا سکتی۔ وفہم الصحابی لیس بحجۃ [illegible] اور فہم صحابی حجت نہیں ہے تو آخر احادیث رسول کو چھوڑ کر [illegible] کھڑے ہونے کی کیفیت اگر آپ نے کسی صحابی سے نقل بھی کی ہے تو یہ آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ آپ کے عقیدہ میں نہ صحابی کا قول حجت نہ فعل حجت نہ [illegible] فہم حجت تو آخر ان کے کسی عمل سے آپ کا احتجاج جائز کیسے ہوگا؟ آپ کا عمل تو صرف کتاب و سنت کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ اور میں محض اندازے سے عرض کر رہا ہوں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی وہ کیفیت جس پر غیر مقلدین کا عمل ہے اس کا ذکر نہ کتاب اللہ میں ہے نہ سنت رسول اللہ میں۔

Scanned by CamScanner

کیا جماعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا بدعت ہے؟

مکرمی و محترمی حضرت مولانا زید مجدکم

نماز باجماعت کے بعد احناف کی مساجد میں اجتماعی دعا مانگی جاتی ہے، غیر مقلدین اس پر نکیر کرتے ہیں اور اس کو بدعت بتلاتے ہیں، براہ کرم اس بارے میں صحیح بات سے مطلع فرمائیں۔

والسلام

محمد نعیم الدین قاسمی

آزاد نگر اسکول بسوا راجستان

محترم! غیر مقلدین حضرات کے یہاں کسی چیز کو بدعت قرار دینا بہت آسان ہے، تراویح کی بیس رکعت ان حضرات کے یہاں بدعت ہے، حالانکہ بقول ابن تیمیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے حضرت ابی بن کعب نے صحابہ و مہاجرین کو بیس ہی رکعت تراویح پڑھائی تھی اور کسی نے اس کو بدعت نہیں سمجھا، نہ کسی نے اس پر انکار کیا، پورے عالم اسلام میں عہد صحابہ سے لے کر غیر مقلدین کے وجود سے پہلے تک کوئی ایک آدمی ایسا نہیں ملتا جس نے بیس رکعت تراویح کو بدعت کہا ہو، مگر جب غیر مقلدین عالم مولانا محمد حسین بٹالوی دور برطانیہ میں پیدا ہوئے تو سب سے پہلے انھوں نے ہی پنجاب کے زرخیز علاقہ میں بیس رکعت تراویح کے بدعت ہونے کا اعلان کیا، اور پھر ہندوستان کے غیر مقلدوں نے اس مولانا محمد حسین بٹالوی کی تقلید کی انھوں نے صحابہ کرام کی سنت کو بری نگاہ سے دیکھا اور محمد حسین بٹالوی کے

Scanned by CamScanner

[illegible] اور [illegible] کو سنت [illegible] بجھ کر قبول کر لیا، ان کی گمراہی کا عالم یہ ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ کرام کی سنت [illegible] کو [illegible] کرنا برا معلوم ہوتا ہے اور محمد حسین بٹالوی پنجابی کی سنت کو اپنا [illegible] بنائے ہوئے ہیں، محمد حسین جو فرمائیں وہ سنت، صحابہ کرام جو کریں وہ بدعت، سبحان اللہ۔

اسی طرح غیر مقلدین جمعہ میں حضرت عثمان کی اذان کو بدعت قرار دیتے ہیں، حالانکہ حضرت عثمان سے لے کر اسلام کی پوری تاریخ میں اس اذان کو شیعوں کے سوا کسی نے بدعت نہیں کہا اور تمام مسلمان کا اس پر عمل ہے، مگر حضرت عثمان کی اس سنت کو غیر مقلدین نے شیعوں کی طرح بدعت قرار دیا۔

جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر بھی غیر مقلدین کے یہاں بدعت ہے، حالانکہ دنیائے اسلام کی تمام مساجد میں خیر القرون ہی کے زمانہ سے خلفائے راشدین کا ذکر جمعہ کے خطبہ میں ہوتا چلا آیا ہے، اور کسی نے اس کو بدعت نہیں کہا۔

یہ غیر مقلدین صحابہ کرام و تابعین عظام، فقہاء و محدثین سے زیادہ اپنے کو کتاب و سنت کا متبع، دیندار اور سنت و بدعت میں فرق کرنے والا سمجھتے ہیں۔

نماز باجماعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا بھی یہی معاملہ ہے، ہمارے علم میں یہ نہیں ہے کہ کسی عالم، کسی فقیہ، کسی محدث نے اسکو بدعت کہا ہو، مگر غیر مقلدین کا اس دور کا طبقہ جس پر البانیت و ابن بازیت کی چھاپ ہے، نماز باجماعت کے بعد امام اور مقتدی کے دعا کرنے کے عمل کو بدعت بتلا رہا ہے، حالانکہ مسلمانوں کا اس پر تواتر عملی ہے، اور تواتر عملی اسلام میں خود مستقل ایک حجت ہے، اگر اس پر کوئی اور دلیل شرعی نہ ہوتی تو خود یہ تواتر عملی اس عمل کی مشروعیت پر دلیل بین ہوتا، اور اس کی روشنی میں اس پر انکار جائز نہ ہوتا۔

جب کہ صورت حال یہ ہے کہ اس تواتر عملی کے علاوہ بھی نماز کے بعد دعا کرنے پر خواہ انفراداً خواہ اجتماعاً مستقل احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی دلیلیں موجود ہیں۔

دعا کے بارے میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہ تھا۔

Scanned by CamScanner

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه بحذاء صدره اذا دعا ثم يمسح بهما وجهه۔

یعنی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنے ہاتھ سینے کے مقابل تک اٹھاتے پھر چہرہ پر ہاتھ پھیر لیتے۔

(مصنف عبدالرزاق ج۲ ص ۱۷۲)

معلوم ہوا کہ دعا میں مسنون طریقہ یہی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے، اور اب یہ بھی جان لیجئے کہ نماز کے بعد دعا کرنے کی احادیث میں ترغیب آئی ہے کہ وہ وقت ہوتا ہے کہ اس وقت پروردگار بندہ کی دعا قبول کرتا ہے، ترمذی شریف میں حضرت ابو امامہ کی روایت ہے۔ قیل ای الدعاء اسمع یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سے وقت کی دعا اللہ کے یہاں زیادہ سنی جاتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جوف اللیل الآخر ودبر الصلوٰۃ المکتوبات یعنی اخیر شب کی دعا فرض نمازوں کے بعد کی دعا اللہ کے یہاں سنی جاتی ہے۔

متعدد حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا کرتے تھے۔[1]

مثلاً ابوداؤد اور نسائی میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز بعد یہ دعا فرماتے تھے۔

اللھم ربنا ورب کل شیٔ الخ

اور نسائی شریف میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا کرتے تھے اللھم اصلح لی دینی الخ حضرت

---

(۱) اور اوپر کی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ دعا کرنے میں آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے، اس لئے نماز بعد بھی آپ کا یہی معمول سمجھا جائے گا کہ آپ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے الا یہ کہ کوئی صاحب یہ ثابت کر دیں کہ نماز بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرتے تھے اور انشاء اللہ یہ ثابت کرنا کسی بھی غیر مقلد کے بس کی بات نہیں ہے۔

Scanned by CamScanner

[illegible] روایت میں تو صاف صاف ہے کہ

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] یدیہ [illegible]

یعنی [illegible] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز سے فارغ ہونے پہلے ہی نماز ہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی ینصرف من صلوتہ یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگا کرتے تھے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا تھا۔

حضرت اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور تھوڑا سا رخ موڑا اور پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔[1]

ان احادیث میں آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ نماز باجماعت کے بعد دعا کرنے کی آپ نے ترغیب بھی دی ہے اور خود آپ کا معمول بھی یہی تھا کہ آپ نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے تو جو عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اس پر بدعت ہونے کا حکم لگانا یا اس پر انکار کرنا یہ دین کی بات ہوگی یا بے دینی کی؟ آپ خود فیصلہ فرمالیں۔

موجودہ دور کے غیر مقلدین جن پر سلفیت اور ابن بازیت کی چھاپ پڑ گئی ہے وہی نماز کے بعد اجتماعی دعا کے انکاری ہیں، ورنہ غیر مقلدین کے اکابرین اس کا چرچا نہیں تھا اور نہ ان کی کسی کتاب میں یہ لکھا ملتا ہے کہ نماز بعد امام اور مقتدی کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

---

(۱) تحفۃ الاحوذی جلد اول ص ۲۲۵ و ۲۲۶ میں احادیث کے حوالے دیکھ لئے جائیں۔

Scanned by CamScanner

سنت عمل ہے۔ غیر مقلدین کا موجودہ طبقہ ہی اس کا انکاری ہے اور اس کو بدعت قرار دیتے ہے۔ وہ بھی احادیث اور سلف کے معمول کی روشنی میں نہیں، بلکہ ابن قیم کی تقلید میں بلکہ بہت سے بیچارے تو ابن قیم کو جانتے بھی نہیں، انھوں نے تو یہ دیکھا کہ سعودیہ میں ابن بازیئے اور البانیئے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں بس ان کیلئے کسی تحقیق کی ضرورت نہیں رہی، البانیوں اور ابن بازیوں کی تقلید میں یہ مست و سرشار ہو گئے، اور ایک سنت عمل کو بدعت ہونے کا وہ شور مچایا کہ توبہ بھلی۔

بہرحال ابن قیم نے اس کا انکار کیا ہے وہ اپنی کتاب زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ:

"نماز سے سلام پھیرنے کے بعد امام یا مقتدی کا قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں تھا"

لیکن ابن قیم کی اس بات کو حافظ ابن حجر نے رد کر دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

ما ادعاہ من النفی مطلقا مردود فقد ثبت عن معاذ بن جبل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا معاذ واللہ انی لاحبک فلا تدع دبر کل صلوٰۃ ان تقول اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک الخ

یعنی ابن قیم کا نماز بعد دعا کا مطلقاً انکار کرنا مردود ہے، اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت معاذ سے فرمایا کہ معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں (میری یہ بات بطور خاص سنو) تم کسی نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک الخ مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا بھی یہی مذہب ہے کہ نماز بعد دعا امام اور مقتدی دونوں کیلئے سنت ہے۔ فرماتے ہیں:

قلت لاریب فی ثبوت الدعاء	یعنی میں کہتا ہوں کہ کوئی شک نہیں کہ
بعد الانصراف من الصلوٰۃ	فرض نماز سے فراغت کے بعد آنحضور
المکتوبۃ عن رسول اللہ صلی اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً دعا ثابت ہے

Scanned by CamScanner

[illegible] اس کو خود ابن قیم نے زاد المعاد
[illegible] میں ذکر کیا ہے۔

پھر ابن قیم کے مذکورہ دعا کے انکار پر تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فقوله انه لم يثبت دعاؤه بعد السلام من الصلوة مستقبل القبلة او الماموم من خلفه كل هذا لا ادري ما معناه وما المراد به۔

پس ابن قیم کا یہ کہنا کہ جبکہ خود ان کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز بعد آپ نے دعا فرمائی اور صحابہ کرام کو بھی اس کی ترغیب دی نماز بعد قبلہ رخ ہو کر امام یا مقتدی کا دعا کرنا آنحضور کا طریقہ نہیں تھا مجھے نہیں معلوم کہ اس کا کیا مطلب ہے اور ابن قیم کی اس سے کیا مراد ہے۔

معلوم ہوا کہ موجودہ دور سے پہلے علمائے غیر مقلدین نے بھی نماز بعد امام اور مقتدی کی دعا پر کبھی انکار نہیں کیا تھا، اور ان کے یہاں بھی دعا ہی کرنے کا معمول تھا۔

بعض غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ کہیں سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے نماز بعد اجتماعی دعا کی ہو، یہ ان کی محض بکواس ہے اور محض شان غیر مقلدیت کا اظہار ہے، جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک نہیں متعدد حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ نماز بعد دعا فرماتے تھے اور صحابہ کرام کو آپ نے اس کی ترغیب بھی دی، اور یہ بھی فرمایا کہ فرض نماز کے بعد اللہ کے یہاں دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے، تو کیا ان تمام باتوں کے ثبوت کے بعد بھی کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل اس پر نہ رہا ہوگا یا صحابہ کرام آنحضور کو قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا کرتے دیکھیں اور خود نہ دعا مانگیں اور نہ ہاتھ اٹھائیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر آمین نہ کہیں؟ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو مقام صحابہ و مقام نبوت سے ناواقف ہو، اور جس کے کان میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کے عشق و محبت کی داستان نہ پڑی ہو، ذرا سوچو تو سہی کیا یہ ممکن ہے اور کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آنحضورؐ امام ہوں، بعد نماز

Scanned by CamScanner

دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقتدی صحابہ کرام آپ کی اتباع اور اقتدا نہ کریں، اور وہ کسی دوسرے ذکر و اذکار میں مشغول ہوں، یہ بات کسی بھی صاحب علم و بصیرت کی نہیں ہو سکتی۔

بہرحال مندرجہ بالا حقائق و بیان کی روشنی میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ:

(۱) فرض نماز بعد دعا کرنا مستحب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ترغیب ثابت ہے۔

(۲) دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنا ہی اولیٰ اور افضل ہے اور دعا میں ہاتھ اٹھانا آداب دعا میں سے ہے۔

(۳) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز بعد دعا مانگنا ثابت ہے۔

(۴) کسی ایک حدیث میں نماز بعد دعا مانگنے کی ممانعت نہیں ہے۔

(۵) ان حقائق کے واضح ہو جانے کے بعد کسی کا یہ کہنا کہ نماز باجماعت کے بعد امام اور مقتدی کا دعا مانگنا بدعت ہے، نہایت جہالت کی بات ہے۔

(۶) اکابر غیر مقلدین نے بھی نماز کے بعد امام اور مقتدی کے دعا کرنے کو مستحب جانا ہے۔

(۷) جو لوگ نماز باجماعت کے بعد امام اور مقتدی کی دعا کو بدعت کہتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کتاب و سنت کی روشنی میں نہیں ہے، بلکہ ابن قیم کی تقلید میں ہے۔

(۸) ابن قیم کا زاد المعاد میں خود کلام متعارض ہے، اور اسی بنا پر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کو ان کے کلام سے تعجب ہوا اور ان کے کلام کے تعارض کو دفع کرنے کے لئے ان کے کلام کی تاویل کرنی پڑی۔

آپ کی بات کا جواب ہو گیا۔

اب ذرا آپ میری طرف سے ان غیر مقلدین سے پوچھئے کہ جو نماز کے بعد دعا کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں کہ تمہارا کیا عمل ہے، تم نماز بعد اٹھ کر چلے جاتے ہو یا بیٹھ کر کچھ پڑھتے بھی ہو؟ اگر سلام پھیرتے ہی چلے جاتے ہو تو اس کی کیا دلیل ہے؟ اگر تم نماز سے فارغ ہو کر کچھ پڑھتے ہو، تو اجتماعی طریقہ پر پڑھتے ہو یا انفرادی طریقہ پر؟ اگر اجتماعی

Scanned by CamScanner

طریقہ پر پڑھتے ہوں تو اجتماعی دعا بدعت ہو اور تنہا تنہا یہ اجتماعی ذکر و دعا کا بدعت نہ ہو اس کی کیا دلیل ہے؟ اگر نماز کے بعد اکثر دعا کا رواج ہے تو کیا دعا ثابت نہیں ہے؟ ایک عمل تو بدعت ہو اور دوسرا عمل سنت ہو، آخر یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا آنحضورؐ نے کسی حدیث میں منع کیا ہے کہ نماز بعد دعا مت کرو۔ اگر کہیں منع کیا ہے تو براہ کرم اس حدیث کا اتہ پتہ بتلاؤ۔

اخیر میں یہ بھی سن لیجئے کہ نماز بعد دعا کرنے کا مسئلہ حنفیہ کے یہاں فرض اور واجب کا نہیں ہے یہ بھی غلو ہے کہ جو نماز بعد دعا نہ کرے اور چلا جائے اس کو بری نگاہ سے دیکھا جائے۔ نماز کے بعد اجتماعاً یا انفراداً دعا کرنا بہتر اور مستحب ہے، اس سے زیادہ اس کا حکم نہیں ہے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا

مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ،

سلام مسنون !

زمزم کے شماروں کا مطالعہ ہم سب کیلئے کافی نفع بخش ثابت ہو رہا ہے اور بہت سے اشکالات رفع ہوئے۔

ضروری عرض یہ ہے کہ ہمارے شہر مئو میں غیر مقلدین کی چند مساجد پر کرفیو کے دوران بعد نماز مغرب فوراً عشاء پڑھ لیتے تھے۔ اس کی حقیقت کیا ہے اس پر مختصر سی تحریر لکھ دیں۔

والسلام

نیاز احمد مئو

زمزم !

غیر مقلدین حضرات کا ہر فرد مجتہد مطلق کے منصب پر ہوتا ہے اور اس کو پورا حق حاصل ہوتا ہے کہ اپنی رائے اور قیاس سے دین کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے۔

غیر مقلدین اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں، مگر ان کی اہلحدیثیت کی چکی صرف آمین بالجہر، رفع یدین، قرأت خلف الامام اور نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنے اور ان جیسے چند اور مسائل ہی کے ارد گرد گھومتی ہے، ان کا سارا زور انھیں مسائل میں لگتا ہے، اس کے بعد ان کی اہلحدیثیت ٹائیں ٹائیں فش ہو جاتی ہے۔

Scanned by CamScanner

[illegible] اور خواجہ جی کا عرس دونوں میں بہت زیادہ کا فرق نہیں ہے۔

نماز دین کا اہم ترین عبادت ہے، اللہ اور اس کے رسول نے نماز کا طریقہ کیا ہے اور کس طریقہ پر ہمیں بتلایا ہے، جو نماز اس طریقہ پر پڑھی جائے گی وہ تو شرعی نماز ہوگی، جس کو حدیث میں عماد الدین کہا گیا ہے، اور جو نماز خدا اور رسول کے بتلائے ہوئے طریقہ کے خلاف ہوگی اسے نماز نہیں کہا جائیگا، وہ خواجہ جی کا عرس ہوگا۔

جس طرح سے قرآن وحدیث میں نماز کے سلسلہ میں بہت سی تفصیلات ہیں اسی طرح نماز کے اوقات کا بیان بھی ہے، نماز کو ان اوقات مقررہ میں پڑھنا ضروری ہے، اپنی طرف سے نماز کا وقت مقرر کر لینا اور عشاء کی نماز مغرب میں پڑھ لینا یا ایک وقت کی نماز دوسرے وقت میں پڑھ لینا قطعاً درست نہیں ہے، حج میں صرف اجازت ہے کہ عرفہ ومزدلفہ میں ظہر اور عصر، اور مغرب وعشاء ایک ساتھ پڑھی جائے گی۔ اس کے علاوہ کسی اور وقت کی نماز کو تقدیماً وتاخیراً دوسرے اوقات کی نماز کے وقت پڑھنا قرآن وسنت کے خلاف ہے، قرآن پاک کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً۔ یعنی نماز کو مومنین پر متعین اور محدود وقت کے ساتھ فرض کیا گیا ہے۔ موقوتاً کی تفسیر میں صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں: محدوداً بالاوقات لا یجوز اخراجھا عنھا ما امکن، یعنی نماز کو اوقات کے ساتھ محدود کیا گیا ہے اور جہاں تک ممکن ہوگا ان کو ان کے اوقات سے نکالنا جائز نہ ہوگا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں موقتا وقتہ علیھم یعنی اللہ نے نماز کو وقت کے ساتھ مسلمانوں پر فرض کیا ہے، بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں۔

ما رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلّٰی لغیر وقتھا الا صلوٰتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا۔

(بخاری متی یصلی الفجر بجمع)

Scanned by CamScanner

یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز بے وقت نہیں پڑھی۔ مزدلفہ میں آپ نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا تھا اور صبح میں نماز بھی عام معتاد وقت سے پہلے پڑھی تھی۔

مزدلفہ میں مسئلہ یہی ہے کہ مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھی جائیں، سفر میں بعض حضرات کے یہاں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے، مگر ہمیں کسی حدیث میں یہ نہیں ملتا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضر اور حالتِ اقامت میں بھی دو نمازوں کو اس طرح جمع کیا ہو کہ ایک ہی وقت میں دو نمازوں کی ادائیگی کر لی ہو، یہ عمل کتاب وسنت کے صریح خلاف ہے، اگر کسی حدیث سے دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کا کسی کو پتہ چلتا ہے تو اس کا مطلب نہیں ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر دیا گیا ہے بلکہ نمازوں کو آگے پیچھے کر کے دونوں کو ان کے اوقات ہی میں پڑھنے کا ثبوت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا گناہ کبیرہ ہے، آپ نے اپنے عمال کو ایسا کرنے سے منع فرمایا تھا۔ (موطا امام محمد)

اگر دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز ہوتا تو کم از کم حالتِ جنگ میں اس کا لحاظ ضرور کیا جاتا مگر یہ شریعت کا مسئلہ نہیں ہے کہ جنگ کے موقع پر دو نمازوں کو ایک وقت یا کئی نمازوں کو ایک وقت پڑھا جائے، صلوٰۃ خوف کا بیان خود قرآن میں ہے جس کی تفصیل عام نمازوں سے ہٹ کر پڑھنے کی ہے، مگر وقت میں تبدیلی کا یہاں بھی مذکور نہیں ہے۔

بہرحال شریعت میں نماز کا وقت مقرر ہے، نمازوں کو انھیں اوقات میں ادا کیا جائیگا تو نماز ہوگی ورنہ نہیں۔

اب رہا غیر مقلدین کا اجتہاد تو اس کو نہ پوچھئے، ان کے یہاں بڑی گنجائش ہے، مولانا ثناء اللہ امرتسری سے کسی نے پوچھا۔

مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ فرصت رہتی ہے اور عصر میں

Scanned by CamScanner

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دیکھا آپ نے شیخ الاسلام مولانا امرتسری صاحب کا اجتہاد کیا ہے؟ جو
مذکور ہے اس کا تعلق حج سے ہے، اور وہ اگر نماز اور فرض نماز کی بات ہے یا اس کو بہت
زور لگا کر سفر سے متعلق مانا جا سکتا ہے، اس کو مولانا نے اجتہاد کے نام کر دیا ہے اور
اس کی روشنی میں فتویٰ دے رہے ہیں کہ جس کو مشغولیت کا عذر ہو وہ نماز کو ادھر سے
ادھر کر سکتا ہے۔

بلکہ مولانا امرتسری صاحب اہلحدیث کا اجتہاد تو یہ ہے کہ کھیل کود میں مشغول ہونے
کی وجہ سے بھی اگر نماز کا وقت نہ ملے تو ایک نماز کو دوسرے وقت میں پڑھا جا سکتا ہے۔
ملاحظہ ہو فتاویٰ ثنائیہ کا یہ سوال و جواب۔

سوال :۔ فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم عموماً عوام کے لیے مشغولیت
شٹل بال کھیلا کرتے ہیں، اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں یا قضا
نماز پڑھ لیتے ہیں کیا جائز ہے؟

جواب ۔ نماز قضا پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہیے کہ کھیل
افسروں سے تصفیہ کر لیں کہ نماز کے وقت کھیل کو چھوڑ دیں گے، وہ اگر نہ مانیں تو
ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع کر لیں۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۳۰ - ۹۳۱)

جس مذہب میں کھیل کود کے لیے بھی نماز کے بارے میں اتنی گنجائش ہو

Scanned by CamScanner

اگر اس مذہب کے لوگ کرفیو میں مغرب کے وقت عشاء پڑھ لیں تو آپ کو تعجب کیوں ہوتا ہے؟

والسلام

نور الدین نور اللہ الاعظمی

نوٹ:- مولانا غازی پوری صاحب علیل ہیں، اس وجہ سے انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں ہی آپ کے سوال کا جواب لکھ دوں۔

---

(۱) ایک بات اور بھی ذہن میں رکھیں کہ جو لوگ دوران کرفیو مغرب کے اوقات ہی میں عشاء کی نماز پڑھتے تھے اگر اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس طرح عشاء کی جماعت کی فضیلت حاصل کریں گے تو یہ اجتہاد بھی غلط ہے، اوقات میں نماز کا ادا کرنا فرض ہے، اور جماعت سے نماز کا ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے، تو سنت کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے فرض کا ترک کرنا اور وقت ہونے سے پہلے ہی نماز پڑھنا قطعاً جائز نہ ہوگا۔

Scanned by CamScanner

کیا فارسی زبان میں
حنفیہ کے یہاں اذان مسنون و مشروع ہے؟

مکرم ۔ جناب مولانا ایوب بکر صاحب غازیپوری۔ سلام مسنون

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے

ہفت روزہ ترجمان اہلحدیث دہلی جنوری ۲۰۰۱ء صفحہ ۸ کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے۔ جس میں آپ کے کسی شاگرد کے حوالے سے نماز و اذان کسی دوسری زبان میں انجام دینے کی بات کہی گئی ہے، براہ کرم تحقیق فرما کر مطلع فرمائیں کہ رسالہ مذکورہ کی یہ بات کس حد تک صحیح ہے اور اگر صحیح ہے تو کیا اگر یہ امر جائز بھی ہو تو ہندوستان کے حالات میں جہاں مسلمانوں کو ہندی کلچر اپنانے کی ترغیب دی جا رہی ہو مناسب ہے یا نہیں۔

دوسری زبانوں میں اذان اور نماز کی وبا اگر پھیل گئی تو کیا یہ اسلامی تمدن کا عظیم نقصان نہیں ہوگا۔ خطبہ کی حد تک بات نبھ سکتی ہے۔

میں ممنون ہوگا اگر آپ زحمت فرما کر اس کی تحقیق فرمالیں گے، اور جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

نیازمند

حکیم خلیل الرحمٰن

لیگل سیل دہلی

Scanned by CamScanner

مکرم محترم، حکیم فضل الرحمٰن صاحب زاد مجدہم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی

گرامی نامہ آج ہی کی ڈاک سے ملا، کرم فرمائی و یاد دہانی کا شکریہ

یہیں اس سے بے انتہا خوشی ہوئی کہ آپ کو ایک مسئلہ میں کھٹک پیدا ہوئی اور اس سلسلہ میں دریافت حقیقت کیلئے مکتوب سامی لکھنے کی زحمت گوارہ فرمائی، حق پسندوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ میں اگر کچھ شبہ ہو تو اہل معلومات سے دریافت حال کرلیں اور حقیقت واقعہ معلوم کریں، پروپیگنڈائی باتوں سے اصحاب عقل و خرد کا متاثر ہونا بڑی عجیب بات ہوتی ہے۔

صورتِ واقعہ یہ ہے کہ غیر مقلدین اس کا مستقل پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ فقہ حنفی میں فلاں بات ہے اور فلاں بات ہے جو کتاب و سنت کے خلاف ہے، اسی طرح کی کسی بات پر زمزم کے مستقل کالم نگار طٰہٰ شیرازی نے لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں نماز کے ذکر و اذکار حتیٰ کہ اذان بھی قصداً اور عمداً بھی انگریزی زبان میں دینی جائز ہے اس کے جواب میں ترجمان دہلی کے مضمون نگار نے ہدایہ پر طعنہ زنی کرتے ہوئے اس کے حاشیہ سے یہ لکھا کہ احناف کے یہاں فارسی زبان میں اذان کہنا جائز ہے، امام ابوحنیفہ سے ان کے شاگرد حسن نے یہ روایت کی ہے۔

یہ میرے کسی شاگرد کی بات نہیں ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے یہ بات ترجمان کے مضمون نگار نے الزامی طور پر احناف کے خلاف ذکر کی ہے۔

اب آئیے صورتِ مسئلہ کی طرف تاکہ آپ کے سوال کا جواب مکمل ہو، فقہ میں بہت سے مسائل کا تعلق محض جواز سے ہوتا ہے، یعنی اگر ایسا ہو جائے تو اس سے عمل باطل نہیں ہوگا، اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ جائز والا وہ عمل ہی مشروع و مسنون ہے۔ مثلاً مسنون یہ ہے کہ اذان باوضو کہی جائے، لیکن اگر کسی نے بلا وضو بھی اذان کہہ دی تو اذان ہو جائے گی اس کا دہرانا ضروری نہیں ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بلا وضو اذان کہنا مسنون

Scanned by CamScanner

[illegible] وَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْفَاسِقُونَ [illegible] پڑھ دے تو اس سے
نماز باطل نہیں ہوگی [illegible] اس کا یہ مطلب لینا کہ ھم الفاسقون پڑھنا مسنون
اور مشروع ہے اور یہی اصل قرآن ہے غیر فقیہانہ اور غیر دانشمندانہ بات ہے۔ کسی
عمل میں کونسی چیز مسنون و مشروع ہے یہ الگ چیز ہے اور کونسی چیز محض جواز کے درجہ
کی ہے کہ اس کے پائے جانے سے عمل کو باطل نہیں کہا جا سکتا یہ بالکل الگ سی چیز ہے، رکوع
سے اٹھتے وقت مسنون اور مشروع یہ ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ کہا جائے لیکن کسی نے
اگر اللہ اکبر کہہ دیا تو اس سے نماز میں فساد نہیں آجائے گا، نماز جائز ہوگی، اس کا یہ مطلب
ہرگز نہیں ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ کی جگہ اللہ اکبر کہنا مسنون اور مشروع اور اصل ذکر ہے۔

غرض کسی چیز کا مسنون و مشروع ہونا الگ بات ہے اور اس کا جائز ہونا الگ بات ہے دونوں کا حکم بھی الگ الگ ہے۔ اگر آپ مسنون و مشروع والا عمل کریں گے تو وہ عمل مطابق سنت قرار پائے گا۔ اور اس پر سنت والا ثواب ملے گا اور اگر جواز والا عمل کرینگے تو بس صرف یہ ہوگا کہ وہ عمل جائز ہوگا فاسد اور باطل نہیں ہوگا، مگر سنت پر عمل کرنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

فقہاء کی یہ بات خود احادیثِ رسول سے ثابت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ معلم شریعت تھے اس وجہ سے آپ کی تعلیمات میں مسنون مشروع عمل کے بارے میں جس طرح ہدایات اور رہنمائیاں ہیں اسی طرح جائز اور مباح امور کے بارے میں بھی ہدایات اور رہنمائیاں ہیں تاکہ شریعت کی جامعیت پر حرف نہ آئے اور انسان کسی موقع پر پریشان خاطر نہ ہو۔

روایات میں آتا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مسنون ہے بلکہ یہ محض اباحت کو بتلانے اور عذر و معذوری کے وقت کا عمل ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے حالتِ صوم

Scanned by CamScanner

بوسہ لیا اپنی ازواج کا بوسہ لیا، مگر اس کا یہ مطلب کوئی نہیں لیتا کہ حالتِ صوم میں بوسہ لینا عمل مسنون ہے، بلکہ آپ نے اپنے عمل سے صرف یہ ہدایت دی ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو حضرت امامہ بھی آپ کے کاندھے پر ہوتیں جن کو آپ رکوع و سجدہ کرتے ہوئے اپنے کاندھوں سے آہستہ سے اتار دیتے۔ آپ کا یہ عمل اس بات کی تعلیم تھی کہ اگر نماز میں عمل قلیل ہو جائے تو اس سے نماز میں فساد نہیں ہوتا، کیا اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ عمل قلیل کرنا نماز میں مشروع و مسنون ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو میں اعضاء کو صرف ایک بار دھو کر نماز ادا کی، یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو وضو پورا ہوگا اور نماز میں کوئی خلل نہ ہوگا نہ یہ کہ ایک ہی دفعہ اعضاء وضو کا دھونا مسنون و مشروع ہے، اس طرح کی بہت سی باتیں احادیث کی کتابوں میں خود آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ اور ان کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان وہ عمل بھی جان لیں جو کہ مسنون و مشروع ہیں اور جو شریعت کا اصل حکم ہے اور ان باتوں کو بھی وہ جان لیں جن کا تعلق محض اباحت، جواز اور عذر و معذوری کی حالت سے ہے اور جن سے اعمال باطل اور فاسد نہیں ہوتے۔

یہی وجہ ہے کہ صرف احناف ہی نہیں تمام فقہی مذاہب کی کتابوں میں اس کا بیان آپ کو ملے گا کہ کون سی چیز جائز ہے اور کون سی چیز مفسد عمل اور مبطل عمل ہے اور کون سا عمل مسنون و مشروع ہے۔

غیر مقلدین کے علماء نے بھی فقہی کتابیں لکھی ہیں اور اس دعویٰ کے ساتھ کہ وہ لوگ خالص کتاب و سنت پر عمل کرتے ہیں، اور ان کی ہر ہر بات کی دلیل کتاب و سنت سے ماخوذ ہوتی ہے اور مذاہب کی کتابوں سے سردست میں کچھ ذکر نہیں کرتا، غیر مقلدین کی سب سے اہم کتاب نزل الابرار من فقہ النبی المختار جو نواب وحید الزماں صاحب کی تالیف ہے، اور جن میں سارے مسائل کو آنحضور کے فقہ کا مسئلہ بتلایا گیا ہے، اس کتاب کے ان چند مسائل میں آپ غور فرمالیں تو آپ کیلئے حقیقت تک پہنچنا بہت آسان ہو جائیگا۔

Scanned by CamScanner

نواب صاحب فرماتے ہیں:

ویجوز للمرأۃ النظر الی الرجال الاجانب (ص ۲۸۲ ج ۲)

یعنی عورت کے لئے اجنبی مرد کو دیکھنا جائز ہے۔

اس جگہ جائز ہونے کا کیا مطلب ہے، کیا اجنبیوں کو اور غیر محرم کو دیکھنا مشروع و مسنون ہے؟

نواب صاحب فرماتے ہیں:

وکذلک تکرہ الصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ او فی لباس مغصوب او مصبوغ بالعصفر وکذا فی ثوب الحریر وفی الازار التی تستر الکعبین للرجل وان جازت فی ھذہ الصور کلھا۔

(ص ۵۷ ج ۱) یعنی غصب شدہ زمین یا غصب شدہ کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح عصفر سے رنگے کپڑے میں بھی نماز مکروہ ہے نیز مردوں کیلئے ریشمی کپڑوں میں اور ایسے ازار میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے جس سے ٹخنہ چھپ جاتا ہے۔ اگرچہ ان تمام صورتوں میں نماز ہو جائے گی۔

دیکھئے بعض چیزیں اس بیان میں ایسی ہیں جس کے بارے میں حدیث میں شدید وعید وارد ہے اور ان کا استعمال مردوں کے لئے قطعاً حرام ہے مثلاً مردوں کیلئے ریشم کے کپڑے کا استعمال یا ٹخنہ سے نیچے تہبند پہننا، مگر نواب صاحب فرماتے ہیں کہ ان کپڑوں میں نماز ہو جائے گی یعنی فاسد اور باطل نہ ہوگی، نہ یہ کہ ان کپڑوں میں نماز مسنون و مشروع ہے۔

نواب صاحب فرماتے ہیں:

لا ینقض (الوضوء) بمس المرأۃ والامرد وکذا بالمباشرۃ الفاحشۃ (ص ۱۹ ج ۱)

یعنی وضو عورت اور امرد لڑکے چھونے سے نیز مباشرتِ فاحشہ سے نہیں ٹوٹتا۔

Scanned by CamScanner

کیا اب کوئی غیر مقلد ، نہیں ٹوٹتا ، کا سہارا لے کر اس عمل کو مشروع و مسنون گمان کرے گا اور اس پر عمل شروع کر دے گا ، اس کا یہی مطلب ہے کہ اگر یہ شکل کبھی پیدا ہو جائے تو وضو کا عمل باطل نہیں ہوگا ۔

نواب صاحب فرماتے ہیں :

وکذا اذا ولج فی فرج البھیمۃ او دبر الآدمی او دبر البھیمۃ (ص ۲۲ ج ۱) یعنی اگر آدمی اپنا آلۂ تناسل جانور کی فرج میں داخل کرے یا آدمی کے پاخانہ کے راستہ میں یا جانور کے پاخانہ کے راستہ میں تو اس پر غسل لازم نہیں ہے ۔

غسل لازم نہیں ہے کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ غیر مقلدین کے مذہب میں یہ عمل مشروع و مسنون ہے ، نواب صاحب کا مقصد صرف یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو مذہب غیر مقلدین میں غسل ضروری نہیں بلا غسل نماز ادا کی جا سکتی ہے ۔

نواب صاحب فرماتے ہیں :

ولو رمی انسانا او طائرا بحجر کان عندہ او حملہ من الارض ثم رمی بہ لا تفسد صلوتہ (ص ۱۱۲ ج ۱)

یعنی اگر نمازی حالتِ نماز میں کسی آدمی کو یا چڑیا کو اپنے پاس موجود یا زمین سے اٹھا کر پتھر مارے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی ۔

اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں اس طرح کا عمل مفسد صلوٰۃ نہیں نہ یہ کہ یہ عمل مسنون و مشروع ہے کہ آدمی اس کو لازماً کرے ہی ۔

نواب صاحب کا یہ بھی فرمان ہے کہ اگر کوئی قصداً اذان انگریزی میں دے تو جائز ہے اس کا حوالہ ملا شیرازی نے اپنے مضمون میں پہلے ہی دے رکھا ہے ۔

غالباً اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ انگریزی میں غیر مقلدین کے یہاں اذان جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اذان باطل نہیں ہوگی نہ یہ کہ یہی ان کا اصل مذہب ہے اور اذان

Scanned by CamScanner

[illegible]

[illegible] اگر کسی حنفی فقہ کی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے اذان کو فارسی میں کہہ دیا تو [illegible] اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ اذان کو دھرانے کی ضرورت نہیں ہے، نہ کوئی صاحب اس کا یہ مطلب لیں کہ یہی اذان احناف کے یہاں مشروع و مسنون ہے، اگر کوئی یہی سمجھتا ہے تو وہ پلے درجہ کا احمق اور فقہ کی اصطلاحات سے ناواقف ہے، اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کی کسی حنفی مسجد میں عربی کے علاوہ دوسری زبان میں نہ اذان کہی گئی نہ کہی جاتی ہے۔

رہا ترجمان میں جو اس مسئلہ پر گفتگو ہے وہ سراسر فریب اور خیانت سے پُر ہے اور میں یہ بات بڑے پُرزور انداز میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین کا احناف کے مذہب و مسلک پر کوئی اعتراض علم و دیانت کے ساتھ نہ کبھی ہوا اور نہ ہو سکتا ہے، یا تو ان کے اعتراضات ان کی جہالت کا آئینہ ہوتے ہیں یا وہ مکر و فریب سے کام لیتے ہیں، ہمارا سابقہ دن رات ان غیر مقلدین کے ساتھ رہتا ہے اس وجہ سے ہم ان کی ایک ایک رگ سے واقف ہیں، جن باتوں کو آپ جیسے سادہ لوح حضرات سن کر گھبرا جاتے ہیں ان کو سن کر ہمارے لبوں پر تبسم پیدا ہوتا ہے اور ہم ان کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

اسی مضمون کو دیکھئے کہ مضمون نگار نے کتنے فریب سے کام لیا ہے اور علم و دیانت کا کیسا مذاق اڑایا ہے۔

اس نے پہلی حرکت تو یہ کی کہ مسئلہ تو ہدایہ کے حاشیہ سے مبسوط کتاب کا نقل کیا اور خوامخواہ ہدایہ کے خلاف اپنے بغض کا اظہار کیا، اور اس نے کہا کہ ہدایہ جس کو قرآن کے مثل کہا گیا ہے یہاں اس بات کا کیا موقع تھا، یہ غیر مقلدین کا بہت پُرانا اعتراض ہے اور اس کا جواب زمزم میں دیا جا چکا ہے مگر خبیث طبیعتوں کا حال بھی عجیب ہوتا ہے کہ وہ صحیح سے صحیح بات بھی قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی ہیں۔

دوسری حرکت اس نے یہ کی کہ ہدایہ میں اذان کا مفصل بیان مذکور ہے اور

Scanned by CamScanner

[illegible] اور [illegible] کر کیا، اشارہ بھی نہیں ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صاحب ہدایہ [illegible] اس جیسی اذان اس لائق بھی نہیں کہ اس کا ذکر ہو، اس کے شروع و مسنون ہونے کی بات تو الگ رہی، مگر اس بات کو مضمون نگار گول کر گیا، اور یہ نہیں بتلایا کہ ہدایہ میں اس اذان کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے، مبسوط کی عبارت حاشیہ سے نقل کی ہے نہ کہ ہدایہ سے۔

تیسری بے ایمانی مضمون نگار کی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ

جس مقام پر اذان میں عرف عام کا اعتبار کرنے کی بات کہی گئی ہے اسی جگہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ سے فارسی میں اذان کہے جانے کی روایت ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ آپ عالم ہیں یا نہیں اگر عالم ہیں اور ہدایہ کی طرف براہِ راست رجوع کر سکتے ہوں تو آپ اس جگہ کو ملاحظہ کر لیں ورنہ کسی عالم سے اس مقام کی تحقیق کر لیں، مصنف کی بات فارسی والی اذان کا ذکر نہ حاشیہ میں اور نہ ہدایہ کے متن میں اور نہ شرح میں اس جگہ پر کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے، مضمون نگار عرف عام والی بات کہہ کر محض فریب دینا چاہتا ہے کہ اگر کسی مقام پر فارسی زبان یا کوئی اور زبان متعارف ہو تو وہاں اسی جگہ کی زبان میں اذان کہنا حنفیہ کا مذہب ہے۔

عرف عام کی بات تو تثویب سے متعلق ہے یعنی فجر کے وقت اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ میں مصلیوں کو کن الفاظ سے جگایا جائے تو صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ جو لوگوں کا عرف ہو ان کلمات سے سونے والے کو جگایا جائے گا اس کیلئے کوئی خاص کلمات متعین نہیں ہیں، فارسی میں اذان کہنے اور نہ کہنے کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں۔

چوتھی بے ایمانی مضمون نگار نے یہ کی ہے کہ اس نے یہ نہیں بتلایا کہ مبسوط سے اس نے جو عبارت نقل کی ہے وہ ضعیف قول ہے، امام ابو حنیفہ سے وہ مشہور روایت اذان کا مشہور مذہب نہیں ہے، اگر امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہوتا تو صاحب ہدایہ نے جو اذان کا مفصل بیان کئی صفحوں میں کیا ہے ان کا یہ مذہب ضرور نقل کرتے، مضمون نگار

Scanned by CamScanner

نے ہدایہ کے حاشیہ سے جو عبارت نقل کی ہے وہ خود بول رہی ہے کہ امام حسن کی روایت ضعیف ہے، عبارت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔ اروی عن ابی الحسن عن ابی حنیفۃ رح اور پھر انکا آدمی جانتا ہے کہ فقہ کی کتابوں میں اس قسم کی عبارت سے اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ محدثین کے یہاں بھی یہ اصطلاح معروف ہے۔ روی یعنی مجہول کے صیغے سے اگر کوئی روایت اور حدیث ذکر کی جاتی ہے تو محدثین عام حالات میں اس کو ضعیف سمجھتے ہیں الا یہ کہ خارج سے ایسا قرینہ موجود ہو جو اس روایت کی قوت کو بتلائے۔

غرض مضمون نگار نے اذان والی بات میں متعدد خیانتیں کی ہیں اور احناف پر جھوٹ تراشا ہے، اصل مسئلہ کو چھپایا ہے، غلط بیانی سے کام لے کر اپنی غیر مقلدیت کے برحق ہونے کا دستاویزی ثبوت مہیا کیا ہے۔

آپ ایک بار میری اس بات کو اور تازہ کر لیں کہ فقہ حنفی پر غیر مقلدین کا بلا جہل و خیانت کے کوئی اعتراض قائم نہیں ہو سکتا۔ فقہ حنفی کتاب و سنت اور آثار صحابہ کا وہ صاف شفاف چشمہ ہے کہ آج دنیا کے بیشتر مسلمان اسی سے سیراب ہو رہے ہیں۔ اور جب سے اس فقہ کا وجود ہوا ہے دنیا میں اسی فقہ کا ڈنکا بجا ہے اور اس کی جامعیت و شمولیت اور کتاب و سنت سے ہم آہنگ ہونے کا دنیا نے اعتراف کیا ہے، غیر مقلدین کے اکابر بھی چند مسئلوں کو چھوڑ کر اپنے دینی و دنیوی معاملات میں اسی فقہ پر اعتبار کرتے رہے ہیں، غیر مقلدین کے علماء کے فتاویٰ کی کتابیں دیکھ کر آپ ہماری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

غیر مقلدین تو اس وقت شر و فساد پر آمادہ ہیں، چیونٹی کے پر نکل رہے ہیں، فقہائے کرام اور اللہ والوں کے خلاف ان کی بدزبانیاں والزام تراشیاں اور بدعقیدگی اور سوء ظنی انتہا پر ہے، جو اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ اب ان کا کام تمام ہونے والا ہے اللہ والوں سے دشمنی مول لے کر کوئی پنپ نہیں سکتا، غیر مقلدین کا حال آپ دیکھ لیں نماز جیسی عبادت بھی ان کے یہاں مذاق بن کر رہ گئی ہے، ان کی مسجدوں میں جائیے تو

Scanned by CamScanner

وحشت ہوتی ہے، روحانیت کا نام ونشان نہیں ویرانہ پن کا شدید احساس ہوتا ہے۔

اب میں آخر میں دو باتیں کہہ کر اپنی اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے نواب وحید الزماں کی کتاب سے جو مسئلے نقل کئے ہیں اس کا کوئی غیر مقلد رد نہیں کر سکتا اس وجہ سے یہ کتاب ان کی پوری جماعت کی طرف سے موثق ہے، اس کے شائع کرنے والے مشہور غیر مقلد عالم ومناظر مولانا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی ہیں، اور جامعہ سلفیہ بنارس جو غیر مقلدین کا مرکزی ادارہ ہے، اس نے اہلحدیث کی تصنیفی خدمات پر جو کتاب شائع کی ہے، اس نزل الابرار کتاب کا بہت پروقار الفاظ میں تعارف کرایا ہے اور اس کو فقہ اہلحدیث کی کتاب ومشہور بین الخاص والعام کہہ کر متعارف کرایا ہے، اس لئے غیر مقلدین کو اس کتاب کی حیثیت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔

افسوس یہ ہے کہ مصنف کتاب نے اس کتاب میں مذکور تمام مسائل کو آنحضورؐ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ اس کے پورے نام سے ظاہر ہے، حالانکہ یہ بڑی جرأت کی بات ہے کہ اپنے اجتہادی مسائل کو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے یہ اس وعید میں آتا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ جس نے میرے اوپر جھوٹ گھڑا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

مذاہب اربعہ کی فقہی کتابوں میں اس کا لحاظ ہوتا ہے کہ اجتہادی اور قیاسی مسائل کو براہ راست آنحضورؐ کی طرف ان کے مصنفین منسوب نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے، یہ امام مالک کا قول ہے، یہ امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے، اجتہادی اور قیاسی مسائل کو آنحضورؐ کی طرف منسوب کرنے کی جرأت صرف صرف غیر مقلدین کو ہی ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوسری بات آپ سے یہ عرض کرنی ہے کہ آپ کے ذہن میں جو اور شکوک وشبہات ہوں ان کو بھی لکھ کر بھیجدیں میں پوری کوشش کروں گا کہ اپنے علم واستعداد کے مطابق

Scanned by CamScanner

جواب دوں تاکہ آپ کے شکوک کا ازالہ ہو، آپ کا جو پہلا خط آیا تھا میں نے اس کی شکایت آپ سے سنانے کی تھی کہ اس کا لب و لہجہ مناسب نہیں تھا، آپ کا یہ خط سنجیدہ اور متین تھا اس وجہ سے میں نے بھی پورے انشراح سے جواب دیا ہے۔ اور ایک ہی نشست میں یہ پورا جواب مکمل کیا ہے۔

خدا کرے آپ کے شکوک رفع ہو گئے ہوں، اگر کوئی بات رہ گئی ہو تو مزید لکھیں میں ایک بار پھر عرض کروں گا کہ غیر مقلدین کی تحریر سے دھوکہ نہ کھائیں، یہ چودھویں صدی کا عجیب و غریب فرقہ ہے، اللہ اس کے شر سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کا مسئلہ

محترم المقام حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب زید مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ زمزم پابندی سے مل رہا ہے، آپ کی تحریروں سے ہم نے جتنا فائدہ اٹھایا اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا، خطوط کے جوابات سے بڑی تسکین حاصل ہوتی ہے، ذہن میں بہت سے اشکالات تھے وہ بالکل رفع ہوگئے، آپ کے جوابات کا انداز بھی بڑا پیارا ہوتا ہے، لمبی تحریر بھی مزہ لے لے کر پڑھی جاتی ہے، ہندوستان میں اس انداز کا کوئی دوسرا پرچہ نہیں ہے، زمزم کے بارے میں جو ہمارے جذبات ہیں سب کو صفحۂ قرطاس پر نہیں لایا جاسکتا، ہم سب آپ کی صحت وعافیت کیلئے دعاگو ہیں، طٰہٰ شیرازی کا اپنا انداز ہے، وہ چٹکیوں میں اور ہنستے ہنساتے بڑے بڑے مسئلے حل کر دیتے ہیں۔

گزشتہ دنوں ایک گفتگو میں ایک غیر مقلد عالم جو جامعہ سلفیہ کا فارغ ہے کہنے لگا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت ضعیف ہے، سینہ پر ہاتھ باندھنا چاہئے۔ یا سینہ کے اوپر، یہی صحیح روایت سے ثابت ہے، حنفیہ کے علاوہ کسی کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا نہیں ہے، براہ کرم اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

نظام الدین قاسمی
گونڈہ

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمزم کے پیش نظر مقصد یہ تھا کہ احناف کے خلاف جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں اس کا ازالہ ہو، اور لوگوں کے سامنے صحیح صورت حال آجائے، الحمد للہ اس بارے میں زمزم نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس کا ظاہر خواہ فائدہ برآمد ہوا ہے اور غیر مقلدیت کی کمر جھک گئی، اور اب غیر مقلدین علماء کی کاوش کا میدان صرف دورہ گیا ہے، گالی دینا اور سلفیت کے تعارف میں قلم گھسنا، ایک صاحب جو پی ایچ ڈی ہیں اس بارے میں اپنا خون پسینہ ایک کئے ہوئے ہیں۔ بیس بائیس قسطیں لکھ چکے ہیں اور اب تک سلفیت کا تعارف نامکمل ہے، کوئی منچلا ہوتا تو ان سے پوچھتا کہ پی ایچ ڈی صاحب سلفیت کا تعارف، لمبا ہے یا شیطان کی آنت لمبی ہے۔

غیر مقلدین کا مزاج دینی مسائل میں آوارہ قسم کا ہے، ہم نے ان کی کتابیں پڑھی ہیں ہمیں ان کے مزاج میں کہیں ٹھہراؤ نظر نہیں آتا، ان کو اپنے مذہب کے خلاف ہر چیز سنت کے خلاف ہی نظر آتی ہے اور ساری احادیث ضعیف دکھلائی دیتی ہیں، صحابہ کرام کا عمل حجت نہیں ہوتا، خلفائے راشدین کی باتیں قابلِ رد ہوتی ہیں، جمہور کیا کہتے ہیں اور ان کا عمل کیا ہے اس کی ان کو پرواہ نہیں ہوتی ہے، حدیث میں ثقہ کی زیادتی منظور نہیں ہوتی، انہیں احادیث میں اضطراب نظر آتا ہے۔

لیکن اگر مسئلہ اپنا ہو تو حدیث کا ضعیف ہونا بھی قبول ہوتا ہے، صحابہ کے قول و عمل سے استدلال بھی جائز ہو جاتا ہے، خلفائے راشدین کا عمل بھی بھانے لگتا ہے ثقہ کی زیادتی بھی محدثین کا مذہب قرار پاتی ہے، حدیث میں جو اضطراب ہوتا ہے وہ بھی انکی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچاتا ہے۔

نماز میں ہاتھ کہاں باندھنا چاہئے، اس کا فیصلہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ اس بارے میں صحابہ کرام و تابعین سے صرف دو طرح کی بات منقول ہے، ایک ناف کے نیچے اور دوسری ناف کے اوپر، سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر انھوں نے کیا ہی

Scanned by CamScanner

نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام و تابعین کا امام ترمذی کی نگاہ میں ان دو عمل کے علاوہ تیسرا کوئی عمل تھا ہی نہیں۔ سنئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی بات انھیں کے الفاظ میں۔

والعمل علی ھذا عند اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم یرون ان یضع الرجل یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ ورأی بعضھم ان یضعھما فوق السرۃ ورأی بعضھم ان یضعھما تحت السرۃ وکل ذلک واسع عندھم۔

یعنی صحابہ کرام و تابعین عظام اور بعد کے اہل علم اصحاب کا اسی حدیث پر عمل ہے۔ یعنی یہ کہ نماز میں مصلی داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھے گا اور ان صحابہ و تابعین اور بعد کے لوگوں میں سے کچھ لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ نمازی اپنے ہاتھوں کو ناف کے اوپر باندھیگا اور کچھ لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ ناف کے نیچے باندھے گا اور یہ دونوں طریقے ان کے یہاں جائز ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسا وسیع النظر محدث کا یہ فیصلہ آپ کے سامنے ہے، صرف یہی ایک بات اطمینان پیدا کرنے کیلئے کافی ہے کہ احناف کا مسلک وہ ہے جس پر صحابہ و تابعین اور بعد کے ائمہ محدثین کا عمل رہا ہے، انھوں نے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی بات کو لائق ذکر بھی نہیں سمجھا، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین اور محدثین میں سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا کبھی معمول ہی نہیں رہا ہے۔

اب ہر سمجھدار آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ احناف کا عمل حدیث کے خلاف ہے کہ حدیث کے موافق، اگر حدیث کے خلاف ہے تو اس کا الزام صرف احناف پر ہی نہیں آتا بلکہ یہ الزام ان تمام صحابہ کرام اور تابعین اور محدثین پر آتا ہے جو نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔

ذرا اس بارے میں ائمہ اربعہ کے یہاں جو بات منقول ہے اس پر بھی ایک نگاہ ڈال لیں۔

امام مالک سے اس بارے میں تین روایت ہے (۱) نمازی ہاتھ چھوڑ کر نماز

Scanned by CamScanner

پڑھے گا (۱) سینہ کے نیچے ہاتھ باندھے گا اور (۲) ناف کے اوپر (۳) اسے اختیار ہے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے یا ہاتھ چھوڑ کر۔

یعنی امام مالک کے نزدیک سینہ پر ہاتھ باندھنے کا مذکور ہی نہیں، امام شافعی سے بھی تین روایات ہیں (۱) سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھے گا، اور یہی روایت مشہور ہے اور اسی پر ان کے یہاں عمل ہے اور یہی روایت امام شافعی کی کتاب الام اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھے گا مگر یہ عمل بعض ہی کتابوں میں مذکور ہے شوافع کی کتابوں میں مشہور پہلی روایت ہے۔

(۳) اور امام شافعی کا تیسرا قول یہ ہے کہ ناف کے نیچے باندھے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تین طرح کی روایت ہے۔

(۱) ایک روایت یہ ہے کہ ناف کے نیچے باندھے گا (۲) دوسری روایت ہے کہ سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر باندھے گا (۳) اور تیسری روایت ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ ناف کے نیچے باندھے یا ناف کے اوپر۔

مگر ناف کے نیچے والی روایت ہی مشہور ہے اور اسی پر عام طور پر حنبلیوں کا عمل ہے۔ (دیکھو تحفۃ الاحوذی ص ۲۱۳-۲۱۴ ج ۲)

آپ غور فرمائیں کہ ائمہ اربعہ میں دو امام ایسے ہیں جن کا مذہب ناف کے نیچے باندھنے کا بھی ہے اور رہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو ان کا مذہب صرف ایک ہی طرح کا نقل کیا گیا ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھنا افضل اور اولیٰ ہے، بلکہ امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ہی ہے، سینہ پر ہاتھ باندھنے کی بات صرف امام شافعی کے ایک قول میں ہے اور سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا تو سلفیوں کی نئی ایجاد ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہر طرح سے پختہ ہے

Scanned by CamScanner

جس کی تائید میں اسلاف کا عمل ہے، اب رہا یہ کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کی کوئی صریح حدیث بھی ہے، تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ زعم بالکل باطل ہے کہ اسلاف کرام ائمہ عظام اور صحابہ و تابعین کا جو معمول رہا ہے یہ معمول ان کا خود ساختہ ہوگا اور اس پر سنت سے کوئی دلیل نہ ہوگی، دلیل ہوگی اور یقیناً ہوگی خواہ ہمیں وہ ضعیف نظر آئے یا قوی۔

نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کا جن کا مذہب ہے ان کی صریح صحیح دلیل یہ ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، حضرت وائلؓ فرماتے ہیں:

میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔

یہ روایت بالکل صحیح سند سے ہے، مگر غیر مقلدین علماء کو اس بارے میں بڑی مہارت حاصل ہے کہ وہ صحیح سند والی روایت کو بھی غلط قرار دے دیتے ہیں، چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد اس صحیح سند والی روایت کو دیکھ کر اوپر نیچے ہونے لگے اور فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند اگرچہ عمدہ ہے مگر تحت السرہ یعنی ناف کے نیچے والا کلمہ ثابت نہیں ہے۔ لکن فی ثبوت لفظ تحت السرۃ فی ھذا الحدیث نظر اقویا۔ (ص ۲۱۴)

اور پھر اس ثابت شدہ لفظ کو غیر ثابت کرنے کے لئے وہ سب کچھ کر کے رکھ دیا جس سے امانت و دیانت اور اصول پناہ مانگتے ہیں، اب ان کی اس تفصیل میں کون پڑے اور جان کھپائے، ہم تو ان غیر مقلدوں سے صرف یہ کہیں کہ اگر آپ کے یہاں ثابت نہیں ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ائمہ فقہ و حدیث کا عمل یہ بتلاتا ہے کہ یہ لفظ ثابت ہے چاہے مصنف کے بقیہ اور نسخوں میں یہ لفظ ہو یا نہ ہو۔

دوسری دلیل احناف کی حضرت علیؓ کا یہ فرمان ہے، جس کو ابو داؤد امام احمد ابن ابی شیبہ دارقطنی اور بیہقی نے نقل کیا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

Scanned by CamScanner

السنة وضع الكف على الكف تحت السرة (الحديث) — یعنی سنت یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جائے۔

اور جب صحابہ کرام کسی عمل کے بارے میں سنت کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آنحضورؐ کا یہی معمول تھا اور آپ کا یہی فرمان تھا، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری محدث طیبی سے نقل کرتے ہیں:

اذا قال الصحابی من السنة کذا او السنة کذا فهو فی الحکم کقوله قال رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا مذهب الجمهور من المحدثین والفقهاء وجعل بعضهم موقوفا ولیس بشیء۔ (ص ۲۴۰ ج ۱)

یعنی جب صحابی یہ کہے کہ سنت سے یہ ہے یا یہ سنت ہے تو اس کا مطلب اور حکم اسی طرح کا ہے جیسے صحابی یہ کہے کہ آنحضورؐ کا یہ ارشاد ہے (یعنی یہ بات آنحضورؐ ہی سے ثابت ہوگی اور اس کا حکم حدیث مرفوع کا ہے) اور یہی عام طور پر فقہاء اور محدثین کا مذہب ہے، اور جس نے اسکو موقوف قرار دیا ہے وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ تعلیم اور فرمان غیر مقلدین کی گلے کی ہڈی بن رہا تھا۔ اس وجہ سے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے اس کو بھی ضعیف قرار دینے کی پوری سعی کی ہے، مگر ہمارے نزدیک ان کی یہ سعی، سعی باطل ہے اس لئے کہ جب امام ترمذی کے بقول صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت کا اسی پر عمل رہا ہے تو ہمارے لئے ان کا عمل حجت ہے، اس لئے کہ ہمیں یقین ہے کہ ان کا عمل خلافِ سنت نہیں تھا، چاہے غیر مقلدین مانیں یا نہ مانیں۔

تیسری دلیل احناف کی یہ روایت ہے جو ابو داؤد میں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اخذ الکف علی الکف تحت السرة۔ — یعنی نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی سے پکڑ کر ہاتھ کو

Scanned by CamScanner

(تحفہ ص ۲۱۵) باندھا جائے گا۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد کو حضرت ابوہریرہ کا یہ فرمان بھی گوارا نہیں ہوا، اور اس کو بھی ایک راوی کی وجہ سے ضعیف کہہ کر رد کر دیا۔

چوتھی دلیل احناف کی وہ روایت ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس کو ابن حزم نے نقل کیا ہے، حضرت انس نے فرمایا۔

۔ تین چیزیں اخلاق نبوت میں سے ہیں، افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور داہنے ہاتھ کو بائیں کے اوپر زیر ناف رکھنا۔ (تحفہ)

مولانا مبارکپوری نے اس حدیث کو بھی رد کر دیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس کی سند کا پتہ نہیں، اس لئے یہ قابلِ احتجاج نہیں ہے۔

یعنی ان غیر مقلدین کی زور و زبردستی کا اندازہ لگائیے کہ جب تک بذاتِ خود کسی حدیث کی سند کا ان کو پتہ نہیں لگے گا وہ کسی پر اعتماد کر کے اس کو ماننے والے نہیں ہیں، جی ہاں غیر مقلدیت اسی کا نام ہے۔

اگر میں تفصیل میں جاؤں تو ابھی مصنف ابن ابی شیبہ، دارقطنی، مسند احمد وغیرہ سے متعدد آثار اس بارے میں نقل کر سکتا ہوں، مگر ایک انصاف پسند کیلئے اتنا ہی کافی ہے اور اس سے نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کی مسنونیت کا صاف پتہ چلتا ہے۔

آپ نے اوپر کی گفتگو سے اندازہ لگایا کہ غیر مقلدین کے علماء جو مذہب اختیار کرتے ہیں اگرچہ وہ شاذ ہو اور امت میں اس کا قائل کوئی بھی نہ ہو، اس کے خلاف ایک سننے کو تیار نہیں ہوتے اور صحیح حدیث کو پوری قوت خرچ کر کے ضعیف قرار دیدیتے ہیں مگر جب اپنی باری ہوتی ہے تو ضعیف حدیث بھی صحیح سند والی ہو جاتی ہے۔

آئیے اس کا آپ کو ایک نمونہ دکھلاؤں، اسی مسئلہ میں غیر مقلدین علماء کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ قبیصہ اپنے والد ہلب طائی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

Scanned by CamScanner

[illegible] ہے [illegible] اور [illegible] دونوں طرف نماز بعد منہ پھیرتے تھے [illegible] کے سبب پر رکھتے تھے، مولانا عبدالرحمن مبارکپوری اس کو نقل کرکے فرماتے ہیں [illegible] الحدیث کلھم ثقات واسنادہ متصل یعنی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند متصل ہے، لیکن کیا حقیقت یہی ہے؟ تو سنئے کہ:

اس کا ایک راوی سماک ہے، اس کا حافظہ آخر میں خراب ہوگیا تھا، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ امام احمد کا کہنا تھا کہ سماک مضطرب راوی ہے، شعبہ نے اسکو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن عمار کہتے ہیں کہ یہ غلطی کیا کرتا تھا، امام عجلی کہتے ہیں کہ وہ بسا اوقات منقطع حدیث کو متصل کر دیتا تھا، امام ثوری اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی روایت میں اضطراب ہوتا ہے اور وہ پختہ کار محدثین میں سے نہیں تھا، اور صالح بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں، ابن خراش کہتے ہیں کہ اس میں کمزوری ہے۔

یہ ساری باتیں خود مبارکپوری صاحب نے لکھی ہیں اس کے باوجود وہ بڑے دھڑلے سے کہتے ہیں کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اب سنئے کہ قبیصہ کی جو صحیح روایت ہے اس کو امام ترمذی نے ذکر فرمایا ہے اور اس میں ہاتھ کہاں رکھتے تھے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

اور پھر غور کرنے کی بات ہے کہ اس حدیث میں راوی نماز ختم کرنے کے بعد کی حالت بیان کرتا ہے کہ دائیں بائیں رخ پھیرنے کے بعد آپ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا ایک ہاتھ سینہ پر رکھتے تھے، اس میں یہ بھی تصریح نہیں ہے کہ کون سا ہاتھ رکھتے تھے، بہرحال اس حدیث سے اس بات کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے (اگر اسے قابلِ استدلال قرار دیا جائے تو) کہ نماز ختم کرنے کے بعد اپنا ایک ہاتھ سینہ پر رکھنا چاہیے۔

غیر مقلدین کا عمل تو اس حدیث کی روشنی میں یہ ہونا چاہیے کہ وہ نماز ختم ہونے پر اپنا ایک ہاتھ سینہ پر رکھیں، مگر اس حدیث سے غیر مقلدین حالتِ قیام

Scanned by CamScanner

میں اور نماز کی حالت میں سینہ پر دونوں ہاتھوں کے باندھنے کی مشروعیت کو ثابت کرتے ہیں جس کا حدیث کے الفاظ میں کہیں دور دور تذکرہ نہیں ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں آپ بھی دیکھ لیں اور ہر غیر مقلد دیکھ لے۔

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ وعن یسارہ ورأیت یضع ھذہ علی صدرہ۔

یضع ھذہ علی صدرہ (میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں رخ پھیرنے کے بعد اس کو اپنے سینہ پر رکھتے تھے) کا تعلق نماز ختم ہونے کے بعد کی حالت سے ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد آپ کا ایک عمل یہ بھی تھا کہ کوئی ہاتھ آپ اپنے سینہ پر رکھتے تھے۔

لیکن اس حدیث کو غیر مقلدین محدثین علماء بھی سینہ پر دونوں ہاتھ رکھنے کی اپنی دلیل بناتے ہیں، آپ اندازہ لگائیں کہ جب آدمی تقلید کا راستہ چھوڑ کر اپنی من مانی کرتا ہے تو وہ کیسی کیسی بے سرو پیر کی بات کرتا ہے، ایک اہم بات اور بھی آپ ذہن نشین کرلیں کہ اگر بالفرض والمحال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی بات اگر کسی صحیح حدیث میں ہو بھی تو اس کا سنت ہونا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ سنت وہ عمل ہوتا ہے جس پر آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمومی عمل ثابت ہو اور صحابہ کرام نے بھی اس کو اپنا معمول بنایا ہو، اور یہ بات کسی طرح ثابت نہیں ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری یا دائمی معمول تھا، اور یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کی اس مسئلہ میں نقل کردہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ کسی صحابی نے یہ کہا ہو کہ سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ پر رکھا جائے جب کہ سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے میں حضرت علی خلیفہ راشد کا صاف ارشاد ہے کہ سنت یہ ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھا جائے اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ و تابعین میں ہاتھ زیر ناف باندھنے کا معمول تو رہا ہے مگر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی کسی ایک صحابی کا بھی عمل منقول نہیں ہے۔

یقین جانئے کہ اگر نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنا بھی اسلاف کا معمول ہوتا تو اس بارے

Scanned by CamScanner

جس کو کوئی صحیح حدیث ہوتی اور یہ سنت ہوتا تو امام ترمذی اس کو ہرگز نظر انداز نہ کرتے، اور ابن قیم اس کو مکروہ نہ قرار دیتے، ابن قیم کا ارشاد ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں ویکرہ ان یجعلہا علی الصدر (یعنی سینہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے، اور حضرت علی کا یہ ارشاد کہ سنت یہی ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھا جائے جس کو عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب نے ازراہ تعصب ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے بارے میں ابن قیم فرماتے ہیں۔

صحیح حضرت علی کی بات ہے۔۔۔۔ والصحیح حدیث علی یعنی صحیح حدیث حضرت علی ہی والی ہے۔ (بدائع الفوائد ص ۱۳۰)

غیر مقلدین علماء کی اس مسئلہ میں اس بارے میں جو جو کارستانیاں ہیں ان سب کا بیان ایک مجلس میں نہیں ہو سکتا اس کیلئے بڑی فرصت اور ایک مستقل رسالہ کی ضرورت ہے۔

امید ہے کہ انشاء اللہ اتنا ہی سے آپ کو اور زمزم کے دوسرے قارئین کو اس مسئلہ میں اطمینان ہو جائے گا اور احناف کے مسلک کا دلائل کے اعتبار سے مضبوطی کا علم ہوگا۔

والسلام

محمد ابوبکر غازیپوری

Scanned by CamScanner

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ پر ایک اعتراض کا جواب

کیا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرنا خلافِ سنت عمل ہے؟

مکرمی حضرت مولانا غازی پوری صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ دو ماہی زمزم کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے، دینی پرچوں میں ایک زمزم ہی ایسا پرچہ ہے جس سے غیر مقلدیت کے پھیلائے ہوئے جال سے بہت سے لوگ نکل گئے، یہ زمزم کی بہت بڑی کامیابی ہے، آپ کی اور مولانا نورالدین نوراللہ صاحب کی تحریر بڑی پر اثر اور زوردار ہوتی ہے، زبان ہلکی پھلکی ہونے کی وجہ سے کم پڑھے لکھے لوگ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی تھی، غیر مقلدین اس کو خلافِ سنت عمل قرار دیتے ہیں اور اس پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں۔ براہ کرم اس بارے میں کچھ تحریر فرمادیں تاکہ واقعہ کی صحیح صورتِ حال سامنے آجائے۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

محمد اسلم خان نظام آباد

زمزم! غیر مقلدین حضرات پر اللہ رحم فرمائے، ان کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی

Scanned by CamScanner

عبادت و ریاضت پھر بھی اعتراض ہو سکتا ہے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ان کا یہ اعتراض نیا نہیں ہے، اللہ کے بزرگوں نے بھی اس واقعہ کو لے کر بہت کچھ اپنے خاص انداز میں لکھا ہے، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علیکم بکثرۃ السجود یعنی نمازوں کی کثرت کو اپنے اوپر لازم کرو، قرآن میں صحابہ کرام کے بارے میں ہے تراھم رکعا و سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا یعنی صحابہ کرام کو دیکھو گے کہ وہ رکوع میں ہیں اور سجدے میں ہیں، اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی کے طالب ہیں مسلمان مرد اور عورتوں کی صفات کا قرآن کی ایک آیت میں تفصیل سے ذکر ہے اس میں ان کی ایک صفت یہ ذکر کی گئی ہے والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات یعنی مسلمان مرد اور عورتیں اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں، اور ان کے لئے اللہ کا یہ وعدہ ہے۔ اعد اللہ لھم مغفرۃ و اجرا عظیما، اللہ نے ان کیلئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ قرآن ہی میں ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی اللہ کے ذکر سے دل میں اطمینان پیدا ہوتا ہے، قرآن ہی میں ہے اذکروا اللہ ذکرا کثیرا اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، حدیث میں آتا ہے من صلی علی واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا جس نے میرے اوپر ایک دفعہ درود پڑھی اللہ اس کو دس دفعہ اپنی رحمت سے نوازے گا۔

اگر ان آیات و احادیث کی روشنی میں کوئی اللہ کا ذکر کثرت سے کرے، نماز کثرت سے پڑھے درود کثرت سے پڑھے، راتوں کو کثرت سے جاگے، اپنا دھیان اور اپنی توجہ اللہ کی طرف رکھے تو اس کا یہ عمل قابل تعریف ہوگا یا قابل ملامت، اس عمل کی تعریف کی جائے گی یا اس کو برا سمجھا جائے گا؟ اس کا فیصلہ ہر عقل سلیم خود کرے۔

حدیث میں آتا ہے بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، تو میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

Scanned by CamScanner

تو اگر اس حدیث کی روشنی میں کسی کو نوافل کا شوق ہو اور وہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے نوافل کثرت سے پڑھے تو اس کا یہ عمل قابلِ تعریف ہوگا یا اس پر نکیر کیجائیگی۔

قرآن میں عباد الرحمٰن یعنی ان بندوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے اوپر اللہ کی خاص رحمت ہوتی ہے، تو ان کی ایک صفت یہ ذکر کی گئی ہے الذین یبیتون لربھم سجداً وقیاماً یعنی جو لوگ راتوں کو اس حال میں گذارتے ہیں کہ وہ سجدے میں ہوتے ہیں۔ اور حالتِ قیام میں ہوتے ہیں۔

اب اگر کوئی اللہ کا بندہ رات بھر نماز میں گذارے اور اس کا یہ معمول زندگی بھر کا ہو تو اس کا یہ عمل عین شریعت کے مطابق ہوگا یا اس کو خلافِ شریعت کام کہا جائیگا۔

ایسے ہی اللہ کے بندوں کے بارے میں قرآن ہی میں ہے تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وطمعاً یعنی یہ اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ ان کے پہلو ان کے خوابگاہوں اور بستروں سے علیحدہ ہوتے ہوتے ہیں (کہ نماز پڑھتے رہتے ہیں) اور اپنے رب کو عذاب کے ڈر اور ثواب کی امید میں پکارتے رہتے ہیں۔

آپ فرمائیں کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ رات بھر جاگ کر اللہ کی عبادت کرے اور اللہ کو پکارے، اس کی رحمت کا امیدوار ہو اور اس کے عذاب سے پناہ چاہے اور اس کا یہ عمل چالیس سال نہیں پوری زندگی بھی اسی طرح کا رہے تو اس کا یہ عمل قرآن کیمطابق ہوگا یا قرآن کے خلاف اس کو کہا جائے گا۔

اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کی ان آیات واحادیث پر عمل کیا تو کون سا جرم کیا اور اس سے غیر مقلدین کو تکلیف کیوں ہے؟

بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کی عبادت رفع یدین آمین بالجہر اور قرأت خلف الامام اور نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے تک ہے، ان بیچاروں کو اس سے زیادہ کی توفیق ہی نہیں، نہ ان کو ذکر واذکار سے مطلب اور نہ ان کو کثرتِ نوافل سے مطلب، نہ ان کے مقدر میں راتوں کا جاگنا ہے، نہ آنحضورؐ پر صلوٰۃ وسلام کی برکت حاصل کرنا ہے۔

Scanned by CamScanner

اس لئے یہ غیر موفق لوگ، اللہ والوں پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کا ذکر واذکار کثرتِ صلوٰۃ وسلام اور راتوں کو جاگ کر اللہ سے دعا ومناجات کرنا بھی ان پر بار ہوتا ہے۔ جب خود کتاب وسنت کی ہدایات پر عمل کرنا ان کے نفس پر شاق ہوتا ہے تو کتاب و سنت والا کام ان کو بدعت نظر آتا ہے، اور اللہ والوں کے بارے میں ان کی زبان بے لگام ہوتی ہے۔

تاریخ اور سیر کی کتابوں کو پڑھئے تو امام ابوحنیفہ جیسے کتنے اللہ کے بندے آپ کو نظر آئیں گے جنھوں نے پوری زندگی اللہ کی عبادت میں لگا کر گذار دی، یہ لوگ ائمہ فقہ وحدیث تھے شریعت کے اسرار کے واقف کار تھے، کتاب وسنت کے عالم تھے، ان میں صحابہ بھی تھے اور تابعین بھی، محدثین بھی اور فقہاء بھی، کیا یہ سب لوگ گمراہ تھے اور غیر شرعی عبادتوں میں اپنی زندگی گذارنے والے تھے؟ اس طرح کا تصور کوئی مسلمان اسلاف امت کے بارے میں کر سکتا ہے؟ مگر برا ہو غیر مقلدین کے مزاج وفکر کا کہ ان کا نقطۂ نظر اسلاف کے بارے میں عیب گیری ونقطہ چینی کا ہے۔ میں یہاں پر صرف حافظ ذہبی کی کتاب تذکرۃ الحفاظ جلد اول سے چند ایسے لوگوں کا نام ذکر کرتا ہوں جو اپنی عبادت وریاضت اور کثرتِ صلوٰۃ وصوم میں مشہور تھے۔

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ذہبی لکھتے ہیں۔ کان من السابقین القائمین الصائمین المنفقین فی سبیل اللہ۔

حضرت عثمان سابقین میں سے تھے، نماز میں لگے رہنے، بہت روزہ رکھنے اور اللہ کے راستہ میں بہت خرچ کرنے والے تھے، حضرت عثمان کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ نے پورا قرآن ایک رکعت میں ختم کیا تھا۔

(۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری کے بارے میں ذہبی فرماتے ہیں کہ کان ابوموسیٰ عابداً صواماً قواماً۔ یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری عابد تھے، بہت زیادہ روزہ رکھنے والے اور نماز پڑھنے والے تھے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کان کثیر التعبد والذکر یعنی بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور ذکر کرنے والے تھے۔ حضرت ابوہریرہ نے ایک دھاگا میں ایک ہزار گرہ لگا رکھی تھی ایک ہزار تسبیح پڑھ کر ہی آپ سوتے تھے۔ ان کے گھر کا معمول یہ تھا کہ ان لوگوں نے رات کے تین حصے کر لئے تھے۔ ایک حصہ میں حضرت ابوہریرہ عبادت کرتے، ایک حصہ میں ان کی بیوی عبادت کرتی اور ایک حصہ میں ان کا خادم عبادت میں لگا رہتا۔

(۴) مسروق بن اجدع مشہور تابعی اور امام فقہ حدیث ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے۔ حج مسروق فما نام الا ساجدًا یعنی مسروق نے حج کیا تو ان کا سونا بس اس وقت ہوتا جب وہ سجدہ میں ہوتے۔ مسروق کی بیوی کا بیان ہے۔ انہ کان یصلی حتی یتورم قدماہ۔ یعنی وہ اتنی طویل نماز پڑھتے کہ ان کا دونوں قدم ورم کر جاتا تھا۔

(۵) اسود بن یزید بھی مشہور امام فقہ وحدیث اور جلیل القدر تابعی ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے اسی حج اور اسی عمرے کئے تھے۔ ولم یجمع بینھما یعنی حج الگ تھا، اور عمرا لگ تھا، حج کے ساتھ عمرے کا شمار نہیں ہے۔ ان کے بھائی عبدالرحمٰن ابن اسود کے بارے میں لکھا ہے۔ یصلی کل یوم سبع مائۃ رکعۃ یعنی وہ روزانہ سات سو رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے، اور لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ اپنے گھر میں سب سے کم عبادت کرنے والے ہیں۔

(۶) حضرت عروہ بن زبیر مشہور تابعی اور محدث ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے۔ کان عروۃ یقرأ ربع القرآن کل یوم فی المصحف ویقوم بہا فی اللیل۔ یعنی حضرت عروہ کی زندگی کا معمول یہ تھا کہ وہ دن میں ایک چوتھائی قرآن دیکھ کر پڑھتے تھے اور پھر اسی کو رات میں نوافل میں پڑھا کرتے تھے۔

(۷) عروہ بن میمون مشہور تابعی ہیں، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وغیرہ سے

Scanned by CamScanner

حدیث سنی تھی، ان کے بارے میں لکھا ہے حج واعتمر اثنتی عشرۃ انھوں نے سو مرتبہ حج اور عمرہ کیا تھا۔ لکھا ہے کہ جب وہ بوڑھے ہو گئے تھے تو دیوار میں ایک کھونٹا گاڑ دیا گیا تھا۔ جب وہ نماز پڑھتے پڑھتے اکتا جاتے تو اس کو پکڑ لیا کرتے تھے (پھر کچھ آرام کرتے نماز شروع کرتے۔)

(۸) حضرت ابو موسیٰ ہمدی بھی جلیل القدر تابعی ہیں کبار صحابہ مثلاً حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود وغیرہما سے حدیث کو سنا تھا، ان کے بارے میں لکھا ہے کان عالماً صواماً قواماً یصلی حتی یغشی علیہ یعنی کتاب و سنت کے عالم تھے بہت زیادہ روزہ رکھنے والے تھے اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والے تھے، نماز پڑھتے ہوئے ان پر غشی طاری ہو جایا کرتی تھی۔

(۹) مرۃ الطیب بن شراحیل بھی مشہور تابعی ہیں، حضرت ابوبکر حضرت معاذ حضرت ابن مسعود وغیرہم کے شاگرد ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے یقال انہ سجد حتی اکل التراب جبھتہ یعنی ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے سجدہ کیا (اور اتنا سجدہ کیا کہ) ان کی پیشانی کو مٹی نے کھا لیا۔

(۱۰) حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ مشہور فقہ و حدیث کے امام ہیں، ان کا دستور تھا کہ وہ کان یصوم یوما و یفطر یوما ایک روز روزہ رہتے اور ایک روز ناغہ کرتے۔

(۱۱) علی بن حسین زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ خاندان نبوت کے چشم و چراغ تھے ان کے بارے میں حضرت امام مالک فرماتے ہیں انہ کان یصلی فی الیوم واللیل الف رکعۃ الی ان مات یعنی ان کی ساری زندگی کا دستور یہ تھا کہ وہ روزانہ رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

(۱۲) سعید بن جبیر مشہور امام فقیہ اور محدث تھے، بہت سے صحابہ کرام سے احادیث کو سنا تھا۔ ان کے بارے میں لکھا ہے یبکی باللیل حتی عمش یعنی رات

Scanned by CamScanner

میں اتنا روتے تھے کہ ان کی آنکھ کی روشنی متاثر ہوگئی۔ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قام لیلۃ فی جوف الکعبۃ فقرأ القرآن فی رکعۃ یعنی وہ ایک رات کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو پورا قرآن ایک رکعت میں پڑھ ڈالا، ان کا معمول تھا کہ دو دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

(۱۳) خالد بن معدان جنھوں نے ستر صحابہ سے حدیث کو سنا تھا۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ کان یسبح فی الیوم سبعین الف مرۃ کہ وہ چوبیس گھنٹوں میں ستر ہزار مرتبہ تسبیح پڑھتے تھے۔

(۱۴) عطاء ابن رباح کے بارے میں آتا ہے کان المسجد فراشہ عشرین سنۃ کہ بیس سال تک مسجد ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھی اور ان کی زبان پر برابر اللہ کا ذکر جاری رہتا کبھی زبان اس سے رکتی نہیں تھی حضرت عطاء نے بھی بہت سے صحابہ کرام سے حدیث کو سنا تھا۔

(۱۵) میمون بن عمران کا ذکر حافظ ذہبی ان الفاظ سے کرتے ہیں الامام، القدوۃ عالم اھل الجزیرۃ ان میمون بن مہران کے بارے میں آتا ہے کہ صلی فی سبعۃ عشر یوما سبعۃ عشر الف رکعۃ یعنی انھوں نے سترہ روز میں سترہ ہزار رکعتیں پڑھی تھیں۔ یعنی روزانہ ایک ہزار رکعت۔

(۱۶) وہب بن منبہ مشہور محدث اور تابعی ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے۔ لبث وھب عشرین سنۃ لم یجعل بین العشاء والصبح وضوءً یعنی وہب ابن منبہ نے بیس سال کی مدت اس طرح گذاری کہ عشاء اور صبح کے درمیان دوسرا وضو کرنے کی ضرورت ان کو پیش نہ آئی، یعنی عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی، میں کہتا ہوں کہ اگر وہب بن منبہ بیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھ سکتے ہیں تو پھر کوئی تیس سال کیوں نہیں پڑھ سکتا اور کیوں کوئی چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔

Scanned by CamScanner

(۱۷) ابو یحییٰ حمانی مشہور حافظ حدیث ہیں اور تابعی بھی ہیں، متعدد صحابہ کرام سے انھوں نے حدیث کو روایت کیا ہے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کان صواماً قواماً متبتلاً بہت زیادہ روزہ رکھنے والے نماز پڑھنے والے اور لوگوں سے کٹ کر اللہ کی طرف مائل رہنے والے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ چالیس برس ہو رہا ہے کہ میں نے پلک نہیں جھپکائی ہے۔

(۱۸) ثابت بنانی جن کو حافظ ذہبی الامام، الحجۃ القدوۃ کے لقب سے یاد کرتے ہیں یہ بھی مشہور تابعی ہیں، ان کے بارے میں محدث شعبہ فرماتے ہیں۔ کان ثابت البنانی یقرأ القرآن کل یوم ولیلۃ ویصوم الدھر یعنی یہ چوبیس گھنٹے میں قرآن ختم کرتے تھے اور صائم الدھر (ہمیشہ روزہ رکھنے والے) تھے۔

(۱۹) ایوب سختیانی جو حافظ حدیث اور جلیل القدر محدث تھے۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ یقوم اللیل کلہ تمام رات نماز پڑھا کرتے تھے۔

(۲۰) صفوان بن سلیم فقیہ تابعی تھے، ان کے بارے میں آتا ہے حلف صفوان ان لا یضع جنبہ علی الارض حتی یلقی اللہ مکث علیٰ ھذا ثلاثین عاماً فمات وانہ جالس۔ یعنی انھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنا پہلو زمین سے نہیں لگائیں گے یہانتک کہ ان کی موت آجائے۔ چنانچہ تیس سال تک ان کا یہی حال تھا کہ وہ سوئے نہیں بیٹھنے ہی کی حالت میں ان کا انتقال ہوا۔ لکھا ہے کہ انھوں نے اتنی کثرت سے سجدے کئے تھے کہ ان کی پیشانی میں اس کی وجہ سے سوراخ ہو گیا تھا۔

(۲۱) منصور بن معتمر مشہور محدث ہیں بڑے بڑے محدثین نے ان سے روایت کی ہے، حافظ حدیث تھے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے صام منصور اربعین سنۃ وقام لیلھا وکان یبکی اللیل کلہ یعنی منصور نے چالیس سال تک مسلسل روزہ رکھا اور چالیس سال کی یہ پوری مدت رات میں نماز پڑھتے گذاری اور وہ پوری رات رویا کرتے تھے۔

Scanned by CamScanner

(۲۲) منصور بن زاذان کے بارے میں آتا ہے کہ کان یصلی من طلوع الشمس الیٰ ان یصلی العصر - وہ سورج نکلنے سے لے کر عصر تک برابر نماز میں رہا کرتے تھے -

(۲۳) داؤد بن ابی ہند زبردست محدث ہیں، ان کے بارے میں آتا ہے - صام داؤد بن ابی ھند اربعین سنۃ لایعلم بہ اھلہ انھوں نے چالیس سال تک اس طرح روزہ رکھا کہ ان کے گھر والوں کو بھی ان کا پتہ نہیں چل سکا - گھر والوں سے ناشتہ اور کھانے کا سامان لے کر چل دیتے راستہ میں اس کو صدقہ کر دیتے اور پھر شام کو گھر آکر افطار کرتے -

(۲۴) عاصم بن سلیمان بھی زبردست محدث اور حافظ حدیث تھے - بڑے بڑے محدثین نے ان سے روایت کی ہے - ان کے بارے میں لکھا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر صبح تک نفل نماز میں مشغول رہتے -

(۲۵) سلیمان تیمی مشہور محدث ہیں، حافظ ذہبی کو ان کو الحافظ الامام شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں - ان کے بارے میں لکھا ہے کہ چالیس سال تک ان کا حال یہ تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ کا ناغہ کرتے اور عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے - انھیں کے بارے میں آتا ہے کہ ہر سجدہ میں ستر مرتبہ سبحان اللہ کہتے مزید لکھا ہے کہ ان کی پوری زندگی اس طرح گذری کہ انھوں نے صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی ہے -

(۲۶) حضرت امام اعمش مشہور محدث ہیں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ستر سال تک انکی تکبیر اولیٰ نہیں چھوٹی -

(۲۷) ہشام بن حسان حافظ حدیث تھے، بڑے بڑے فقہاء اور محدثین انکے شاگرد تھے، ان کے بارے میں آتا ہے - کان یدیم الصوم سوی یوم الجمعۃ جمعہ کے دن کے سوا ہر دن روزہ رکھتے تھے اور ان کا یہ عمل دائمی تھا -

Scanned by CamScanner

(۲۸) سحر بن عبد اللہ ثقہ محدث اور امام المسلمین تھے۔ ان کے بارے میں ان کے لڑکے محمد فرماتے ہیں کان ابی لا ینام الی ان یقرأ نصف القرآن یعنی میرا والد جب تک آدھا قرآن نہ پڑھ لیتے سوتے نہیں تھے۔

(۲۹) ابن ابی ذئب مشہور محدث اور شیخ وقت تھے، ان کا معمول یہ تھا کہ پوری رات نماز میں گذارتے پہلے ایک روز ناغہ کر کے روزہ رکھتے تھے پھر روزانہ رکھنے کا معمول ہو گیا تھا۔

(۳۰) مسلم بن خالد امام فقیہ اور شیخ حرم تھے۔ ان کے بارے میں ازرقی کہتے ہیں کہ کان فقیہا عابدا یصوم الدھر کہ وہ فقیہ عابد تھے، اور ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے۔

(۳۱) ابوبکر بن عیاش جن کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ الامام، القدوۃ شیخ الاسلام ان کے بارے میں یزید بن ہارون کہتے ہیں لم یضع جنبہ الی الارض اربعین سنۃ یعنی انھوں نے چالیس سال تک اپنا پہلو زمین سے نہیں لگایا، یعنی اتنی مدت وہ سوئے نہیں، جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ان کی بہن رونے لگی تو انھوں نے ان سے کہا ما یبکیک کیوں رو رہی ہو، انظری الی تلک الزاویۃ قد ختمت فیھا ثمانی عشر الف ختمۃ۔ گھر کا وہ گوشہ دیکھو میں نے اس میں اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے۔

(۳۲) یحییٰ بن سعید القطان سید الحفاظ کے لقب کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں زبردست محدث اور فقیہ تھے۔ ان کے بارے میں ابن معین فرماتے ہیں اقام یحییٰ القطان عشرین سنۃ یختم کل لیلۃ یعنی یحییٰ بن سعید قطان بیس سال تک مسلسل ہر رات ایک ختم قرآن کرتے تھے۔

(۳۳) غندر ابو عبد اللہ بڑے محدث ہیں جن سے بڑے بڑے محدثین نے حدیث روایت کی ہے، ان کے بارے میں یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ پچاس سال سے وہ ایک دن کا ناغہ کر کے روزہ رکھتے تھے۔

Scanned by CamScanner

(۳۴) امام وکیع کا علم حدیث و رجال میں جو پایہ ہے اس کا علم اہل علم کو ہے، ان کی روایات سے کتب حدیث بھری ہیں۔ ان کے بارے میں یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں۔ صحبت وکیعا فی السفر والحضر فکان یصوم الدھر ویختم القرآن کل لیلۃ یعنی میں وکیع کے ساتھ سفر و حضر میں رہا وہ صائم الدھر تھے اور ہر رات ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ اور یحییٰ بن معین ان کے بارے میں فرماتے ہیں ما رأیت افضل منہ یقوم اللیل ویرد الصوم ویفتی بقول ابی حنیفۃ یعنی میں نے امام وکیع سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ پوری رات نماز پڑھتے تھے، ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور حضرت امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، امام وکیع کے مقام و مرتبہ کا پتہ ابن عمار کے اس بیان سے چلتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ما کان بالکوفۃ فی زمان وکیع افقہ واعلم بالحدیث منہ یعنی کوفہ میں امام وکیع کے زمانہ میں امام وکیع سے زیادہ فقہ کا ماہر اور حدیث کا جانکار نہیں تھا۔ اس زمانہ میں یعنی دوسری صدی میں امام وکیع جیسا محدث اور فقیہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا کرتا تھا۔

(۳۵) بشر بن المفضل کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ الامام، الثقۃ الحافظ، العابد یہ روزانہ چار سو رکعت نفل پڑھتے تھے اور ایک دن کا ناغہ کرکے روزہ رکھتے تھے۔

(۳۶) ابو احمد زبیری جلیل القدر محدث تھے، حافظ ذہبی ان کو الحافظ الثبت کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ان کے بارے میں آتا ہے کان یصوم الدھر وہ صائم الدھر تھے۔

(۳۷) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا علم و فضل میں جو مقام ہے سب کو معلوم ہے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں یختم فی رمضان ستین مرۃ وہ رمضان میں ساٹھ ختم کرتے تھے۔

Scanned by CamScanner

(۲۰) [illegible] تھے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ ساٹھ سال تک ایک دن کا ناغہ کئے بغیر روزہ رکھتے تھے۔

(۲۱) [illegible] مشہور محدث اور بڑے زاہد تھے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یصلی فی الیوم واللیلۃ اربع مائۃ رکعۃ یعنی رات دن میں چار سو رکعتیں پڑھتے تھے۔

(۲۲) اب فرمیں امام بخاری کی بھی عبادت و ریاضت کو جان لیجئے۔ امام بخاری امام الحفاظ تھے اور اپنے وقت کے شیخ الاسلام تھے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ: کان راسا فی العلم ورأسا فی العبادۃ عمر میں بھی بڑا مقام رکھتے تھے اور عبادت میں بھی بڑا مقام رکھتے تھے۔ حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری رمضان میں تراویح کے بعد نصف قرآن سے ایک تہائی قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور ہر تیسری رات میں قرآن ختم کرتے تھے، اور دن میں روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ امام بخاری اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ چالیس سال میں نے سالن کے ساتھ کھانا نہیں کھایا۔ امام بخاری جو کی خشک روٹی کھا کر کے زندگی گزارتے تھے۔ لکھا ہے جب وہ حدیث لکھتے تو ہر حدیث پر دو رکعت نماز پڑھتے، اور غسل کرتے۔

امام ابوحنیفہ پر غیر مقلدین حضرات کا اعتراض ہے کہ ان کا عشاء کے وضو سے چالیس سال تک صبح کی نماز ادا کرنا خلافِ سنت عمل تھا، چالیس کے عدد کی مناسبت سے میں نے اسلام کی چالیس برگزیدہ ہستیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں صحابہ کرام بھی ہیں اور تابعین عظام بھی۔ محدثین بھی ہیں اور فقہاء بھی، ان کی عبادتوں کا ذکر ہم نے بہت مختصر کیا ہے۔ اگر تفصیل میں جاتا تو پوری ایک کتاب بن جاتی۔

اب سوال یہ ہے کہ صرف امام ابوحنیفہ ہی کی عبادت کیوں بدعت قرار پائیگی۔ دوسروں کی عبادت پر یہ اعتراض کیوں نہیں ہوگا، غیر مقلدین براہ کرم اپنی تحقیق اور علم کی روشنی میں اگر ان میں ہمت و جرأت ہے تو اسلام کی ان تمام مذکورہ شخصیتوں کی

Scanned by CamScanner

عبادت کو بھی خلافِ سنت اور بدعت قرار دیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ ان میں یہ جرأت نہ ہوگی۔ کم از کم امام بخاری کے بارے میں وہ یہ جرأت نہ کر سکیں گے۔ اس سے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ پر ان کی نگاہ کرم ان سے ایک خاص تعلق کی بنا پر ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع کرنا غیر مقلدیت کی معراج کمال ہے اور غیر مقلدین اپنے اس کمال پر بڑے نازاں و فرحاں نظر آتے ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت دے کہ وہ اپنی زبان اور اپنے قلم کا صحیح استعمال کریں اور اکابر و اسلاف کے بارے میں زبان درازی کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔

امید ہے کہ میری اس مختصر سی تحریر سے آپ کے سامنے غیر مقلدین کے اعتراض کی حقیقت آشکارا ہو گئی ہو گی۔

فقط

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

عبادت کو بھی خلافِ سنت اور بدعت قرار دیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ ان میں یہ جرأت نہ ہوگی۔ کم از کم امام بخاری کے بارے میں وہ یہ جرأت نہ کر سکیں گے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ امام ابوحنیفہ پر ان کی نگاہ کرم ان سے ایک خاص تعلق کی بنا پر ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع کرنا غیر مقلدیت کی معراج کمال ہے اور غیر مقلدین اپنے اس کمال پر بڑے نازاں و فرحاں نظر آتے ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت دے کہ وہ اپنی زبان اور اپنے قلم کا صحیح استعمال کریں اور اکابر و اسلاف کے بارے میں زبان درازی کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔

امید ہے کہ میری اس مختصر سی تحریر سے آپ کے سامنے غیر مقلدین کے اعتراض کی حقیقت آشکارا ہو گئی ہو گی۔ فقط

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

ھدایۃ کے مسائل اور ان کا جواب

محترم مولانا محمد ابوبکر صاحب غازیپوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

گذارش خدمت میں یہ ہے کہ ریاض سعودی عرب سے ایک پمفلٹ مولانا انظر صاحب قاسمی بنگلور کے نام آیا ہے، اس پمفلٹ کو اور اس جیسے دوسرے پمفلٹ کو غیر مقلدین ریاض اور سعودی عرب کے دوسرے شہروں میں شائع کر کے عوام میں فتنہ پھیلاتے ہیں اور فقہ حنفی کے خلاف جذبات بھڑکاتے ہیں، مولانا انظر صاحب نے گذارش کی ہے کہ میں اس پمفلٹ کو آپ کے پاس بھیجدوں، آپ اُن مسائل کے بارے میں روشنی ڈالیں تاکہ آپ کا جواب ریاض بھیجدیا جائے نیز زمزم میں بھی شائع کر دیں تاکہ عام لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔

والسلام

سید محمود قادری بیجاپور

محترم!

(۱) زمزم رسالہ میں اس کا اعلان کیا جا چکا ہے کہ بلا نام یا فرضی نام سے کسی شائع کردہ تحریر کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا، آپ نے جو پمفلٹ بھیجا ہے اس کا حال بھی یہی ہے کہ تحریر شائع کرنے والے کو یہ ہمت نہ ہو سکی کہ اپنا نام اور پورا پتہ ذکر کرتا،

Scanned by CamScanner

ایسی بے وزن اور غیر سنجیدہ تحریر کا کیا جواب دیا جائے۔

(۲) اعتراض اگر برائے اعتراض ہو تو اس کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا، آپ جواب دیتے رہیں گے اور معترضین اعتراضات کرتے رہیں گے، پھر جواب دینے کا فائدہ کیا۔

(۳) سوال اگر سنجیدہ ہو اور سوال کرنے کا مقصود بھی مسئلہ کو سمجھنا ہو تو اس کا جواب دیا جا سکتا ہے لیکن اگر سوالات سے مقصود محض فتنہ انگیزی ہو اور اس کا محرک خباثتِ نفس ہو تو اس کا جواب دینا محض وقت کا برباد کرنا ہے۔

(۴) مسائل کے ساتھ اگر دلائل بھی مذکور ہوں تو مسائل پر اعتراض کرنا جہالت ہے، اہل علم دلائل کو دیکھتے ہیں، اگر کسی کو اعتراض ہی کرنا ہے تو وہ دلائل پر اعتراض کرے اور ان کی کمزوری کو واضح کرے، آج کل غیر مقلدین کا حال یہی ہے کہ چونکہ ان کا مقصد محض فتنہ انگیزی و شر انگیزی ہوتا ہے، اس وجہ سے وہ مسائل کے دلائل پر اعتراض نہیں کرتے صرف مسائل ذکر کر دیتے ہیں تاکہ عوام ان مسائل کی ظاہری شکل سے پریشان ہوں، آپ کے پمفلٹ کا حال بھی یہی ہے کہ عوام کو ورغلانے اور فقہ سے نفرت دلانے کے لئے ہدایہ سے چند مسائل ذکر کر دیئے، اور ان کی شکل گھناؤنی بنا کر دکھلائی ان مسائل کے دلائل پر اعتراض کرنے کی معترض کو ہمت نہ ہو سکی۔

(۵) اگر مسائل کے ساتھ دلائل بھی مذکور ہوں تو صرف مسائل کو ذکر کرنا اور ان کے دلائل کو ذکر نہ کرنا خباثتِ نفس ہے، اور صریح خباثت ہے، موجودہ وقت کے غیر مقلدین افسوس اس قسم کی خباثتوں کا ارتکاب کر کے اپنی خباثتِ نفس کو ظاہر کرتے ہیں، اس پمفلٹ کا حال بھی یہی ہے کہ ہدایہ سے صرف مسئلوں کو ذکر کر دیا صاحبِ ہدایہ نے جو عقلی و نقلی دلائل ذکر کئے ہیں ان کا کسی مسئلہ کے ضمن میں اشارہ تک نہیں ہے۔

(۶) اگر کسی کا مقصود محض فتنہ انگیزی نہ ہو اور وہ دین و دیانت سے بالکل محروم نہ ہو تو وہ کتاب کا پورا مسئلہ ذکر کرے گا، مسئلہ میں کاٹ چھانٹ نہیں کرے گا، آپ کے پمفلٹ والے کا حال یہ ہے کہ ہدایہ سے مسائل تو ذکر کرتا ہے مگر دیانت سے کام نہیں لیتا،

Scanned by CamScanner

خیانت کرتا ہے، اور یہ اسکو عقل نہیں کرتا خیانت کے اس ارتکاب کی وجہ سے مسئلہ کی صحیح شکل سامنے نہیں آتی۔

(۷) ان مسائل پر اعتراض کرنا جو خود غیر مقلدوں کی کتابوں میں مذکور ہیں حد درجہ کی جہالت ہے، پہلے غیر مقلدوں کو اپنے گھر کی خبر لینی چاہیئے، اور اپنی کتابوں کو ان مسائل سے پاک وصاف کر لینا چاہیئے جو فقہ اہلحدیث میں تالیف کی گئی ہیں۔

غیر مقلدوں کی جہالت وسفاہت کا عجیب حال ہے کہ جو مسئلے خود ان کی کتابوں میں مذکور ہیں اور جن کو وہ فقہ اہلحدیث کہتے ہیں وہی مسائل اگر فقہائے احناف کی کتابوں میں بھی مذکور ہوں تو ان پر بھی وہ اعتراض کرتے ہیں، احناف دشمنی میں ان کو اس کا بھی خیال نہیں رہتا کہ اس طرح وہ خود اپنے فقہ اہلحدیث کا بھی مذاق اڑاتے ہیں اور اپنی کتابوں سے جاہل ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

(۸) مسائل شرعیہ کا مذاق اڑانا اتنا بڑا دینی جرم ہے کہ اس سے ایمان جانے کا خطرہ ہے، غیر مقلدین چونکہ ایمان سے محروم ہیں اور ان کی مسلمانی محض نام کی ہے، اس وجہ سے وہ دینی وشرعی مسائل کا مذاق اڑاتے ہیں اور وہ اس بارے میں بہت بے باک ہو چکے ہیں۔

قرآن میں ہے نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انّٰی شئتم اگر کوئی بدبخت اس آیت کا مذاق بنائے تو اس کا ایمان محفوظ نہیں رہے گا۔

حدیث میں ہے۔ آنحضورؐ حالتِ صوم میں ازواج کا بوسہ لیتے تھے، اگر کوئی اس کا مذاق بنائے اور آنحضور کے اس فعل پر اعتراض کرے تو اس کا ایمان جاتا رہے گا۔

بیوی اگر حالتِ حیض میں ہو تو مباشرتِ فاحشہ کے علاوہ اس کے بدن کے ہر حصہ سے تلذذ حاصل کیا جا سکتا ہے، اس کا بیان احادیث میں ہے، اگر کوئی بدبخت عورت کے بدن کے ایک ایک حصہ کا نام لے کر نبوی تعلیمات وہدایات کو مذاق بنائے تو اس کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے۔

Scanned by CamScanner

غرض ایسے مسائل جن کا ذکر کتاب وسنت میں ہے اور انھیں کی روشنی میں ان جیسے دوسرے مسائل کو بھی فقہاء نے اپنی کتابوں میں ذکر کر کے ان کا حکم کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کیا ہے، ان کا مذاق وہی شخص اڑائے گا جو ایمان کی دولت سے محروم ہے غیر مقلدین کا مسائل فقہیہ وشرعیہ کے ساتھ تمسخر اور مذاق اڑانے کا موجودہ انداز بتلا رہا ہے کہ وہ ایمان کی دولت سے محروم ہو چکے ہیں۔

(۹) فقہ میں ان تمام مسائل سے گفتگو کی جاتی ہے جو انسان کی زندگی میں پیش آتے ہیں، اور ان کا شرعی حکم بتلایا جاتا ہے، ان میں ایسے مسائل بھی ہوتے ہیں جن کا عام حالات میں زبان پر لانا اچھا نہیں سمجھا جاتا مگر شرعی ضرورت کے تحت ان مسائل کا بھی ذکر فقہ کی کتابوں میں ہوتا ہے، اور فقہ اسلامی کی یہ عین خوبی ہے کہ وہ زندگی میں پیش آنے والے تمام مسائل کو محیط ہوتا ہے اب جن کا نفس خبیث ہوتا ہے اور جن کی سرشت زبوں ہوتی ہے وہ اپنی خباثتِ نفس کا اظہار کرنے کیلئے فقہ کی کتابوں سے ان مسائل کو چن چن کر جمع کر کے شائع کرتے ہیں جن کا ذکر کرنا عام حالات میں مناسب نہیں ہوتا ہے اور جاہل لوگ اس طرح مسلمانوں میں فقہ کی دشمنی میں خود اسلام دشمنی اور شریعت دشمنی کا اظہار کرتے ہیں، یہ کہنا تو درست ہے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے مگر یہ کہنا کہ کیا وہ بندر کا بھی خالق ہے سور کا بھی خالق ہے، مکھی مچھر کا بھی خالق ہے اور اسکو مذاق بنالینا قطعاً حرام ہے، ضرورتاً تو اس کا اظہار کیا جا سکتا ہے مگر مذاق کے طور پر اس طرح کی باتیں کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا۔

(۱۰) پمفلٹ میں جن مسائل کو بہت مکروہ سمجھ کر ہدایہ سے نقل کیا گیا ہے وہ اور اس طرح کے مسائل زمانہ نبوت وزمانہ خیر القرون میں واقع اور پیش آچکے ہیں اور ان کا ذکر خود حدیث کی کتابوں میں ہے، صحابہ کرام میں سے بعض حضرات سے زنا کا صدور ہوا، آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا فیصلہ فرمایا، بعض عورتوں سے بھی زنا کا صدور ہوا، ان کا بھی فیصلہ حضور نے فرمایا۔ آنحضور کے زمانہ میں بعض ہجڑے تھے ان کا ذکر اور ان کا حکم بھی احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ آنحضورؐ کے زمانہ میں ایسا بھی واقعہ پیش آیا کہ

Scanned by CamScanner

چوپایہ کے ساتھ کسی آدمی نے اپنی خواہش پوری کی آپ نے ایسے شخص کا حکم بیان فرمایا آنحضور کو اس کی اطلاع ملی کہ کچھ لوگ اپنی بیویوں سے پاخانہ کے راستہ میں خواہش پوری کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو یہ کام کرے غرض اس کا بھی آپ نے حکم بیان فرمایا ہے خود حدیث میں اس کا ذکر ہے کہ آپ نے حالتِ حیض میں بیویوں سے مقامِ خاص کے علاوہ جگہوں پر مباشرت کرنے کی اجازت دی ہے، حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں ایک شخص کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ لوگ وہ فعل کرتے ہیں جو عورتوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لیے باقاعدہ صحابہ کرام کی جماعت کو بلایا اور مشورہ کیا، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کو جلا کر مار ڈالا جائے۔

غرض اس طرح کے مسائل انسان کی زندگی میں پیش آتے ہیں، یہ نئے مسائل نہیں ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں ان کا ذکر بطور تفریح کر دیا گیا ہے، جب سے انسان پیدا ہوا ان جیسے مسائل سے اس کو سابقہ پیش آتا رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں ان تمام مسائل کے کتاب وسنت ہی کی روشنی میں شرعی حکم بیان کیا گیا ہے، اب کوئی ان کا استہزا کرتا ہے تو وہ فی الاصل شریعتِ اسلامیہ پر حملہ آور ہوتا ہے اور فقہ اسلامی کی جامعیت پر طعنہ زن ہے۔ یہ علم کی بات نہیں ہے بے علمی اور جہالت کی بات ہے۔

آپ نے جو پمفلٹ بھیجا ہے اس کا ہرگز جواب نہیں دیتا، اس وجہ سے کہ وہ بلا نام یا فرضی نام سے ہے دوسرے یہ کہ اس میں شریعتِ اسلامیہ کا بھرپور مذاق اڑایا گیا ہے، تیسرے یہ کہ پمفلٹ والے نے خیانت سے کام لے کر کئی مسئلوں میں پورا مسئلہ نہیں ذکر کیا ہے، چوتھے یہ کہ اس نے مسائل پر اعتراض کئے ہیں، دلائل پر نہیں، پانچویں یہ کہ سارے مسائل کچھ مزید زیادتی کے ساتھ خود غیر مقلدین علماء کی کتابوں میں موجود ہیں تو پھر فقہ حنفیہ پر اعتراض کیا معنی رکھتا ہے، یہ مسائل اگر ان کی کتابوں میں ہوں تو فقہ

Scanned by CamScanner

اہلحدیث کے مسائل کہلائیں اور قابلِ تعریف قرار پائیں اور اگر ان کا ذکر حنفی کتابوں میں ہو تو وہ قابلِ اعتراض و استہزا ہوں کیا یہ عقلمندوں کی بات ہے ؟

مگر میں جواب اس کا اس لئے دے رہا ہوں کہ جواب نہ دینے کی شکل میں مخلصین میں سے کئی کے اعتماد کو ٹھیس پہونچے گی جس کی بازگشت سعودیہ میں بھی سنائی دے گی یہ پمفلٹ سعودیہ سے آیا ہے اس وجہ سے ہمیں اپنے ریاض اور سعودیہ میں رہنے والے ہندوستانی و پاکستانی مخلصین کے جذبات کی بھی رعایت کرنی ہے ۔

(۱) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے حالتِ روزہ میں مشت زنی کی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اس مسئلہ کو کتابچہ والے نے صاحبِ ہدایہ کی یہ عبارت نقل کر کے کالمستمنی بالکف علی ما قالوا اس طرح ذکر کیا ہے ۔ یعنی مشت زنی کرنے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا حنفی فقہاء نے یہی کہا ہے گو روزہ کی حالت میں یہ کام کیا ہو۔

اس مسئلہ میں معترض نے جہالت و خیانت کے کئی گل کھلائے ہیں ، پہلے تو اس نے علیٰ ما قالوا کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے ۔ حالانکہ صاحبِ ہدایہ کی یہ عبارت بتلا رہی ہے کہ صاحبِ ہدایہ کے نزدیک مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک حالتِ روزہ میں یہ کام روزہ کو باطل کرنے والا ہے ۔ صاحبِ ہدایہ نے بعض دوسرے فقہاء کی یہ بات نقل کی ہے ، خود اپنا اور حنفی مذہب کا مختار اور مفتیٰ بہ مسئلہ نہیں بیان کیا ہے ، ہدایہ کے حاشیہ میں خود اس پر حاشیہ لگا کر کے مسئلہ صاف کر دیا ہے ، حاشیہ میں علی ما قالوا پر حاشیہ لگا کر لکھا ہے ۔

عادته فی مثله افادة الضعف مع الخلاف وعامة المشائخ علی ان الاستمناء مفطر وقال المصنف فی التجنیس انه المختار ۔

یعنی صاحبِ ہدایہ جہاں اس طرح کی عبارت لکھتے ہیں تو ان کا مقصد یہ بتلانا ہوتا ہے کہ یہ ضعیف قول ہے اور عام مشائخ احناف کا مسلک ہے

Scanned by CamScanner

منی نکالنا روزہ کو باطل کر دیتا ہے، تجنیس میں اسی قول کو مختار بتلایا ہے۔

آپ بتلائیں کہ اس مسئلہ میں فقہ حنفی اور علماء احناف کی اس وضاحت کے بعد بھی اس میں کسی اعتراض کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدین کس طرح فتنہ جگا رہے ہیں اور فقہ حنفی اور فقہاء احناف کی دشمنی میں وہ انسانیت سے کتنے دور ہو چکے ہیں، علم و دیانت سے تہی دامنی ان کا مقدر بن چکی ہے۔

اور پھر مقلدین کو کس طرح جرأت ہوئی کہ وہ صاحب ہدایہ پر اس مسئلہ کو لیکر اعتراض کریں، اور فقہ حنفی اور فقہائے احناف کا مذاق اڑائیں، کیا ان کو اپنے گھر کی خبر نہیں کہ فقہ اہلحدیث کا کیا مذہب ہے۔

عرف الجادی میں نواب صاحب فرماتے ہیں:

"وبالجملہ استنزال منی بکف یا بچیزے از جمادات نزد دعائے حاجت مباح ست ..... بلکہ گاہے واجب گردد ..... ودر مثل ایں کار حرجے نیست بلکہ ہمچو استخراج دیگر فضلات موذیہ بدن ست" (ص۲۷)

یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ ہاتھ سے یا کسی اور جماداتی چیز سے منی نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ کبھی یہ عمل واجب ہو جاتا ہے ..... اس طرح کا کام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، منی نکالنا اسی طرح کا عمل ہے جیسے بدن کے دوسرے تکلیف دہ فضلات کا خارج کرنا۔

منی نکالنے کے بارے میں جس کے گھر کا یہ مسئلہ ہو وہ بیچارہ فقہ حنفی پر اعتراض کرے۔

(۲) کتا بچہ کا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہدایہ میں ہے پاخانہ کی جگہ میں وطی کرنے سے روزہ کا کفارہ واجب نہیں ہوتا ہے۔ پمفلٹ والے صاحب لکھتے ہیں کہ:

"امام ابوحنیفہ کا فتویٰ یہی ہے"

Scanned by CamScanner

پمفلٹ والے اس غیر مقلد نے اس مسئلہ میں بھی اپنی جہالت کا پورا ثبوت دیا ہے عن ابی حنیفہ کا وہ ترجمہ کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا فتویٰ یہی ہے۔ اس جہالت کا کوئی ٹھکانا ہے، جو لوگ فقہ کی کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں، وہ تو اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ بھی ہے نہ کہ امام ابوحنیفہ کا یہی فتویٰ ہے، اس علم کے بل بوتے پر فقہ حنفی پر اعتراض کا شوق ہو گیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پمفلٹ والے نے زبردست خیانت سے کام لیا ہے اور جو اصل مسئلہ ہے اس کو ذکر نہیں کیا جب کہ پورا مسئلہ اسی ہدایہ کی اسی سطر میں مذکور ہے اور اس میں صاف صاف لکھا ہے۔ والاصح انہا تجب یعنی صحیح تر بات یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوگا، اس اندھے کو یہ نظر نہیں آیا جو امام ابوحنیفہ کی صحیح تر روایت اور فقہ حنفی کا اصل مسئلہ ہے، اور عن ابی حنیفۃ انہ لا یجب الکفارۃ نظر آگیا۔

جب یہ غیر مقلدین اس طرح کی خیانتوں پر اتر آئیں تو ان کا جواب آپ کہاں کہاں دیتے پھریں گے۔

عینی میں صاف صاف لکھا ہے کہ مغنی میں جو امام ابوحنیفہ سے اس بارے میں مشہور روایت کہہ کر ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں امام ابوحنیفہ کی صحیح ترین روایت وہی ہے کہ اس صورت میں کفارہ واجب ہوگا (ج ۳ ص ۲۷۰)

اب ذرا غیر مقلدین اپنے گھر کا بھی مسئلہ سن لیں، فقہ اہلحدیث والی کتاب نزل الابرار میں لکھا ہے:

وان جامع المسافر عمدا فی سفرہ وھو صائم او جامع فی غیر الفرج وانزل لزمہ القضاء فقط۔ (فصل فی الکفارۃ ص ۲۳۱)

یعنی اگر مسافر جو روزہ سے ہو اور جان بوجھ کر بھی جماع کرے تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا، اسی طرح جو آدمی عورت کی شرمگاہ کے علاوہ میں جماع کرے (خواہ وہ بدن کا کوئی حصہ ہو) تو اس پر بھی

Scanned by CamScanner

صرف قضا لازم ہے یعنی کفارہ نہیں ہے۔

جن کے گھر کا یہ مسئلہ ہو وہ فقہ حنفی پر اعتراض کریں یہ خباثتِ نفس اور شرارتِ نفس اور فتنہ انگیزی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۳) تیسرا مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ مردہ عورت سے یا چوپائے سے بدفعلی کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، انزال ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی۔

اس بیچارے کو اس مسئلہ میں اپنے گھر کی بھی خبر نہیں کہ فقہ اہلحدیث میں کیا لکھا ہے نزل الابرار میں لکھا ہے:

وکذا لا کفارۃ علی من جامع بہیمۃ او میتۃ او صبیا او صغیرۃ۔ (ص ۲۳۱)

یعنی اس پر روزہ کا کفارہ نہیں ہے جو کسی چوپایہ سے جماع کرے یا کسی مردہ عورت سے جماع کرے، یا بچے سے جماع کرے یا چھوٹی لڑکی سے جماع کرے۔

ہدایہ میں جو مسئلہ ذکر کیا ہے اس کے ساتھ صاحب ہدایہ نے دلیل بھی ذکر کی ہے اور فقہ اہلحدیث میں بلا دلیل ہی مسئلہ مذکور ہے، اس کے باوجود فقہ حنفی پر اعتراض اور اپنے فقہ اہلحدیث پر پھولوں کی بارش۔

فقہائے احناف کے یہاں کفارہ واجب اس شکل میں ہوتا ہے کہ جب جنایت اپنے حقیقی معنی اور حقیقی صورت کے ساتھ پائی جائے، غیر مقلد معترض بتلائے کہ صورتِ مذکورہ میں جنایت کا حقیقی معنی اور حقیقی صورت کا وجود ہے یا پھر وہ حدیث پیش کرے یا قرآن کی آیت جس سے ہدایہ کا یہ مسئلہ غلط ثابت ہو۔

(۴) ایک مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ شرمگاہ کے علاوہ میں اگر کسی نے جماع کیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

یہ مسئلہ بھی غیر مقلدین کے گھر ہی کا ہے۔ نزل الابرار فقہ اہلحدیث میں لکھا ہے۔

او جامع فی غیر الفرج وانزل لزمہ القضاء فقط ص ۲۳۱

Scanned by CamScanner

یعنی کسی نے شرمگاہ کے علاوہ میں جماع کیا تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں اگرچہ انزال ہو جائے۔

غیر مقلد معترض قرآن کی آیت یا حدیث پیش کرے جس سے یہ مسئلہ غلط ثابت ہو۔

اوپر بتلایا جا چکا ہے کہ جماع کا معنی جب معنیً وصورۃً کامل طور پر متحقق ہوگا تب ہی کفارہ واجب ہوگا، غیر مقلد معترض بتلائے کہ صورتِ مذکورہ میں جماع کا معنی صورۃً ومعنیً کامل طور پر متحقق ہے، غیر مقلد معترض کے لئے بہتر یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے اس مسئلہ کو غلط ثابت کرے۔ ان بیچاروں کو اس کا بھی پتہ نہیں ہے کہ جس طرح شبہات سے حدود مرتفع ہو جاتے ہیں اسی طرح شبہات سے کفارہ بھی مندفع ہو جاتا ہے، کفارہ اس وقت واجب ہوگا جب جنایت کے صورۃً ومعنیً واقع ہونے میں ادنیٰ شبہ نہ ہو، اگر ادنیٰ شبہ بھی پایا جائے گا تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔

(۵) ایک مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ محرمات سے نکاح اگر کوئی کرے اور اس سے وطی بھی کرے تو اس پر حد زنا لاگو نہیں ہوگی۔ ہدایہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔

پمفلٹ والے نے یہاں بھی سخت خیانت سے کام لیا ہے، اس نے یہ نہیں بتلایا ہے کہ احناف کے یہاں یہ فعل سخت گناہ اور حرام اور بہت بڑا جرم ہے، خود صاحب ہدایہ نے اس مسئلہ میں اسی سطر میں یہ بھی لکھا ہے۔ لکنہ یوجب عقوبۃ یعنی اسکو اس جرم میں سخت ترین سزا دی جائے گی۔

زنا پر شرعی حد اسی وقت واجب ہوگی جب زنا کا شرعی واصطلاحی معنی پایا جائے گا، زنا کے وجود میں ذرا بھی شبہ ہوا تو پھر خواہ وہ فعل حرام ہو اور شرعی جرم قرار پائے مگر اس پر حد زنا نہیں لاگو کی جائے گی، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ شبہات کی وجہ سے حدود کو رفع کرو، ہاں اس کو امام وقت سخت ترین سزا دے گا حتی کہ وہ اسکو اس جرم میں قتل بھی کر سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

احناف نے حد والی سزا ایسے شخص پر اس لئے نافذ نہیں کی کہ حدیث کا حکم یہی ہے کہ حدود کو شبہات پیدا ہونے کی وجہ سے رفع کرو، خواہ زنا کے ثبوت میں شبہ ہو خواہ زنا کے معنی پائے جانے میں شبہ ہو۔ بہرحال شبہات کی وجہ سے حدودی سزا نہیں لاگو کی جائے گی۔ زنا اس فعل کو کہتے ہیں جو بلا کسی عقد کسی عورت سے مباشرۃ ناجائز کی شکل میں ظہور پذیر ہو، صورت مذکورہ میں محرمہ عورت سے نکاح ہوا ہے، اگرچہ یہ فعل حرام ہے مگر زنا کے معنی میں شبہ پیدا ہو گیا ہے اس وجہ سے حد والی سزا ایسے شخص پر نافذ نہیں کی جائے گی ہاں چونکہ یہ فعل حرام ہے اور بہت بڑا جرم ہے تو اس لئے امام وقت ایسے شخص کو بخشے گا بھی نہیں بلکہ اس کو سخت سے سخت سزا دے گا، حتیٰ کہ اسے قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے افعال سے ماخوذ ہے، یہ احناف کے گھر کا گھڑا ہوا مسئلہ نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میرے ماموں کہیں جا رہے ہیں، میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں تو انھوں نے کہا کہ ایک شخص نے اپنی باپ کی منکوحہ سے نکاح کر لیا ہے، آنحضورؐ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس کو قتل کر آؤں اور اس کا مال لے لوں۔

اگر محرمات سے نکاح کرنا زنا ہوتا یعنی زنا شرعی تو آنحضورؐ اس پر زنا کی جو شرعی حد ہے وہ جاری کرتے، مگر جب آپؐ نے ایسے شخص پر زنا کی حد جاری نہیں کی تو معلوم ہوا کہ زنا شرعی بھی نہیں ہے، اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ عن ابن عباسؓ من اتیٰ ذات محرم فاقتلوہ یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جو شخص محرم عورت سے (نکاح کرے اور اس سے) جماع کرے تو اس کو قتل کر دو (ص ۳۶۵ ج ۷) ابن ماجہ میں یہ روایت حضرت ابن عباس سے مرفوعاً منقول ہے، اگرچہ اس کی سند ضعیف ہے۔

Scanned by CamScanner

غرض احناف کا یہ مسئلہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہے، اور اس پر غیر مقلدوں کا اعتراض بلا وجہ محض جہالت ہے۔

ہر باطل نکاح کو زنا شرعی نہیں کہا جاتا اور نہ ہر باطل نکاح پر حد واجب ہوتی ہے، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے، جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، یہ بالکل صحیح حدیث ہے ایسے نکاح کو آپ نے تین دفعہ باطل کہہ کر اس کے بالکل باطل ہونے پر مہر لگا دی، مگر کسی کا یہ مذہب نہیں ہے کہ اگر کوئی عورت اس طرح کا نکاح کرے تو اس پر حد زنا لاگو کی جائے گی۔ حد زنا وہیں واجب ہوگی جہاں زنا کا کامل معنی پایا جائے گا اور اس کے زنا ہونے میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہ ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت کا یہی کمال ہے کہ ان کے سامنے شرعی مسئلہ کے تمام پہلو ہوتے ہیں اور اس بارے میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام کے فیصلے یہ سب چیزیں ان کے سامنے ہوتی ہیں پھر وہ ایک فیصلہ فرماتے ہیں، اب جن کے علم وخرد کی رسائی وہاں تک نہیں ہو پاتی انھیں تو اعتراض سوجھتا ہے مگر ماہرین کتاب وسنت اور ائمہ شریعت امام ابوحنیفہ کے مدارک اجتہاد کے سامنے اپنا سر جھکا دیتے ہیں، خواہ مسائل میں ان سے اتفاق ہو یا اختلاف، ہمیں پھر یہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ غیر مقلدین خود اپنی کتابوں سے ناواقف اور جاہل ہیں، ان کی فقہ اہلحدیث والی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنے محرم سے نکاح کرے اور اس سے وطی کرے اس کی سزا یہ بھی ہے کہ اس کو امام تعزیر کرے گا اور اسے تعزیراً قتل کر دے گا۔

(نزل الابرار ص ۲۹۸، کنز الحقائق ص ۱۰۲)

اگر یہ فعل زنا حقیقی وشرعی ہوتا تو پھر اس پر صرف حد جاری کی جاتی، حد کی متعین شکل ہے یا کوڑے مارنا یا رجم کرنا قتل کی سزا دینا حد شرعی نہیں ہے، معلوم ہوا کہ غیر مقلد علماء بھی محرم کے ساتھ نکاح کو زنا شرعی نہیں سمجھتے ورنہ ایسے مجرم کی سزا ان کے یہاں

Scanned by CamScanner

صرف حد ہوتی [illegible] ہیں۔

چونکہ اس مسئلہ کو غیر مقلدین بہت اچھالتے ہیں اس وجہ سے میں نے ذرا تفصیل سے کلام کیا تاکہ غیر مقلدوں کی جہالت واضح ہو جائے۔

ناظرین یاد رکھیں، چونکہ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے اس وجہ سے احناف کی کتابوں میں حالات و زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے یہ بھی مذکور ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے یعنی ایسے شخص کو زنا کا مرتکب قرار دیا جائے گا اور اس پر حد زنا ہی لگائی جائیگی، عینی میں صاف لکھا ہے۔ لکن فی الخلاصۃ قال الفتویٰ علی قولھما۔ (۲۴۹/۵۶)

یعنی خلاصہ میں مذکور ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

پمفلٹ والے نے فقہ حنفی سے عوام کو برگشتہ کرنے کیلئے پمفلٹ تو لکھ مارا مگر اسے اس کا پتہ ہی نہیں چل سکا کہ احناف کے یہاں مفتیٰ بہ قول کون ہے، مفتیٰ بہ قول کو چھوڑ کر غیر مفتیٰ بہ قول کو ذکر کرنا جاہلانہ حرکت ہے۔

(۶) ایک مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ جو شخص کسی عورت سے پاخانہ کی جگہ میں وطی کرے یا قوم لوط والا عمل کرے تو اس پر حد نہیں ہے۔

اس مسئلہ کے نقل کرنے میں بھی سخت خیانت کی ہے، اس لئے کہ فلاحد علیہ عند ابی حنیفۃ کے بعد یہ بھی ہدایہ میں ہے کہ ویعزر یعنی اس کو سزا دی جائے گی، یہ لفظ بالکل اسی سطر میں اور اسی جگہ ہے، مگر پمفلٹ والے غیر مقلد صاحب نے یہ لفظ چھوڑ کر کے اپنا ایمان برباد کیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ عمل حد والی سزا کا ہوتا تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے حد والی سزا منقول ہوتی، مگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا تو ارشاد یہ منقول ہے اقتلوا الفاعل والمفعول بہ یعنی جو ایسا کام کرے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو، کیا اس سزا کو حد کہیں گے، یا اس کا تعلق تعزیر سے ہے یعنی اس سزا سے ہے جو امام اور حاکم وقت کی رائے پر محمول ہے؟ اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی رائے اس بارے میں الگ الگ رہی ہے کوئی کہتا ہے کہ اس کو جلا دیا جائے،

Scanned by CamScanner

کوئی کہتا ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرادی جائیگی، کوئی کہتا ہے کہ ایسے شخص کو اونچی جگہ سے نیچے گرا کر اس پر پتھر برسایا جائے گا، غرض کہ زنا والی حد اگر متعین ہوتی تو صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف نہ ہوتا اور آنحضورؐ سے بھی قتل وغیرہ کا حکم منقول نہ ہوتا، اسلئے کہ زنا کی حد تو شریعت میں متعین شکل ہے، اس وجہ سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آنحضورؐ کے ارشادات اور صحابہ کرام کے فتووں کی روشنی میں یہ فرمایا کہ اگر اس جرم کا کوئی مرتکب ہوتا ہے تو اس کے بارے میں حاکم وقت فیصلہ کرے گا کہ اس کو کون سی سزا دیجائے حد کی سزا نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو معاف کردیا جائے گا۔

غیر مقلدین کو فقہ احناف کا پورا مسئلہ ہی معلوم نہیں یا معلوم ہے مگر فتنہ انگیزی چونکہ ان کا مقصود ہے اس وجہ سے پورا مسئلہ ذکر نہیں کرتے۔ عینی میں لکھا ہے۔

وَلٰکنہٗ یعذر و یسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطۃ قتلہٗ الامام۔

یعنی ایسے کام کرنے والے کو سزا دی جائیگی اور اسے تا زندگی قید میں رکھا جائیگا الا یہ کہ وہ توبہ کرلے اور اگر وہ فعل کا عادی ہے تو امام اس کو قتل کردے گا۔

یہ ہے اس مسئلہ میں فقہ حنفی کا پورا مسئلہ مگر پمفلٹ والے نے خیانت کرکے اس کو نہایت مکروہ شکل میں پیش کیا ہے، دین و دیانت کے اپنے اس کردار و مظاہرہ پر غیر مقلدین تواب دارین کی امید رکھتے ہیں۔

(۷) ایک مسئلہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ جو چوپایہ سے وطی کرے اس پر حد نہیں ہے۔

تو کیا غیر مقلدین کے مذہب میں اس پر حد ہے؟ ذرا وہ اپنی کتابوں سے ایسے شخص پر حد کی سزا دکھلادیں۔ نزل الابرار میں لکھا ہے۔ ویعزر من نکح بھیمۃ ویجوز للامام ان یقتلہٗ۔ یعنی جو چوپایہ سے وطی کرے امام اس کی تعزیر کریگا۔

Scanned by CamScanner

اور اس کو قتل بھی کر سکتا ہے، اور یہی بات کنز الحقائق میں لکھی ہے، تو پھر ہدایہ اور آپ کی کتابوں کا مسئلہ الگ الگ ہوا یا ایک ؟

اچھا ذرا غیر مقلدین وہ حدیث تو پیش کر دیں یا قرآن کی کوئی آیت جس سے ہدایہ کے مسئلہ کا غلط ہونا ثابت ہو۔

یہاں بھی پھلت والے غیر مقلد نے خیانت سے کام لیا ہے اور ہدایہ کا پورا مسئلہ نہیں بیان کیا ہے، پورا مسئلہ یہ ہے الا انہ یعزر یعنی اس کی تعزیر ہوگی یعنی امام اپنی صواب دید سے جو مناسب سمجھے گا اس کو سزا دے گا۔

حضرت امام ابو حنیفہ جو فرماتے ہیں اور ہدایہ کا جو مسئلہ ہے وہی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے۔

عن ابن عباس فی الذی یقع علی البھیمۃ قال لیس علیہ الحد (ص ۲۶۶ ج ۷) یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس کا فتویٰ یہ تھا کہ جو شخص جانوروں سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کے پاس اتنی عقل ہی نہیں کہ ان کو یہ سمجھایا جائے کہ زنا شرعی کس کو کہا جاتا ہے اور حد شرعی کب واجب ہوتی ہے۔ اس کے لئے فقہی بصیرت کی ضرورت ہے اور غیر مقلدین کو یہ دولت گرانمایہ حاصل نہیں اس وجہ سے میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ اگر امام ابو حنیفہ نے اپنے فتویٰ کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن عباس کے فتویٰ پر رکھی ہے تو غیر مقلدوں کو اعتراض کیوں ہے، کیا صحابی کے فتویٰ کی روشنی میں فتویٰ دینا حرام ہے ؟ یا وہ اتنے بد دین ہو گئے ہیں کہ صحابی رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے فتویٰ کا بھی مذاق اڑائیں گے ؟

اس مسئلہ میں حضرت عطاء سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی جانور سے بدفعلی کرے تو اس کا کیا حکم ہے، تو انھوں نے فرمایا، اللہ تو بھولنے والا نہیں ہے اگر اس بارے میں شریعت کی متعین سزا ہوتی تو اللہ اس کو نازل کرتا، البتہ یہ فعل ہے بہت برا تو جو برا ہے اسکو برا سمجھو،

(مصنف ص ۲۶۶ ج ۷)

Scanned by CamScanner

دیکھئے حضرت عطار جیسا جلیل القدر تابعی بھی یہی کہتا ہے کہ اس بارے میں کوئی حد شرعی نہیں ہے، چونکہ یہ عمل قبیح ہے اس لئے اس کا معاملہ امام کی صواب دید پر ہوگا کہ وہ جیسی چاہے سزا دے، اسی کو تعزیر کہتے ہیں اور اسی کا بیان ہدایہ میں بھی ہے۔

آنحضورؐ کا ارشاد بھی جو اس بارے میں منقول ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو حد شرعی زنا والی سزا نہیں جاری کی جائے گی، آپ نے فرمایا کہ چوپایہ اور چوپایہ کے ساتھ جو یہ فعل کرے دونوں کو قتل کر دو۔ (مصنف ج ۷ ص ۲۶۴)

غرض امام ابو حنیفہ کا اس مسئلہ میں جو فتویٰ ہے وہ پوری طرح عقل و نقل کی روشنی میں ہے، اور امام کی بے پناہ فقہی بصیرت کو اُجاگر کرنے والا ہے، ہاں البتہ ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا جن کا مقصد محض اعتراض ہو اور جو علم اور بصیرت سے محروم ہوں۔

(۸) ایک مسئلہ پمفلٹ میں یہ ذکر کیا ہے کہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنی خوشی اور رضامندی سے کسی بے وقوف یا بچے سے زنا کرائے تو نہ بیوقوف اور بچے پر حد ہے اور نہ عورت پر۔

اس مسئلہ میں پمفلٹ والے غیر مقلد صاحب نے ایک خیانت تو یہ کی ہے کہ ہدایہ میں مجنون کا لفظ ہے، اس کے معنی پاگل کے ہیں اس کا ترجمہ انھوں نے بیوقوف کیا ہے، معلوم نہیں مجنون کا ترجمہ بے وقوف کس لغت میں ہے، یا غیر مقلدوں کے یہاں مجنون کا ترجمہ بے وقوف ہوتا ہے۔؟ واللہ اعلم بالصواب۔

اس مسئلہ پر اعتراض بھی غیر مقلدوں کی دانشمندی کی انتہا ہے، کیا پاگل اور بچے پر بھی شرعی احکام کا اجراء ہوتا ہے؟ حدیث میں ہے کہ بچوں اور پاگلوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے کسی امام اور کسی محدث کے نزدیک بچے اور پاگل احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں کہ ان پر حدود شرعیہ جاری ہوں، تو پھر اعتراض کیا؟ عورت پر اس لئے حد نہیں ہے کہ جنایۃ کاملہ جو حد کو واجب کرے نہیں پائی گئی اور زنا کا معنی پورے طور پر متحقق نہیں ہوا، پس بحکم حدیث شریف حدود کو شبہات سے دفع کرو، اس عورت پر بھی حد نہیں لگائی جائے گی، البتہ اسکو تعزیر کیجائیگی۔

Scanned by CamScanner

رسول اکرم [illegible] حدیث پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ جس عورت کے ساتھ کوئی پاگل یا بچہ [illegible] گمان کرے گا؟ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو پھر فقہ حنفی اور یہ کتاب کے خلاف یہ شور و ہنگامہ کیوں؟۔

غیر مقلدین کو غالباً اس کا بڑا شوق رہتا ہے کہ مسلمان مرد اور عورت پر حدود موقع بموقع ضرور نافذ کئے جائیں، حالانکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جہاں تک ہو سکے حدود کو دفع کرو، اور یہی وجہ ہے کہ ادنیٰ شبہ سے بھی حدود مندفع ہو جاتے ہیں، احادیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہ اس کا پورا لحاظ رکھتے ہیں کہ شرعی حدود سے جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو محفوظ رکھا جائے، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا، اور مسلمانوں کے لئے آپ کی یہی تعلیم تھی، آنحضورؐ کے ان ارشادات کو ملاحظہ فرمایا جائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں سے جہاں تک ہو سکے حدود کو دفع کرو، ذرا بھی اس کا راستہ پاؤ تو درگذر کرو، پھر آپ نے فرمایا کہ حاکم معاف کرنے میں غلطی کرے یہ زیادہ بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔

حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حدود کو دفع کرو، حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے حدود کو دفع کرو، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ذرا بھی گنجائش دیکھو تو حدود کو دفع کرو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا ارشاد اور مسلمانوں کو تاکید تھی کہ مسلمانوں سے قتل کو جہاں تک ہو سکے دفع کرو۔

حضرت ماعز آپؐ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ مجھ سے زنا کا صدور ہو گیا ہے۔ آپؐ نے منہ پھیر لیا پھر انھوں نے کہا پھر آپ نے منہ پھیر لیا، پھر انھوں نے کہا، پھر آپؐ نے منہ پھیر لیا، چوتھی دفعہ جب انھوں نے کہا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے بوسہ لیا ہوگا، تم نے چھوا ہوگا، غرض آپؐ نے حضرت ماعز پر حد جاری کرنے سے حتی الامکان پرہیز کیا اور جب حضرت ماعز کا اصرار بہت بڑھ گیا تب آپ نے ان پر حد نافذ کرنے کا حکم دیا۔

Scanned by CamScanner

آپؐ کے اس عمل سے بھی معلوم ہوا کہ حدود کا جاری اور نافذ کرنا حالتِ مجبوری کی بات ہے ورنہ حتی الامکان حدود کو دفع ہی کیا جائے گا۔

فقہ حنفی میں اس کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے، مگر فقہ حنفی کا یہی امتیاز اور ہنر اور احادیث کی روشنی میں احکام شرعیہ کا بیان غیر مقلدین کو برا لگا۔ اور انھوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کو بالکل نظر انداز کر دیا اور فقہ حنفی کے خلاف اپنے دل کا بخار نکالا۔ فالی اللہ المشتکی۔

Scanned by CamScanner

دس سوالات کے جوابات

مکرمی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، زمزم کی عمر کو اللہ دراز کرے، آپ نے سلفیت کے چہرے سے نقاب الٹ دی ہے اور لوگ واقف ہوگئے ہیں کہ ان اہل توحید کی بنا مذہب کس خس وخاشاک پر قائم ہے۔

براہ کرم درج ذیل سوالات کے جوابات سے نوازیں۔

(۱) حضرات ائمہ اربعہ سے پہلے تقلید شخصی کا وجود تھا یا نہیں؟

(۲) حضرات ائمہ نے پہلے مجتہدین کی تقلید کیوں نہیں کی؟

(۳) اگر تقلید ہی کرنا ہو تو خلفاء راشدین کی تقلید کیوں نہ کی جائے؟

(۴) جب چاروں ائمہ برحق ہیں تو کسی ایک کی تقلید ضروری کیوں ہے؟

(۵) کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے، تو اب ان کی تقلید کرنا خود ان کی مخالفت کرنا ہے۔

(۶) کہا جاتا ہے کہ چاروں ائمہ برحق ہیں، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مذہب میں ایک چیز حلال ہے اور وہی چیز دوسرے مذہب میں حرام ہے، ایسی صورت میں دونوں مذہب برحق کیسے ہوا؟

(۷) قرآن وحدیث کی موجودگی میں کسی خاص امام کی تقلید کیوں ضروری ہے؟

Scanned by CamScanner

(۸) تقلید کے وجوب پر کون سی نص قطعی ہے ؟

(۹) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی ؟

(۱۰) امام بخاری کس کے مقلد تھے ؟

براہ کرم کسی قریبی اشاعت میں ان سوالات کا جواب عنایت فرمائیں۔

والسلام

رشید احمد اندھیری بمبئی

نرمزم ! آپ کا خط بڑا طویل تھا، اگر پورا خط نقل کیا جاتا تو زمزم کے کئی صفحات بھر جاتے، میں نے اس میں سے زائد چیزوں کو حذف کر کے آپ کے سوالات کو مختصر کر کے نقل کر دیا ہے، اپنے سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں، افسوس میں اس وقت تفصیل سے جواب دینے سے قاصر ہوں، جوابات سوالات کی ترتیب کے مطابق ہیں۔

(۱) حضرات ائمہ سے پہلے تقلید شخصی کا وجود تھا، حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ ثم انهم تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد مقتدی ناحیته من النواحی۔ یعنی صحابہ کرام (آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) مختلف شہروں میں چلے گئے اور ان میں کا ہر شخص اس حصہ کا جہاں وہ پہونچا مقتدیٰ بن گیا۔ حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو صحابی جہاں پہونچا اس کی وہاں تقلید کی جاتی تھی۔

حجۃ اللہ البالغہ ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں شاہ صاحب کا یہ کلام ہے۔

وکان ابن عباس بعد عصر الاولین فنا قضهم فی کثیر من الاحکام واتبعه فی ذلك اصحابه من اهل مکة یعنی حضرت ابن عباس صحابہ کرام کا دور اول گذر جانے کے بعد (مکہ میں موجود) تھے، انھوں نے بہت سے احکام میں پہلوں کی مخالفت کی اور مکہ کے انکے شاگردوں نے ابن عباس ہی کی پیروی کی۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں بہت سے لوگ حضرت عبداللہ بن عباس کے مقلد تھے، اور ان کی تقلید شخصی کرتے تھے۔

Scanned by CamScanner

(۱) یہ [illegible] غیر مقلدین کی زبان سے سننے میں آتا ہے، نہایت جاہلانہ ہے، تقلید ہی کیلئے ہے تجدید کیلئے نہیں ہے۔ قرآن میں فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اگر تم جانتے نہیں ہو تو جاننے والے سے معلوم کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوال کرنا ان کا فریضہ ہے جو اہل علم نہیں ہیں، یعنی جن کو براہ راست کتاب و سنت سے مسائل کے استخراج و استنباط کی قدرت نہیں ہے، اس لئے یہ سوال کرنا کہ ائمہ مجتہدین نے خود کیوں نہیں تقلید کی کتاب و سنت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

(۲) یہ تیسرا سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر تقلید ہی کرنا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کیوں نہ کی جائے؟ خوب سمجھ لیجئے کہ اہلسنت کے نزدیک جس طرح کتاب و سنت مستقل الگ الگ دلیل شرعی ہیں اسی طرح خلفائے راشدین کا عمل اور ان کی سنت بھی مستقل دلیل شرعی ہیں۔ پس جس طرح ائمہ کی تقلید ذریعہ بنا کرتی ہے کتاب و سنت پر عمل کرنے کا اسی طرح ان ائمہ کی تقلید ذریعہ بنا کرتی ہے خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کا اس لئے ائمہ کی تقلید کے ضمن میں مقلدین خلفائے راشدین کی بھی تقلید کرتے ہیں۔

(۳) بلاشبہ چاروں ائمہ برحق ہیں اس کے باوجود ایک ہی کی تقلید کو واجب اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسی میں دین و ایمان کی سلامتی ہے، دسترخوان پر بہت سے کھانے چنے ہوتے ہیں اور سب کا کھانا جائز ہوتا ہے لیکن اگر کسی کو تجربہ سے معلوم ہو جائے کہ فلاں کھانا کھانے سے اس کا ہاضمہ خراب ہو جائے گا اور اس کی صحت بگڑ جائے گی تو اس کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ اس کھانے سے بچے۔

تقلید ائمہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آدمی محض اللہ کیلئے اللہ کے احکام کا پابند ہو، دین و شریعت کو کھیل نہ بنائے، اور اپنی مرضی و خواہش کو دین نہ سمجھ لے، اگر عوام کو یہ چھٹی دے دی جائے کہ ائمہ اربعہ میں سے جس کی چاہیں تقلید کریں تو عوام دین کا تماشا بنا لینگے اور احکام شرعیہ کا احترام باقی نہ رہے گا، مثلاً حنفیہ کے یہاں زیورات میں زکوۃ دینی واجب ہے، شوافع کے یہاں نہیں، تو کوئی لالچی حریص جس پر زیورات میں زکوۃ واجب ہے کہے گا

Scanned by CamScanner

کہ ہم زکوٰۃ نہ دیں گے اور اس مسئلہ میں شافعی مذہب پر عمل کریں گے، اسی طرح ایک آدمی باوضو ہے اور اس کے بدن سے خون جاری ہو گیا تو اگر وہ کاہل اور سست ہے تو کہے گا کہ ہم وضو نہیں کریں گے اور شافعی مسلک پر عمل کریں گے حنفیہ کے یہاں اس کا وضو باقی نہیں رہتا شوافع کے مذہب میں خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، غرض اب دین وشریعت کا وہ تابع نہیں رہے گا بلکہ احکام شرع کو انسان اپنے تابع بنالے گا، جیسے آجکل جاہلوں کا دستور ہو گیا ہے کہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر جب انھیں افسوس ہوتا ہے تو کسی غیر مقلد مولوی مفتی کے پاس چلے جاتے ہیں اور وہ انھیں فتویٰ دے دیتا ہے کہ تمہاری بیوی حلال ہے، اور ساری زندگی زنا کی معصیت میں یہ شخص مبتلا رہتا ہے محض بیوی کی خاطر دین وشریعت کا مذاق بنا لیا گیا ہے۔

البتہ جن کو شریعت کا پاس ولحاظ ہے اور اپنے تدین وتقویٰ میں ایسے ممتاز ہیں کہ ان کے بارے میں اس طرح کا گمان نہیں کیا جا سکتا اور وہ صاحب علم بھی ہیں تو اگر اس قسم کے لوگ کسی وقتی ضرورت سے دوسرے فقہ پر عمل کریں تو اس سے کوئی روکتا نہیں، مگر عوام کو اس کی اجازت نہیں دی جائیگی۔

(۵) ائمہ نے اپنی تقلید سے عوام کو نہیں منع کیا ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو منع کیا ہے، ائمہ کے شاگرد چونکہ خود ایک درجہ میں مجتہد تھے اس وجہ سے ائمہ نے ان کی تربیت کے لئے فرمایا کہ تم لوگ براہ راست کتاب وسنت سے اخذ واستنباط کرو، جیسے استاد اپنے لائق شاگردوں سے کہتا ہے کہ اب تم اس درجہ پر ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری اقتدار وتقلید کی ضرورت نہیں بلکہ تم لوگ خود اس علم اور اس فن میں اپنی عقل کا استعمال کرو۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ شاگرد بالکلیہ استاد سے مستغنی ہو گیا بلکہ لائق شاگرد ہمیشہ اپنے آپ کو استاد کا محتاج ہی سمجھتا ہے اور اس کی تحقیقات کو اپنی نظر میں رکھتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

(۶) اس اعتراض کو عام طور پر غیر مقلدین جاہلوں کے سامنے رکھتے ہیں اور ان کو

Scanned by CamScanner

یہ کہنے کا اس اعتراض کو ذریعہ بنتے ہیں، حق ہونے کا مطلب پہلے آپ سمجھ لیں، حق ہونے کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں بات واقع کے مطابق ہے، مثلاً کسی نے چاند دیکھا اور اس نے کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے اور واقعۃً چاند نکلا بھی ہے تو کہا جائے گا کہ فلاں کا یہ کہنا کہ اس نے چاند دیکھا ہے حق ہے۔

اور حق کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں بات شریعت کے حکم کے مطابق ہے خواہ وہ واقع میں ویسی نہ ہو جیسے اسے ہونا چاہیئے، مثلاً اگر چاند نکلا ہو مگر شرعی شہادت چاند کے ثبوت پر مہیا نہیں ہو رہی ہے تو علماء شریعت فیصلہ کر دیں گے کہ چاند کا ثبوت نہیں ہے اور ان کا یہ فیصلہ کرنا حق ہوگا، حالانکہ چاند نکلا ہے، اور علماء کا فیصلہ کہ چاند کا ثبوت نہیں ہے خلافِ واقعہ ہے، مگر چونکہ شریعت کے حکم کے مطابق ہے اس وجہ سے علماء کا یہ فیصلہ ناحق نہیں ہوگا بلکہ یہی حق ہوگا۔

اسی طرح شریعت کا حکم ہے کہ اگر قبلہ مشتبہ ہو اور اس کا پتہ نہ چلے تو تحری کر کے آدمی نماز پڑھے، تحری کرنے کے بعد اگرچہ اس کا رخ کعبہ کی سمت نہ ہو تب بھی آدمی کی نماز درست ہوگی اور کہا جائے گا کہ اس نے ٹھیک نماز پڑھی ہے، اور اس کا نماز پڑھنا حق ہے، چار آدمیوں نے تحری کر کے نماز پڑھی اور چاروں کا رخ چار سمت ہے تو سب کی نماز حق ہے اور سب کا قبلہ وہی حق ہے جس کی طرف رخ کر کے اس نے نماز پڑھی ہے اگرچہ واقع میں جس کا رخ کعبہ کی طرف تھا اس نے حقیقی معنی میں قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھی ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ حق ہونے کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام شریعت کے حکم کے مطابق ہو خواہ واقع اور نفس الامر میں وہ ایسا نہ ہو جیسا اسے ہونا چاہیئے تو اب یہ سمجھ لیجئے کہ ائمہ کے ذمہ مسائل شرعیہ میں اجتہاد کرنا ہے، اسی کا ان کو حکم ہے، اور ان کے اجتہاد میں جو چیز کتاب و سنت اور حکم شرعی کے مطابق ہوگی اس پر عمل کرنا از روئے شرع ان پر واجب ہے، مجتہدین کی یہی ذمہ داری ہے، اس سے زیادہ ان کی ذمہ داری نہیں ہے پس اگر کوئی مجتہد اجتہاد کرتا ہے اور اس کے اجتہاد میں ایک چیز جائز ہوتی ہے

Scanned by CamScanner

تو اسی پر اس کو عمل کرنا ہے اور اسی مسئلہ میں کسی کا اجتہاد یہ ہو رہا ہے کہ وہ چیز حرام ہے تو اسی پر اس کو چلنا ہے، اور دونوں مجتہد اس معنی میں حق پر ہیں کہ انھوں نے مسائل شرعیہ پر عمل کرنے کے لئے ان کیلئے جو شریعت کا حکم تھا اس پر انھوں نے عمل کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ مجتہد اگر غلطی کرتا ہے تو بھی اس کو ایک اجر ملتا ہے، اگر وہ حق پر نہ ہوتا تو غلطی پر اس کو اللہ کی طرف سے اجر کیوں ملتا، پس خوب سمجھ لیجئے کہ اصل چیز حکم شرع کا بجالانا ہے، خواہ نفس الامر میں وہ حکم واقع کے مطابق ہو یا واقع کے خلاف، دیکھئے ایک شخص پر قبلہ مشتبہ ہے مگر وہ تحری نہیں کرتا اور قبلہ کدھر ہے بلا اس کی تحقیق کئے نماز پڑھ لیتا ہے تو اگرچہ وہ ٹھیک ہی سمت نماز پڑھے مگر چونکہ اس نے خلاف شریعت کام کیا ہے، اس وجہ سے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ گنہگار ہوگا اور اس کا نماز پڑھنا باطل ہوگا، حالانکہ اس کا قبلہ واقع کے مطابق تھا اور حق تھا مگر چونکہ اس کا عمل شریعت کے مطابق نہیں تھا اسلئے اس کا حق قبلہ بھی شریعت کی نگاہ میں ناحق قرار پایا۔

یہیں سے یہ بات بھی سمجھ لیجئے جو صاحب اجتہاد نہیں ہیں اور بلا صلاحیت اجتہاد قرآن وحدیث کا معنی ومطلب بیان کرتے ہیں اور ان سے احکام اخذ کرتے ہیں تو گرچہ وہ بعض مسائل میں شریعت کے منشا کو پا بھی لیں تب بھی وہ گنہگار ہوں گے اس وجہ سے کہ شریعت کا ان کیلئے حکم یہ تھا کہ وہ مجتہدین اور علماء دین کی طرف رجوع کریں، خود سے ان کیلئے اجتہاد کرنا حرام تھا۔

(۷) قرآن وحدیث کی موجودگی میں کسی خاص امام کی تقلید اس لئے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث پر شریعت کے حکم کے مطابق عمل ہو اور شریعت اور قرآن وحدیث جاہلوں کے ہاتھ میں کھلونا نہ بن جائیں، جیسے ڈاکٹری کی کتاب موجود ہونے کے باوجود ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرکے ہی ڈاکٹری کی کتاب سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(۸) تقلید کے وجوب پر یہ نص قطعی ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین اور پھر اجماع امت۔

Scanned by CamScanner

(۹) اگر یہ سوال آپ کا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور امت نے امام بخاری کو اجتہاد کے اس مقام پر نہیں سمجھا ہے کہ مسائل فقہیہ میں ان کی تقلید کی جائے، ان کے ہزاروں شاگرد رہے مگر فقہی مسائل میں کسی نے امام بخاری کی تقلید نہیں کی، نہ امام بخاری کی طرف منسوب کسی فقہ کی تدوین ہوئی ہے کہ اس کی روشنی میں ان کی تقلید کی جاتی۔

اور اگر یہ سوال غیر مقلدین کی طرف سے ہے تو اس امام بخاری کی کوئی کیسے تقلید کرے جس کے بارے میں غیر مقلدین کا یہ ارشاد ہے۔

"دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملے میں مرفوع القلم ہیں، داستان گو کی پابکہ ستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق تمام چھان بھین دھری رہ گئی" (صدیقہ کائنات ص۱۰۶)

بھلا بتلائیے کہ جب امام بخاری حدیث ہی کے بارے میں جو ان کا خاص موضوع اور فن تھا اس قدر ناقابلِ اعتبار ہیں تو فقہ میں ان پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

(۱۰) اس بارے میں ہمیں کسی حنفی کا قول نہیں ملا، البتہ غیر مقلدین ان کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد کہتے ہیں اور طبقات الشافعیہ میں ان کو شافعی لکھا ہے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

ایک شعر کی وضاحت

محترمی زید مجدکم ! مزاج بخیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

زمزم کے ایک شمارے میں آپ نے ایک شعر کی بڑی اطمینان بخش وضاحت فرمائی تھی، ایک اور شعر بھی غیر مقلدین احناف کو چڑھانے کیلئے اپنی کتابوں اور مضامین میں ذکر کرتے رہتے ہیں، اس کے بارے میں آپ کے قلم سے وضاحت ہو جائے تو بہتر ہے وہ شعر یہ ہے ؎

قلعنۃ ربنا اعداد رمل

علیٰ من رد قول ابی حنیفۃ

ہمارے رب کی ریت کے ذروں کے برابر اس شخص پر لعنت ہو جو امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کرے۔

آپ کا خادم

نظام الدین بہرائچ

زمزم ! پہلے آپ یہ معلوم کریں کہ یہ شعر کس کا ہے، پھر معاملہ آسان ہو جائے گا اور غیر مقلدین کو اس بارے میں دھما چوکڑی ہوا ہو جائے گی۔ اس شعر کی نسبت امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے، چونکہ یہ زبردست محدث تھے اور ان کی جلالتِ علمی پر اتفاق عام تھا، زہد و تقویٰ میں بھی ممتاز تھے، اپنے استاذ امام ابوحنیفہ

Scanned by CamScanner

کے خاص عقیدتمند ان کے بغض پر تھے، تو امام ابوحنیفہ کے دشمنوں کو یہ بھلا نہیں معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مبارک جیسا عظیم الشان اور جلیل القدر محدث امام ابوحنیفہ کے حلقۂ تلامذہ میں سے شمار ہو اور ان کا عقیدتمند ہو۔ خاص طور پر خطیب بغدادی کو اس کا خاص احساس تھا تو خطیب نے جعلی اور جھوٹی سندوں سے غلط سلط روایات اور قصے حضرت عبداللہ بن مبارک کی طرف منسوب اپنی تاریخ میں درج کیا جس میں حضرت عبداللہ کی زبان مبارک سے امام اعظم ابوحنیفہ کی بدگوئی تھی، مگر جھوٹ کو کب فروغ ہوا ہے، یہ سارے افسانے قصہ پارینہ بن کر رہ گئے اور خطیب بغدادی کی شخصیت قیامت تک کیلئے داغدار ہوگئی۔

بہر حال جو شعر آپ نے نقل کیا ہے یہ انھیں عبداللہ بن مبارک کا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کو تعصب اور عناد اور بلا کسی دلیل وحجت کے ضد اور نفسانیت کی بنا پر اور امام اعظم کی تحقیر وتنقیص کے طور پر رد کرے اس پر خدا کی بیشمار لعنت ہو، چونکہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے نزدیک امام اعظم کا جو علمی مقام تھا وہ بہت بلند تھا اس وجہ سے ان کی تنقیص وتحقیر ان کے نزدیک موجب لعنت خداوندی تھی، اور ایک شاگرد کو پورا حق ہے کہ اپنے استاذ کی شان میں تحقیر کرنے والوں کو سخت سے سخت الفاظ میں یاد کرے اور یہ فی الحقیقت ان کے ایمانی غیرت کی بات تھی، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے نزدیک امام ابوحنیفہ کے فقہی اقوال کی بنیاد کتاب وسنت پر تھی تو گویا ان کے قول کو رد کرنا درپردہ کتاب وسنت پر حملہ کرنا تھا اس وجہ سے ان کی ایمانی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اپنے استاد کی حمایت میں یہ شعر کہا۔

اب اگر غیر مقلدین کو اعتراض کرنا ہے تو پہلے حضرت عبداللہ بن مبارک پر اعتراض کریں، اس کے بعد بقیہ احناف کی طرف توجہ فرمائیں، احناف نے تو اس شعر کو اپنی کتابوں میں صرف نقل کیا ہے، اس سے شعر کے قائل تو عبداللہ بن مبارک ہیں[1]۔ جن کے بارے میں

---

(۱) غیر مقلدین کو بھی چونکہ خوب معلوم ہے کہ یہ شعر عبداللہ بن مبارک نے انھیں جیسے لوگوں کے

Scanned by CamScanner

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری اپنی کتاب تحفۃ الاحوذی کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔
الامام الحافظ العلامۃ شیخ الاسلام فخر المجاھدین قدوۃ الزاھدین۔
(ص ۳۶۱)

ہمارا خیال نہیں بلکہ یقین ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی یہ بددعا امام ابوحنیفہ کے تمام ان معاندین ومخالفین کے لئے قیامت تک کے لئے ہے جو امام اعظم کے اقوال کو محض بغض وحسد اور عداوت وعناد کی وجہ سے بلا کسی دلیل محکم اور حجۃ ساطعہ کے رد کر دیتے ہیں اور ان کا مقصد امام اعظم کی تحقیر وتوہین ہوتا ہے۔

رہا یہ کہ دلائل کے ساتھ کسی سے اختلاف کرنا یہ بالکل الگ چیز ہے اور یہ اختلاف ہر زمانہ میں رہا ہے، صحابہ کے زمانہ میں بھی رہا ہے اور تابعین وتبع تابعین اور ان کے بعد کے ادوار میں بھی اس قسم کا اختلاف رہا ہے، اس لئے یہ شعر ایسے لوگوں کیلئے نہیں بلکہ آج کے غیر مقلدین قسم کے لوگوں کے لئے پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے جو امام اعظم کے اقوال کو محض ضد اور نفسانیت کی وجہ سے رد کر دیتے ہیں۔

والسلام
محمد ابوبکر غازیپوری

لئے کہا ہے جو بلا وجہ امام ابوحنیفہ کی مخالفت میں اپنی جان کھپائے رہتے ہیں اس وجہ سے سب سے زیادہ تکلیف اس شعر سے غیر مقلدین کو پہونچی ہے، ورنہ ہم نے آج تک کسی شافعی مالکی حنبلی کو اس شعر سے چڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔

Scanned by CamScanner

کیا دین کو جاننے کیلئے
صرف کتاب و سُنت کافی ہیں؟

مکرمی و محترمی حضرت مولانا غازی پوری صاحب دام فضلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اہلحدیث حضرات کا یہ کہنا کہ کتاب و سنت اصل ہے، کتاب و سنت میں کوئی بات ثابت ہو جانے کے بعد کسی صحابی و تابعی اور امام کی بات پر توجہ نہیں دی جائے گی، ان کی یہ بات بظاہر معقول معلوم ہوتی ہے، زمزم کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ امید ہے آگاہ فرمائیں گے۔

والسلام

سلیمان کانجی احمد آباد

زمزم! آپ نے میرے بارے میں جن تاثرات کا اظہار کیا ہے، یہ آپ کی محبت کی بات ہے، میں نے ان کو نقل نہیں کیا، اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اپنی تعریف اپنے ہی پرچہ میں شائع کی جائے، آپ نے مبالغہ سے بھی کام لیا ہے، آدمی کی تعریف میں مبالغہ نہیں آنا چاہیئے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے اور حق پھیلانے کی توفیق مرحمت فرمائے، اور محض اپنی رضا کے لیئے کام کرنے کی سعادت بخشے۔ ریا، نام و نمود بڑی بری بیماری ہے، ڈر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے عمل میں کہیں ان کے اثرات نہ ہوں کہ سارا کیا دھرا خاک میں مل جائے۔

Scanned by CamScanner

آپ نے جس بات کو معقول سمجھا ہے وہی بات نہایت نامعقول ہے، بلاشبہ کتاب وسنت اصل ہیں اس کا کوئی منکر نہیں ہے، مگر اس کے باوجود ہمیں اور آپ کو نہ صحابہ کرام سے استغنا ہے نہ تابعین اور ائمہ دین اور فقہائے اسلام اور محدثین کرام سے کتاب وسنت کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کیلئے بہرحال ہمیں ان کی رہنمائی کی ضرورت ہے اور ان کے تفقہ وعلم سے ہمیں کوئی چارہ نہیں ہے، جب ہم صحابہ کرام اور فقہائے اسلام کی رہنمائی کے بغیر اپنے سے کتاب وسنت کا معنی اور مفہوم متعین کریں گے تو بسا اوقات گمراہ ہو جائیں گے۔

صحابہ کرام اور تابعین وائمہ دین اور فقہائے اسلام نے دین کو جس طرح سمجھا ہے اور اس کے بارے میں ان کی جو رہنمائی ہے وہی اصل دین ہے، کتاب وسنت سے جو مفہوم اور معنی ہم متعین کریں گے وہ دین نہیں کہلائے گا، بلکہ اگر اسلاف سے ہٹ کر ہم نے اپنی عقل سے دین کو سمجھنے کی کوشش کی تو دین کا تماشا بن جائے گا، اور یہی وجہ ہے کہ امت کے تمام بڑوں نے دین کو اسلاف کے بیان وشرح کی روشنی میں سمجھنے کی عام مسلمین کو تلقین فرمائی ہے، ائمہ دین اور فقہائے اسلام اور محدثین کرام نے بھی صحابہ کرام کو دین کے بارے میں اپنا مقتدیٰ مانا ہے اور انھوں نے کبھی اس کی جرأت نہ کی کہ صحابہ کرام کو دین کے بارے میں معیار قرار نہ دیں۔ صحابہ کرام وتابعین اور فقہائے اسلام یہ تمام امت کے وہ افراد ہیں کہ صحیح دین کیا ہے اسے سمجھنے کے لئے ان کی ضرورت ہے، ہم انکی رہنمائی کے محتاج ہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ علم کا پہاڑ تھے مگر وہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"جو سنت، حدیث، اقوال صحابہ، اور اقوال تابعین وغیرہم سے باخبر نہ ہوگا وہ دین کو صحیح نہیں سمجھ سکتا، اس وجہ سے کہ سلف نے قرآن کی کیا تفسیر کی ہے اور خالص سنت کیا ہے اس کا علم انھیں وجوہ سے ہوگا،

(منہاج السنہ ج ۲ ص ۷۱)

جن لوگوں کو بخاری پڑھنے پڑھانے کا اتفاق ہے، انھیں معلوم ہے کہ امام بخاری

Scanned by CamScanner

[illegible] تابعین، تبع تابعین و محدثین تمام کے اقوال ذکر کرتے ہیں اور ان سے استدلال ثابت کرتے ہیں، اگر ان حضرات کا قول و فعل حجت نہ ہوتا تو امام بخاری کو ان کے اقوال سے استدلال کرنے کی حاجت کیا تھی، وہ صرف قرآن کی آیت اور حدیث ذکر کر دیتے یہ کافی تھا، مگر امام بخاری کو وہ بات نہ سوجھی جو آپ کے ان اہلحدیث حضرات کو سوجھی ہے جن کا کلام آپ نے نقل کیا ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت فجر سے پہلے اور دو رکعت عصر کے بعد کبھی نہیں چھوڑتے تھے، اگر صرف حدیث ہی کو دیکھ کر کسی کو دین سیکھنا ہے تو وہ عصر بعد دو رکعت پڑھے، مگر امت میں کوئی اس کا قائل نہیں ہے، اس لئے کہ ہمیں صحابہ کرام سے معلوم ہوا کہ یہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جو لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں تھے انھوں نے جب عصر بعد ان دو رکعتوں کا معمول بنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ سختی کرنی پڑی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

قد کان عمر رضی اللہ عنہ یعزر الناس علی الصلوٰۃ بعد العصر مع ان جماعۃ فعلوہ لما روی عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ فعلہ وداوم علیہ لکن لما کان من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قد نھی عن الصلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس وبعد الفجر حتی تطلع الشمس کان عمر یضرب من فعل ھذہ الصلوٰۃ۔ (فتاوی ج ۲۰ ص ۱۲۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر بعد نماز پڑھنے پر سزا دیتے تھے، حالانکہ ایک جماعت کا اس پر عمل رہا، ان کی دلیل تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر بعد (دو رکعت) نماز پر مداومت کی ہے، لیکن چونکہ یہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور آپ نے فجر اور عصر بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عصر بعد نماز پڑھتا تھا اس کو سزا دیتے تھے۔

Scanned by CamScanner

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہیں یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے عصر کے بعد دو رکعتوں کو اپنی خصوصیت فرمایا ہو، مگر صحابہ کرام کو اور خصوصاً جو آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب صحابہ کرام تھے ان کو یہ معلوم رہا کرتا تھا کہ آپ کا کون کام محض اپنے لئے ہے اور کون کام تمام امت کے لئے ہے۔ اس لئے ان صحابہ کرام کی رہنمائی کے بغیر صحیح سنت کا علم ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

ایک دوسری مثال لیجئے بخاری و مسلم کی صحیح روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیس علے المسلم فی فرسہ ولا عبدہ صدقۃ یعنی مسلمان کے گھوڑے اور اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اس حدیث کا ظاہر مفہوم ہے کہ مسلمان کے پاس کسی طرح کے گھوڑے اور غلام ہوں اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اگر کوئی صرف حدیث کو دیکھے گا تو اس کا یہی مذہب ہونا چاہئے، مگر ظاہریہ کے علاوہ کسی نے حدیث کا یہ مطلب نہیں لیا ہے بلکہ جمہور اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ اگر یہ گھوڑے اور غلام تجارت کے لئے ہوں گے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی، خود غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ:

ان زکوٰۃ التجارۃ ثابتۃ	یعنی گھوڑے اور غلام اگر تجارت کیلئے ہوں
بالاجماع .... فیخص بہ عموم	تو انکی زکوٰۃ اجماع سے ثابت ہے، پس
ھذا الحدیث۔ (تحفۃ ص ۲۷ ج ۲)	اجماع سے حدیث عام کا مفہوم خاص کیا جائیگا۔

دیکھا آپ نے حدیث عام تھی مگر اس کو اجماع سے خاص کرنا پڑا، اجماع نہ کتاب اللہ ہے اور نہ سنت یہ صحابہ کرام و تابعین وغیرہم کا قول و عمل کے اتفاق کا نام ہے۔

اگر صحابہ کرام کا دین میں اور دین کی تشریح و توضیح میں کوئی مقام نہیں ہے صرف کتاب و سنت ہر شخص کے لئے کافی ہیں تو آنحضورؐ کا یہ ارشاد معاذ اللہ لغو ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر یعنی میرے بعد جو دو آنیوالے ہیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تم لوگ ان کی پیروی کرو، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو

Scanned by CamScanner

آپ مستقل امت کو مقتدا کا فرمان کہ پیروی و اقتدا کا حکم فرما رہے ہیں علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین فرما کر آپ نے تمام خلفائے راشدین کی سنت کو مستقل دین بتلا کر ان کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا ہے، اگر خلفائے راشدین کا دین میں کوئی مقام نہیں تو آپ کا یہ ارشاد کیوں ؟

جن کی نگاہ کتاب و سنت پر ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرام اور مجتہدین فقہاء کی رہنمائی کے بغیر کتاب و سنت کو سمجھا نہیں جا سکتا اور نہ پورے و مکمل دین پر عمل کرنا ممکن ہے، صحابہ کرام اور تابعین و ائمہ دین و فقہائے کرام کو ساقط قرار دے کر دین پر ایسا ہی عمل ہو گا جیسا کہ اہل قرآن کا عمل دین پر ہوتا ہے۔

جب آدمی خود رائی پر آتا ہے اور صرف اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کا مزاج کیسا بن جاتا ہے اور اس کی زبان سے کیا کچھ نکلتا ہے، اس کی ایک مثال سنئے :

مرنے کے بعد مومن اور کافر کی حالت الگ الگ ہوتی ہے، نبی اور غیر نبی کی حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے، یہ بات مسلم ہے کسی مسلمان کا اس میں اختلاف نہ ہونا چاہیے۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی غیر مقلدین کے بہت بڑے امام ہیں جب انھوں نے غیر مقلدیت کے ذہن سے اس مسئلہ پر غور کیا اور صحابہ کرام و تابعین اور ائمہ دین اور فقہائے امت کو بیچ سے نکال کر اس بارے میں سوچا تو اب ان کی رائے اور سوچ یہ تھی، فرماتے ہیں :

"وجملہ اموات از مومنین و کفار از حصول علم و شعور و ادراک و سماع و عرض اعمال و رد جواب بر زائر برابر اند تخصیص بانبیاء و صلحاء نیست"

(دلیل الطالب ص ۸۸۶)

یعنی تمام مردے عام اس کے کہ وہ مومن ہوں یا کافر علم و شعور ادراک سننے اعمال کے پیش ہونے اور زیارت کنندہ کے سلام کا جواب دینے میں برابر

Scanned by CamScanner

اور یکساں ہیں اس میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی کوئی تخصیص نہیں۔

بھلا بتلائیے کہ مرنے کے بعد کیا کافر کا شعور و علم اور انبیاء علیہم السلام کا شعور و علم برابر ہے، کیا یہ بات کسی مسلمان کی زبان سے نکل سکتی ہے، کیا قبر میں جس طرح انبیاء علیہم السلام سنتے ہیں کافر کا بھی سننا اسی طرح سے ہوتا ہوگا۔

ذرا کسی حدیث کا غیر مقلدین اتہ پتہ بتلائیں جس سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہو۔

نواب صاحب مرحوم سے ایسی شدید لغزش محض اس بنا پر ہوئی کہ انھوں نے دین کو اسلاف سے سمجھنے کے بجائے اپنی رائے سے سمجھنے کی کوشش کی، میرے نزدیک کسی بھی مسلمان کے لئے یہ نہایت خطرناک بات ہے کہ اس میں اسلاف کی عدم تقلید اور ان کے علم و فہم سے بیزاری کا جرثومہ پیدا ہو جائے۔

آجکل غیر مقلدین کا نوجوان طبقہ سلفیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے امت کے نوجوانوں کو اسلاف ہی سے بدظن کر رہا ہے، یہ وقت حاضر کا بہت بڑا فتنہ ہے، اللہ اس کے شر سے ہم سب کو محفوظ رکھے، اور ہمیں صحابہ کرام و تابعین عظام، ائمہ دین، فقہائے امت اور محدثین کے راستہ پر گامزن رکھے انھیں کا ہمیں متبع و مقلد بنائے اور انھیں علم و فہم کی روشنی میں ہمیں دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، تقلید میں دین و ایمان کی سلامتی ہے عدم تقلید کا راستہ نہایت خطرناک ہے اور یہی وجہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے مدون ہو جانے کے بعد ساری امت نے اسی تقلید کے راستہ کو اختیار کیا ہے، ہمارے اور آپ کے بھی دین کی سلامتی کا واحد ذریعہ اور خصوصًا اس زمانہ میں بھی تقلید اور اسلاف پر اعتماد ہے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

کیا ھدایہ کتاب قرآن کی طرح ہے؟

محترم مولانا غازی پوری مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے اطراف گجرات میں غیر مقلدین کی کچھ چھٹ پٹ آبادیاں ہیں، جہاں ان کے دو چار گھر ہیں، یہ فتنہ وفساد کی باتیں کرتے رہتے ہیں، احمد آباد شہر اس قسم کی باتوں سے ناآشنا تھا مگر کچھ روز سے غیر مقلدین کا نوجوان طبقہ کوئی نہ کوئی بات پیدا کرتا رہتا ہے، تبلیغی جماعت کے خلاف ان کا بڑا زور لگتا ہے۔

آج کل ان لوگوں نے ایک نیا شوشہ یہ چھوڑ رکھا ہے کہ ھدایہ میں لکھا ہے کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے، آپ کی کتابیں ہم نے پڑھی ہیں، اس لئے اب ان کی کسی بات پر اعتبار نہیں رہ گیا ہے کہ یہ کتنا سچ کہتے ہیں اور کتنا جھوٹ مگر عوام کو یہ ورغلاتے رہتے ہیں۔ مندرجہ باتوں کی کیا حقیقت ہے، براہ کرم بذریعہ زمزم مطلع فرمائیں تاکہ دوسرے لوگ بھی واقف ہوں۔

احمد موسیٰ احمد آباد گجرات

زمزم! غیر مقلدین حضرات سے صرف آپ ہی نہیں یا آپ کا علاقہ ہی نہیں بلکہ ہند و پاک کے بیشتر علاقے ان کی فتنہ سامانیوں اور شر انگیزیوں سے پریشان ہیں ان کی تحریک کا مقصد عوام میں اضطراب پیدا کرنا اور اسلاف سے بیزار کرنا ہے، خدا

Scanned by CamScanner

امتِ اسلامیہ کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے۔

میرا خیال ہے جس غیر مقلد نے یہ بات اڑائی ہے کہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے، اس نے غالباً حکیم صادق سیالکوٹی غیر مقلد کی کتاب سبیل الرسول سے یہ بات نقل کی ہے، اس لئے کہ یہ جھوٹ سبیل الرسول والے ہی نے بولا ہے، وہ لکھتا ہے:

"جس طرح قرآن کے بعد اصح الکتاب[1] صحیح بخاری ہے، اسی طرح احناف میں ہدایہ کا درجہ ہے کہ ہدایہ ہی میں لکھا ہے کہ ان الھدایۃ کالقرآن کہ ہدایہ مثل قرآن ہے" ص ۲۲۸

حکیم صادق سیالکوٹی سبیل الرسول کے مصنف نے خدا کا ادنیٰ خوف رکھے بغیر اتنا بڑا جھوٹ گڑھا ہے، ہدایہ کوئی نایاب کتاب نہیں ہے، ہر عربی مدرسہ میں اس کا ایک نہیں کئی نسخہ موجود ملے گا۔ کسی غیر مقلد عالم کا آپ ہاتھ پکڑیئے اور کسی بھی آس پاس کے عربی مدرسہ میں لیجا کر اس کے ہاتھ میں ہدایہ دے دیجئے اور اس سے کہئے کہ دکھلاؤ یہ بات ہدایہ میں کہاں لکھی ہے، وہ ہدایہ کے اوراق ساری زندگی الٹتا پلٹتا رہے گا مگر ہدایہ میں اسے یہ بات نظر نہیں آئے گی، غیر مقلدین علماء خود تو جھوٹ بولتے ہی ہیں افسوس یہ کہ وہ اپنے کو عوام کو بھی جھوٹ کی راہ پر لگاتے ہیں۔

حکیم صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب سبیل الرسول میں مولانا یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، حقیقۃ الفقہ کی باتیں کبھی حوالہ دیکر اور کبھی بلا حوالہ دیئے ہوئے اس کتاب میں نقل کرتے رہتے ہیں، یہ بات بھی انھوں نے غالباً حقیقۃ الفقہ ہی سے اڑائی ہے، مگر حقیقۃ الفقہ والے نے ہدایہ کا نہیں بلکہ مقدمہ ہدایہ کا حوالہ دیا ہے، ہمارے پاس جو ہدایہ ہے ہم نے اس کا مقدمہ دیکھا ہے

---

(۱) یہ ہے حکیم صاحب غیر مقلد کی قابلیت کا ادنیٰ نمونہ اصح الکتاب فرما رہے ہیں، اور اس قابلیت کے بل بوتہ پر وہ کتاب وسنت سمجھنے کا بھی حوصلہ رکھتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

ہمیں یہ بات ہدایہ کے مقدمہ میں بھی نظر نہیں آئی، یقیناً یوسف جے پوری نے بھی جھوٹ بولا ہے، یا معلوم نہیں، ان کے نزدیک ہدایہ کے مقدمہ سے کیا مراد ہے۔[1]

بہرحال یوسف جے پوری کی پوری بات سنئے فرماتے ہیں:

یہ ہدایہ ہے جس کی شان میں یہ شعر مقدمہ ہدایہ میں منقول ہے۔

ان الهداية كالقرآن قد نسخت ... وصنفوا قبلها في الشرع من كتب

ترجمہ:- ہدایہ قرآن کی طرح ہے جس نے تمام پہلی کتابوں کو جو شروع میں لکھی گئیں منسوخ کر دیا ہے۔ (حقیقۃ الفقہ ص۱۵۳)

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس جو ہدایہ ہے اس کے مقدمہ میں مجھے یہ شعر کہیں نظر نہیں آیا، اب اگر مولانا یوسف کی یہ بات یا یہ حوالہ صحیح ہے تو ہدایہ کے مقدمہ میں کوئی غیر مقلد عالم یہ شعر دکھلائے، ورنہ اللہ سے ڈرے اور دین کے نام پر جھوٹ بول بول کر بے دینی کا کام نہ کرے۔

آپ کا جواب تو پورا ہو گیا مگر مجھے ناظرین کی آنکھیں کھولنے کیلئے غیر مقلدین علماء کی قابلیت کو بھی ظاہر کرنا ہے۔

حکیم صادق سیالکوٹی نے صرف اتنا نقل کیا ہے۔ ان الهداية كالقرآن اور ترجمہ کیا ہے کہ ہدایہ مثل قرآن کے ہے۔

اور مولانا یوسف جے پوری نے پورا شعر نقل کیا ہے اور ترجمہ کیا ہے:

ہدایہ قرآن کی طرح ہے جس نے تمام پہلی کتابوں کو جو شروع میں لکھی گئیں منسوخ کر دیا ہے۔

---

(۱) غالباً مقدمہ ہدایہ سے مراد ہے ہدایہ کے شروع میں ہدایہ کتاب کی تالیف کے صدیوں بعد مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کی وہ تحریر ہے جس میں انھوں نے ہدایہ اور اس کے مصنف کے بارے میں اپنی معلومات جمع کی ہیں اور اسکو ہدایہ کے ساتھ ناشرین نے شائع کیا ہے، یہ شعر مولانا لکھنوی کی اس تحریر میں ہے، اگر ان غیر مقلدین کی نیت صاف ہوتی تو اس کو واضح کرتے کہ مقدمہ ہدایہ سے مراد مولانا لکھنوی کی تحریر ہے۔

Scanned by CamScanner

قطع نظر اس کے کہ یہ شعر کس کا ہے اور کہاں لکھا ہے آئیے ہم دیکھیں کہ اس شعر کے ترجمہ میں غیر مقلدین کے یہ مجتہدین علماء کیسا غچہ کھا رہے ہیں، نہ تو حکیم صادق سیالکوٹی نے شعر کو سمجھا اور نہ مولانا یوسف جے پوری نے شعر کا مطلب و مفہوم جانا، شعر کا صحیح اور بامحاورہ ترجمہ یہ ہے :

بیشک ہدایہ نے قرآن کی طرح پہلے کی تمام فقہی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے۔

شعر کہنے والے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح قرآن نے گزشتہ تمام آسمانی کتابوں کو اپنی فصاحت و بلاغت اور اسرار و حکم اور آخری کتاب ہونے کی وجہ سے منسوخ کر دیا ہے اسی طرح سے ہدایہ اپنے عمدہ اسلوب تحریر، عبارت کی جامعیت و بلاغت و جزالت کی وجہ سے پہلے کی تمام فقہی کتابوں سے فائق ہے، اگر صرف ہدایہ کو پڑھ لیا جائے تو فقہ کی کسی اور کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

شاعر کا مقصد تو یہ ہے، جس میں کسی طرح کی معنوی قباحت نہیں، یہ اسی طرح کی بات ہے جیسے بخاری کی شرح فتح الباری کے بارے میں کوئی کہے کہ جس طرح قرآن سے بقیہ آسمانی کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں کسی اور کتاب کی اب حاجت نہیں اسی طرح فتح الباری نے حدیث کی تمام شروح کو منسوخ کر دیا ہے اس کتاب کے بعد بخاری کی کسی اور شرح کی ضرورت نہیں رہتی، فتح الباری کے بارے میں اس کا اظہار خیال زیادہ سے زیادہ کسی اور کو مبالغہ نظر آئے گا مگر معنوی طور پر یہ بات ایسی نہیں ہے کہ کسی کو اس پر اعتراض کی گنجائش ہو، شاعر نے ہدایہ کو قرآن کی طرح نہیں کہا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ قرآن نے جس طرح دوسری آسمانی کتابوں کو منسوخ کر دیا اسی طرح ہدایہ نے دوسری فقہی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے یعنی ہدایہ کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے، اگر کسی کا یہ خیال ہو تو آپ کو یا کسی کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے ـــ بات صرف اتنی سی ہے مگر غیر مقلدین مجتہدین شعر کا غلط ترجمہ کر کے بات کہاں سے کہاں پہونچا دیتے ہیں۔(۱)

---

(۱) مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے شعر کا ترجمہ صحیح کیا ہے، ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو : ہدایہ نے

Scanned by CamScanner

اہل علم جان رہے ہیں کہ شعر میں الرسالۃ ہیتا یدان کا اسم ہے اور کالقرآن سے آخر تک سب مل ملا کر ان کی خبر ہے۔ اور پورے شعر کا ترجمہ صحیح وہ ہے جو میں نے کیا ہے، مگر غیر مقلدین قابل لوگ ان الھدایۃ کو مبتدا بنا کر کالقرآن کو خبر بنا دیتے ہیں اور یہیں بات کو پوری کر رہے ہیں اور ترجمہ کرتے ہیں کہ ہدایہ قرآن کیطرح ہے، واہ رے قابلیت، اگر جملہ یہیں پر مکمل ہوتا تو پھر ضروری تھا کہ کالقرآن کے بعد الذی یا التی اسم موصول لایا جاتا۔ بلا اس کی عبارت درست نہیں ہو سکتی تھی۔

اور کمال تو مولانا یوسف جے پوری کا ہے فی الشرع کا ترجمہ آپ کرتے ہیں شروع میں، ایسے پاگلوں کو جے پور سے لاکر آگرہ کے پاگل خانہ میں کیوں نہیں رکھ دیا گیا۔ بھلا بتلائیے جس کو عربی کے ایک معمولی شعر کا ترجمہ کرنے کا سلیقہ نہ ہو، جو عربی کی معمولی عبارت کا صحیح ترجمہ نہ کر سکتا ہو اور نہ سمجھ سکتا ہو اس کو شوق ہوتا ہے ہدایہ کے خلاف منہ زوری دکھلانے کا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابھی حقیقۃ الفقہ کتاب جب میں نے دیکھی تو اس میں عربی کی اس عبارت پر نظر پڑ گئی والاولی ان یکون الشرع اسماً للدین فلا یحتاج الی التاویل (ص۱۲۵) اور اس کا ترجمہ یہ جے پوری قابل صاحب کرتے ہیں۔

شرع نام ہے دین کا جو تاویل کا محتاج نہیں

اہل علم داد دیں اس ترجمہ کی، اور جامعہ سلفیہ والے مٹھائی تقسیم کریں قابلیت کے اس شاہکار نمونہ پر۔

چونکہ غیر مقلدین کو حقیقۃ الفقہ پر بڑا ناز ہے اور اس کا مؤلف جو جاہل محقق تھا اس کو یہ لوگ بڑا محقق سمجھتے ہیں، اس لئے ذرا اس کی قابلیت کا ایک نمونہ اور

قرآن مجید کی طرح ان کتابوں کو منسوخ کر دیا جو اس کے پہلے لوگوں نے تصنیف کی تھیں، المقالۃ الحسینی مولانا نے جاہل غیر مقلدین کی طرح "ہدایہ قرآن کی طرح ہے" ترجمہ نہیں کیا ہے۔

Scanned by CamScanner

اہل علم ملاحظہ فرمائیں مگر شرط یہ ہے کہ قہقہہ نہ لگائیں، تدریب الراوی سے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

وکان یقول وایاکم والاخذ بالحدیث الذی اتاکم من بلاد اھل الرای الا بعد التفتیش، (۱)

اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

کوئی حدیث بھی عراق سے آوے اور اس کی اصل حجاز سے نہ ہو تو نہ قبول کی جاوے اگرچہ صحیح ہو، نہیں چاہتا ہوں، مگر خیر خواہی تیری ص ۱۳۴

یہ ہے الا بعد التفتیش کا شاندار، شاہکار ترجمہ، متبنی ہوتا تو یوسف جے پوری کی قابلیت پر پورا ایک قصیدہ کہدیتا۔

میں کیا بتاؤں جب میں غیر مقلدین مجتہدین کی قابلیتوں کے نمونے دیکھتا ہوں تو حیران ہو کر سوچتا ہوں کہ جہل مرکب کے یہ گرفتار ہے آخر کب اپنی اوقات پہچانیں گے۔ ایسے لوگ امت کو گمراہی کی کس خندق دکھائی میں ڈالیں گے، آقائے دوجہاں کی پیشنگوئی آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، جاہل دین کے ٹھیکہ دار بن گئے ہیں، انھوں نے حرام وحلال کی تمیز اٹھادی ہے۔ ضلوا فاضلوا کا پورا نقشہ آج نگاہوں کے سامنے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہدایہ میں یا ہدایہ کے مقدمہ میں مذکورہ بالا شعر یا یہ بات کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے کہیں نہیں ہے، اگر کسی کتاب میں یہ شعر مذکور بھی ہے تو اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو غیر مقلدین بیان کرتے ہیں، اس شعر میں کسی طرح کی کوئی معنوی قباحت نہیں ہے جیسا کہ عرض کیا گیا، غیر مقلدین کی باتوں کو سنجیدگی سے سننے کی ضرورت نہیں ہے، یہ وہ جماعت ہے جو ہر روز ایک نیا فتنہ جنم دیتی ہے، بس اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

---

(۱) عوام ناظرین کی خاطر اس کا صحیح ترجمہ نقل کیا جارہا ہے۔

یعنی امام شافعی فرماتے تھے کہ اہل الرائے کے شہروں سے جو حدیث آئے اسکو چھان بین کرکے ہی لینا۔

Scanned by CamScanner

کیا صاحبین نے امام ابوحنیفہ سے دو ثلث مسائل میں اختلاف کیا ہے!

محترم حضرت مولانا غازی پوری صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ زمزم پابندی سے مل رہا ہے، اور اس کے مضامین سے ہم نے بڑا نفع اٹھایا ہے، براہ کرم یہ واضح کریں کہ کیا یہ صحیح ہے کہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں نے امام ابویوسف اور امام محمد نے جن کو صاحبین کہا جاتا ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو تہائی مسئلوں میں اختلاف کیا ہے۔ اس کو غیر مقلدین بہت اچھالتے ہیں۔

والسلام

عبدالقدوس میرٹھ

ناظرم! غیر مقلدین حضرات کی سب سے لذیذ غذا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توہین و تنقیص کرنا ہے، یہ ہر اس بات کو اچھالتے ہیں جس سے امام عالی مقام کا رتبہ گھٹے، آجکل غیر مقلدیت کا شیوہ و شعار یہی بات رہ گئی ہے، اور سب سے بڑا غیر مقلد وہی ہے جس کی زبان حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں سب سے زیادہ چلے، اگر یہ بیچارے اس بات سے واقف ہوتے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی شان میں گستاخی کرنے والا اپنے ایمان سے بھی محروم ہو جاتا ہے تو یہ ایسی حرکت کبھی نہ کرتے، سنئے امام ابوحنیفہ کی

Scanned by CamScanner

شان گھٹانے والوں کا حشر کیا ہوتا ہے اور وہ ایمان کی دولت سے کیسے محروم ہو جاتا ہے۔

مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مشہور غیر مقلد و اہلحدیث عالم تھے، ان کے والد حضرت مولانا عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اہلحدیث تھے مگر صاحب دل اور صاحب معرفت تھے، مولانا داؤد غزنوی اپنے والد کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ایک روز حضرت والد بزرگوار کے درس بخاری میں ایک طالب علم نے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں، مجھے ان سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں، والد صاحب کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا، اس کو حلقۂ درس سے نکال دیا اور مدرسہ سے بھی خارج کر دیا، اور بفحوائے اتقوا بفراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله[1] فرمایا کہ اس شخص کا خاتمہ دین حق پر نہیں ہوگا، ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ طالب علم مرتد ہو گیا۔"

(داؤد غزنوی ص ۳۸۴)

ہم مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے صاحب دل اور صاحب معرفت تو نہیں ہیں کہ ہم قطعیت کے ساتھ اس طرح کا کوئی دعویٰ کر سکیں، مگر ہمارا تجربہ اور مشاہدہ یہی ہے کہ ائمہ دین کی شان میں گستاخ غیر مقلدین کی دینی زندگی تباہ و برباد رہتی ہے حتیٰ کہ یہ عبادتوں سے بے تعلق ہو جاتے ہیں اور نماز جیسی عبادت بھی ان کے یہاں ایک رسمی کاروائی بن کر رہ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرمائے۔

رہا آپ کے سوال کا جواب تو ہمارا دوٹوک جواب تو یہ ہے کہ غیر مقلدین کا بدترین پروپیگنڈہ ہے، اگر یہ بات غیر مقلدین کسی سے نقل کر کے کہتے ہیں تو یہ ان کی تقلیدی حرکت ان کی غیر مقلدانہ شان کے بالکل خلاف ہے، بلا تحقیق منہ سے بات نکالنا اہل اجتہاد کا کام نہیں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان دونوں شاگردوں کی بہت سی کتابیں اب طبع

---

(۱) یعنی مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

Scanned by CamScanner

ہو چکی ہیں، ان کو آدھا دیکھ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ جس نے یہ اڑایا ہے کہ صاحبین نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو تہائی مسئلوں میں اختلاف کیا ہے اس کی بات میں کتنی سچائی اور کتنا وزن ہے۔

اور کتابوں کو تو جانے دیجئے صرف موطا امام محمد کو ہاتھ میں آپ لے لیں اور اس کا صفحہ الٹتے جائیں اور ہاتھ میں قلم اور کاغذ بھی رکھ لیں اور امام محمد ہر حدیث کے ساتھ جو اپنا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں اس کو نوٹ کرتے جائیں اور پھر شمار کر لیں کہ کیا امام محمد دس فیصد مسائل میں بھی امام اعظم سے اختلاف کرتے ہیں، دو تہائی کی بات تو بہت بڑی ہے، یہ اس بات کی تحقیق کا بہت عمدہ اور آسان ذریعہ ہے اسی سے معلوم ہو جائیگا کہ غیر مقلدین حضرات اس طرح کی باتیں بلا تحقیق اڑاتے ہیں، اور اگر کسی حنفی کی کتاب میں ان کو اسی طرح کی بات مل جائے تو پھولے نہیں سماتے، مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی نے یہ بات کہیں لکھ دی ہے اور وہ بھی ایک ایسی کتاب کے حوالے سے جو منسوب تو ہے امام غزالی کی طرف مگر فی الاصل وہ ان کی کتاب ہی نہیں ہے، اور اگر کسی نے اس کو امام غزالی کی کتاب کہا بھی ہے تو اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کتاب میں تمام باتیں امام غزالی کی نہیں ہیں بلکہ بہت سی باتیں دوسروں نے اس میں شامل کر دی ہیں، اس کی کچھ تفصیل علامہ ابن حجر مکی شافعی کتاب الخیرات الحسان میں موجود ہے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

فقہائے کرام کے اقوال کی بنیاد کتاب و سنّت پر ہوا کرتی ہے

غیر مقلدین حضرات جب دلائل کے میدان میں مات کھا چکے ہیں تو انھوں نے مقلدین عوام ورغلانے اور اسلاف سے بدگمان و بیزار کرنے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ وہ چند سوالات ترتیب دیتے ہیں، اور اس کو اشتہار کی شکل میں عوام میں پھیلاتے ہیں اور ان کا جواب عوام سے مانگتے ہیں، اس طرح کے کئی سوالاتی اشتہار ہماری نظر سے گذرے ہیں، غیر مقلدین کا عوام سے ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی مسئلہ میں جب ائمہ و فقہاء کے مختلف اقوال ہیں تو سب کیسے حق ہوں گے؟ اس سوال کی ان کے نزدیک اتنی اہمیت ہے کہ مجھے تمام اشتہاراتی سوالات میں یہ سوال ضرور نظر آیا، اس سوال کا مقصد عوام کو اسلاف سے بدظن و بدگمان کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے، اگر تحقیق حق منظور ہوتی تو کسی معتبر و مستند عالم سے رجوع کر کے اس کا جواب معلوم کیا جا سکتا تھا، مگر جب عوام میں دین و مذہب کے خلاف اشتعال پیدا کرنا ہی مقصد ہو تو یہ سنجیدہ طریقہ غیر مقلدین کیوں اختیار کرتے۔

درج ذیل سطور میں ہم اس سوال کا جواب دیں گے، ہم قارئین سے گذارش کریں گے کہ ہماری ان سطور کو وہ سنجیدگی اور غور و فکر سے پڑھیں انشاء اللہ اس سوال کا کافی و شافی جواب ان کو ملے گا۔

Scanned by CamScanner

اس سلسلہ کی پہلی گذارش یہ ہے کہ جس طرح غیر مقلدین یہ سوال فقہی مسائل کے بارے میں کرتے ہیں اور اس کو اسلاف کی شان میں بدظنی و بدگمانی کا ذریعہ بناتے ہیں اور عوام کو فقہائے امت و ائمہ دین کے خلاف ورغلاتے ہیں، بالکل یہی کام منکرین سنت احادیث کے بارے میں کرتے ہیں، اور اس قسم کے سوال کو محدثین کے خلاف عوام کو مشتعل کرنے اور ان سے بدظن کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں، منکرین سنت عوام سے کہتے ہیں کہ احادیث پر عمل کیسے ممکن ہے جب کہ ایک ہی حدیث کو ایک محدث صحیح قرار دیتا ہے اور دوسرا ضعیف، ایک راوی کے بارے میں کسی محدث کی اچھی رائے ہوتی ہے اور وہ اس کی حدیث کو قبول کرتا ہے جب کہ وہی راوی دوسرے محدثین کے یہاں ضعیف ہوتا ہے اور اس کی روایت ان کے یہاں مردود ہوتی ہے۔

عوام بیچارے اس طرح کے سوالات سے ذہنی انتشار میں مبتلا ہوتے ہیں اور اگر خدا کا فضل نہ ہو تو منکرین سنت کے جال میں پھنس جاتے ہیں، اور محدثین کے بارے میں بدعقیدہ اور احادیث کے منکر ہو جاتے ہیں۔

غیر مقلدین نے عوام مسلمین کو فقہ اور فقہاء سے بدظن کرنے کا منکرین سنت والا یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ جس طرح منکرین سنت کے حدیث کے بارے میں سوالات اور شکوک محض شیطانی فریب ہے، غیر مقلدین کا بھی یہ عمل فقہ اور فقہاء کے بارے میں شیطانی عمل اور فریب ہے۔

محدثین و فقہاء اور فقہ و سنت کے بارے میں اہل سنت والجماعت میں کبھی اس قسم کے شکوک و سوالات پیدا نہیں کئے گئے، یہ اس دور ضلالت کی ایجاد ہے، فقہاء کے مابین جو اختلافات ہوتے ہیں ان کی بنیاد کتاب و سنت ہی پر ہوتی ہے ہر فقیہ و مجتہد کے پاس کتاب و سنت سے دلائل ہوتے ہیں، اور جب کوئی بات کتاب و سنت کی روشنی میں کہی جائے گی تو وہ حق ہی ہوگی اس کے ناحق ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا، ناحق وہ بات کہلاتی ہے جو کتاب و سنت کے معارض

Scanned by CamScanner

مخالف ہو، اور جس کی بنیاد خواہشات نفسانی پر ہو، مندرجہ ذیل مسئلہ میں دیکھئے کہ فقہاء و محدثین کے اقوال الگ الگ ہونے کے باوجود بھی ہر ایک کا قول کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ سے مؤید ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ چکا ہو اور وہ پھر کسی مسجد میں آتا ہے جہاں نماز ہو رہی ہو تو وہ کیا کرے، آیا وہ نماز میں شریک ہو جائے یا شریک نہ ہو۔

اس بارے میں موطا امام مالک اور نسائی میں یہ حدیث ہے۔

حضرت محجن رضی اللہ عنہ کے لڑکے بشر بن محجن فرماتے ہیں کہ ان کے والد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ نماز کے لئے اذان کہی گئی، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور حضرت محجن نماز میں شریک نہیں ہوئے، نماز سے فراغت کے بعد آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ تو حضرت محجن نے جواب میں فرمایا کہ میں گھر سے نماز پڑھ کر آیا ہوں، تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں آؤ تو لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاؤ، اگرچہ تم نماز پڑھ چکے ہو۔

اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ میں فقہاء کے جو اختلافات ہیں اب آپ ان پر نظر فرمائیے اور ان کے دلائل دیکھئے۔

(۱) اگرچہ یہ حدیث مطلق ہے مگر جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو گھر میں تنہا نماز پڑھ کر کے آیا ہو، اور جس نے باجماعت نماز پڑھ لی ہو اس کے لئے یہ حکم نہیں ہے، اس لئے کہ وہ جماعت کی فضیلت حاصل کر چکا ہے، ان حضرات کے پیش نظر آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے لاتعاد صلوٰۃ فی یوم مرتین یعنی ایک نماز کو دو مرتبہ نہیں پڑھا جائے گا، یعنی اگر کسی نے ایک دفعہ نماز باجماعت ادا کر لی ہے تو وہ اس نماز کو دوبارہ جماعت سے نہیں پڑھے گا۔

فقہائے امت میں سے اس کے قائل امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور

Scanned by CamScanner

ان ائمہ کرام کے اصحاب نے اختیار کیا۔

صحابہ کرام میں سے یہی مسلک حضرت عبداللہ بن عمر کا بھی ہے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام سلیمان فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے پاس آیا اور دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت ابن عمر ان کے ساتھ شریک نہیں ہیں تو میں نے ان سے پوچھا آپ ان کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھتے، تو حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ایک نماز کو دو بار مت پڑھا کرو: یہ روایت ابوداؤد، نسائی اور احادیث کی متعدد دوسری کتابوں میں ہے۔

آپ نے دیکھا کہ اوپر والی حدیث حضرت محجن والی مطلق تھی مگر جمہور فقہاء نے جو مسلک اختیار کیا ہے وہ بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے، مگر ان کا جو قول ہے وہ بھی حدیث کی روشنی ہی میں ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی وہی ہے جو جمہور فقہاء کا ہے۔

(۲) اس مسئلہ میں حضرت امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق بن راہویہ اور داؤد ظاہری کا قول یہ ہے کہ جو شخص نماز جماعت سے ادا کر چکا ہو پھر کسی مسجد میں وہ جائے جہاں جماعت ہو رہی ہو تو اس کے لئے اس جماعت والی نماز میں شریک ہونا جائز ہے۔

ان حضرات کے سامنے حضرت محجن رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔ مگر انھوں نے اس حدیث میں آپ کا جو فرمان یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاؤ اس سے وجوب اور تاکید مراد نہیں لیا ہے، بلکہ صرف جواز مراد لیا ہے البتہ حالتِ اقامت میں مسجد سے باہر نکلنا اور نماز نہ پڑھنا یہ ان ائمہ کرام کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص تکبیر کہی جا رہی تھی اور وہ بلا نماز پڑھے مسجد سے باہر چلا گیا تو آپ نے فرمایا اس شخص نے رسول اللہ کی نافرمانی کی، مسلم، احمد، ابوداؤد وغیرہ متعدد کتابوں میں یہ روایت ہے۔

Scanned by CamScanner

(۳) اس مسئلہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت انس بن مالک، وصلہ بن زفر، امام شعبی، امام نخعی کا قول یہ ہے کہ اگر کسی نے جماعت کے ساتھ بھی نماز پڑھ لی ہو اور پھر وہ ایسی مسجد میں آیا ہو کہ وہاں جماعت ہو رہی ہو تو اس کو دوبارہ نماز جماعت سے پڑھ لینی چاہیئے۔

ان حضرات نے حضرت معاذ والی روایت کو مطلق سمجھ کر یہ قول اختیار کیا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ ایک مسئلہ میں صحابہ کرام، ائمہ دین و فقہاء و محدثین کے مختلف اقوال ہیں اور ہر ایک قول کی بنیاد احادیثِ رسول ہی ہیں، اسلئے کسی ایک قول کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں قول حق ہے، اور فلاں قول حق نہیں ہے، جب یہ سارے اقوال احادیثِ رسول اور صحابہ کرام کی اتباع و تقلید ہی میں اختیار کئے گئے ہیں تو سارے اقوال ہی حق شمار ہوں گے، ان میں سے کوئی قول بھی کوئی اختیار کریگا وہ اہل حق ہی شمار ہوگا، اسی وجہ سے اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ مذاہب اربعہ تمام کے تمام حق ہیں، اس لئے کہ تمام ہی مذاہب کی بنیاد کتاب و سنت اور اقوال صحابہ پر ہے۔

ائمہ دین کے کسی مسئلہ میں مختلف اقوال دیکھ کر عوام کو ورغلانا اور ان کو دین و مذہب اور اسلاف سے بدگمان و عقیدہ کرنا یہ ایسی شیطانی حرکت ہے جس سے ہزار بار اللہ سے پناہ مانگنی چاہیئے، اگر حق اور ناحق ہونے کی بنیاد یہی چیز ہو تو پھر احادیثِ رسول بلکہ قرآن پاک کے بارے میں بھی آدمی کو شکوک و شبہات میں گمراہ اذہان و افکار کے لوگ مبتلا کر سکتے ہیں۔ (۱)

---

(۱) مثلاً قرآن میں ہے حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ یعنی نمازوں کی پابندی کرو اور صلوٰۃ وسطیٰ کی پابندی کرو، اب صلوٰۃ وسطیٰ سے کیا مراد ہے، حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ حضرت زید بن ثابت حضرت ابو سعید خدری کا قول ہے کہ اس سے مراد ظہر کی نماز ہے، حضرت علی اور حضرت حفصہ اور بعض

Scanned by CamScanner

ہمارے دین وایمان کی حفاظت وبقاء کا دار ومدار اس پر ہے کہ ہم اسلاف کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہیں، اور انہیں کی تشریح وتوضیح کی روشنی میں کتاب وسنت پر عمل کریں (واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم) مزید تفصیل کیلئے حافظ ابن عبدالبر کی کتاب التمہید جلد چہارم ملاحظہ فرمائیے۔

دیگر صحابہ وتابعین کا قول ہے کہ اس سے مراد عصر کی نماز ہے، حضرت عبداللہ بن عمر حضرت انس بن مالک حضرت عبداللہ بن عباس کی (ایک روایت میں) اور طاؤس، مجاہد، عطاء کا قول ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد فجر کی نماز ہے۔ اور حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ پانچوں نمازوں میں سے ہر ایک نماز صلوٰۃ وسطیٰ ہے اس وجہ سے کہ ہر نماز سے پہلے اور بعد دو دو نماز ہے۔

قرآن پاک کی ایک آیت کے بارے میں ائمہ دین محدثین اور صحابہ کرام کے درمیان کتنے مختلف اقوال ہیں، اب کیا یہ مناسب ہے کہ ان مختلف اقوال کو بنیاد بنا کر قرآن پاک کی اس آیت کو مشکوک قرار دیا جائے، یا محدثین اور صحابہ کرام کے بارے میں بدظنی وبدعقیدگی پیدا کی جائے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے ابن عبدالبر کی التمہید جلد چہارم)

Scanned by CamScanner

کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں حیات حاصل ہے!

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا زاد مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں یا مردہ، اہل سنت کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے، غیر مقلدین حضرات کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے، ایک صاحب سے گفتگو ہوئی تو انھوں نے آیت کریمہ انک میت وانھم میتون سے استدلال کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں حیات حاصل نہیں ہے، براہ کرم زمزم میں اس کی وضاحت فرمائیں۔ والسلام

ناظم حسین انصاری بستی

زمزم! اہل سنت والجماعت کا عام طور پر عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو قبر میں حیات حاصل ہے، اور یہی بات صحیح ہے۔

غیر مقلدین علماء اس بارے میں کسی ایک رائے پر متفق نہیں ہیں، ان کے بعض اکابر حیات انبیاء علیہم السلام کے قائل ہیں اور بعض منکر۔

مولانا سید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک حیاتِ انبیاء کا ہے، فتاویٰ نذیریہ میں فرماتے ہیں:

Scanned by CamScanner

حضرات انبیاء علیہم السلام یہ تمام ہی قبر میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرماتے ہیں کہ جو شخص قبر پر درود بھیجتا ہے سنتا ہوں میں اور دور سے بھیجتا ہے پہنچایا جاتا ہے۔ (ص ۵۲)

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی زندگی حاصل ہے۔

فتاویٰ ثنائیہ کا یہ فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال :۔ نبی سب حیات ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے انک میت وانھم میتون اے نبی تم بھی مرنے والے ہو اور یہ مخالفین سب بھی ایک دن مرنے والے ہیں۔

رہی روحانی زندگی سو وہ انبیاء اور اولیاء و شہداء سب کو حاصل ہے، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کا مذہب یہ ہے کہ :

انبیاء علیہم السلام کو روحانی زندگی بھی حاصل نہیں ہے۔ (ص ۱۰۷/۱۲)

یعنی ان کے عقیدہ کے مطابق انبیاء علیہم السلام اور عام انسانوں کی موت میں کوئی فرق نہیں جس طرح عام انسان کو خواہ کافر ہو یا مشرک قبر میں کسی طرح کی زندگی حاصل نہیں ہے یہی حال انبیاء علیہم السلام کا ہے کہ ان کو بھی قبر میں نہ روحانی زندگی حاصل ہے نہ جسمانی، نہ مادی نہ برزخی۔

مولانا سیف بنارسی مولانا امرتسری کے اوپر والے فتویٰ کے بارے میں فرماتے ہیں :

حیات برزخی کا مسئلہ قیاسی نہیں ہے کہ حیات شہداء پر آنحضرت صلی اللہ

---

(۱) اور یہی مذہب نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی اور نواب وحید الزماں حیدرآبادی صاحب کا بھی ہے جیسا کہ ان کی کتابوں سے واضح ہے۔

Scanned by CamScanner

علیہ وسلم کی حیات بعد الممات کو قیاس کیا جائے، بلکہ اس کے لیے نص کا ہونا ضروری ہے، آنحضرت کے لئے صاف ارشاد ہے انک میت (یعنی بیشک آپ مرنے والے ہیں) آگے چل کر فرماتے ہیں۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ (۱) اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہوتے تو رد روح چہ معنی دارد (یعنی روح کو سلام کا جواب دینے کیلئے لوٹائے جانے کا کیا مطلب) بخلاف شہداء کے کہ ان کی بابت اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے بل احیاء عند ربھم یرزقون (۲)

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۰۷)

آج کل کے بیشتر غیر مقلدین حضرات کا یہی عقیدہ و مسلک ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو قبر شریف میں کسی طرح کی حیات حاصل نہیں ہے اور یہ سب حضرات اس عقیدہ کی بنیاد قرآن کی اس آیت کو بناتے ہیں انک میت وانھم میتون یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ بھی مرنے والے ہیں اور یہ کافر و مشرکین بھی مرنیوالے ہیں۔

میں نے بہت غور کیا مگر مجھے کہیں سے بھی یہ آیت کہ یہ منکرین حیات کیلئے دلیل سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ آیت فی الاصل قرآن کے اس ارشاد کے معنی کی تاکید ہے۔

وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائمت فھم الخلدون۔ یعنی اے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ سے قبل کسی بشر کو ہمیشہ ہمیشہ کی (دنیا کی) زندگی نہیں دی اگر آپ کا دنیا سے رشتہ ختم ہو جائے اور آپ کو موت آجائے تو کیا یہ کفار و مشرکین دنیا میں

---

(۱) یعنی جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ میری روح کو میرے بدن میں واپس کر دیتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

(۲) یعنی شہداء اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں انھیں رزق دیا جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔

کہا جا رہا ہے کہ دنیا میں اگر آپ کو بقا نہیں تو کافروں و مشرکوں کو بھی بقا نہیں اور اگر آپ پر موت طاری ہو گئی تو کافر و مشرک پر بھی موت طاری ہو گی دنیا میں نہ آپ کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے نہ کافروں کو۔

یہ مضمون اپنی جگہ پر بالکل برحق ہے، مگر اس کا تعلق انبیاء علیہم السلام یا آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی حیات سے کیا ہے۔

موت نام ہے جسد عنصری سے روح کے جدا ہوا ہونے کا، اتنی سی بات میں سارے انسان مشترک ہیں، خواہ مومن ہوں، خواہ کافر، انبیاء ہوں یا اولیاء، اس دنیا سے جانا سب کو ہے اور موت سب پر طاری ہوتی ہے اور ہر ایک کے بدن سے اس کی روح نکلتی ہے، اسی کا نام موت ہے، قرآن کی مذکورہ آیات سے صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ مرنا سب کو ہے، مگر مرنے کے بعد قبر میں کیا تمام مرنے والے ایک درجہ میں ہوں گے، کفار اور مومنین کی حالت ایک ہی ہو گی، انبیاء اور غیر انبیاء کی حالت میں کچھ فرق نہ ہو گا، میرا خیال ہے کہ یہ بات کوئی صاحب ایمان اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتا[1] پس جب مومن اور کافر کی اور انبیاء اور غیر انبیاء کی ان کی قبروں

---

(۱) افسوس جو بات کسی مسلمان کے وہم و گمان میں نہیں آنے والی تھی وہی بات مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کا عقیدہ و مذہب بن کر ان کے قلم فیض رقم سے نکلی ہے، اپنی کتاب دلیل الطالب میں وہ فرماتے ہیں:

"وجملہ اموات از مومنین و کفار از حصول علم و شعور و ادراک و سماع و عرض اعمال و در جواب بزائر برابر اند تخصیص بانبیاء و صلحا نیست" (ص ۸۸۶)

یعنی تمام مردے عام اس سے کہ وہ مومن ہوں یا کافر علم و شعور ادراک سننے عمل کے پیش ہونے اور زیارت کنندہ کے جواب دینے میں برابر و یکساں ہیں

میں حالت الگ الگ ہوگی تو اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو پروردگار عالم ان کے اجسام کے باقی رکھنے کے ساتھ اگر ان اجسام کے ساتھ ان کی ارواح کا بھی تعلق قائم فرمادیں تو اس میں استحالہ اور استبعاد کیا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بدن کو قبر کی مٹی نہیں کھاتی ہے، جب انبیاء کے ابدان محفوظ ہوتے ہیں تو اگر ان بدنوں کے ساتھ روح کا رشتہ بھی قائم رہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کا انکار کرنا کیوں ضروری ہوگا جب کہ متعدد احادیث سے اس کا ثبوت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس درود وسلام پڑھنے والوں کا درود وسلام سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

منکرینِ حیات کی تحریروں میں مجھے اب تک کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے

اس میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی کوئی تخصیص نہیں،،

مرنے کے بعد انبیاء علیہم السلام کا شعور ادراک اور علم کو عام مومنین کے برابر قرار دینا بہت بڑی جرأت کی بات ہے، کہاں انبیاء علیہم السلام کا مقام علم وعرفان وعلم وشعور اور کہاں عامہ مومنین کا علم وعرفان وعلم وشعور ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اور یہاں تو خانصاحب نے تو غضب ہی کر دیا ہے کہ مومنین اور صلحاء کی بات تو الگ وہ فرماتے ہیں کہ کفار کا شعور اور ادراک اور علم بھی مرنے کے بعد انبیاء علیہم السلام کے برابر ہوتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ——— مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ نواب صاحب بھوپالی نے یہ بات شعور وآگہی کی حالت میں رقم فرمائی تھی یا یہ کہ وہ جس وقت لکھ رہے تھے ان پر ذہول ونسیان اور بے شعوری کی حالت طاری تھی ——— اگر انبیاء علیہم السلام حالت زندگی میں اپنے اپنے زمانوں میں علم وشعور اور قوت ادراک میں تمام امتوں سے افضل اور بڑھے ہوئے ہیں تو مرنے کے بعد ان کی یہ قوتیں اور انکے یہ حاسے عام انسانوں کے برابر کیسے ہو جائیں گے، حتیٰ کہ کفار اور انبیاء علیہم السلام میں بھی کوئی فرق نہیں رہے گا۔

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

Scanned by CamScanner

قبر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کی نفی ہوتی ہو، البتہ متعدد احادیث اس نوع کی ضرور ہیں جن سے ان کی حیات کا پتہ چلتا ہے۔

اور جن آیات سے منکرین حیات استدلال کرتے ہیں ان کا تعلق قبر کی حیات سے ہے ہی نہیں، اس میں صرف اس کا ذکر ہے کہ دنیا میں کسی بھی انسان کو دائمی بقا نہیں اور یہ عقیدہ سارے مسلمانوں کا ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں، قرآن کی کسی آیت یا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے انبیاء کی حیات فی القبور کا انکار ثابت نہیں ہوتا۔

آپ آخر میں یہ بھی جان لیجیے کہ قبر میں پہنچنے کے بعد انسان کا ادراک اور شعور اور احساس بہت بڑھ جاتا ہے، اس وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو جو قبر میں حیات ہے وہ دنیا کی حیات سے ادراک و شعور کے اعتبار سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ میرے نزدیک جو صحیح بات تھی وہ عرض کر دی گئی، یہ مسئلہ کافی اختلافی ہے، مگر عموماً اہلسنت والجماعت کے اکابر کا مسلک یہی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قبر میں حیات حاصل ہے، اور ادراک و شعور اور علم و احساس کے اعتبار سے یہ زندگی دنیا کی زندگی سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے:

اگر ان گذارشات سے تسلی نہ ہوئی ہو تو انشاء اللہ اس موضوع پر مفصل ایک تحریر شائع کر دی جائے گی۔

آخر میں ایک بات یہ بھی یاد رکھئے کہ حیات انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ مدار ایمان نہیں ہے کہ بلا اس عقیدہ کے کسی کے ایمان میں نقصان ہوگا، اسلئے اس بارے میں بہت زیادہ بحث و مباحثہ سے بچنا چاہئے، عموماً اس طرح کی بحثوں میں زیادہ پڑنے سے آدمی اعتدال کی راہ سے بھٹک جاتا ہے، اگر کوئی حیات انبیاء کا قائل نہیں ہے تو یہ اس کا معاملہ ہے ہم لوگوں کو اپنا عقیدہ جمہور اہلسنت کے مطابق رکھنا چاہئے خواہ تقلیداً ہو یا تحقیقاً، اسی میں ہر طرح کی خیر و عافیت ہے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب شریعت حاصل ہے؟

مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازیپوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید کہ مزاج سامی بخیر ہوگا

آپ کے رسالہ زمزم اور بعض کتابوں میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا رسالہ "مذہب اہلحدیث" کا ذکر پڑھا۔ مذہب اہلحدیث کی حقیقت جاننے کیلئے میں نے اس کو ایک جگہ سے حاصل کیا اور اس کو پڑھا، اس رسالہ میں ص۴۷ میں یہ عبارت ہے۔

"خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا بلکہ کل اہل اسلام کا یہی مذہب ہے کہ سوائے رسول اللہ کے منصب شریعت کسی کو حاصل نہیں" (مطبوعہ سیم پریس امرتسر بماہ اگست ۱۹۱۷ء)

"منصب شریعت کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ جسے یہ منصب حاصل ہوگا اسے حلال وحرام کا حق حاصل ہوگا جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جسے چاہے حرام کر دے، آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بریلویوں کا یہی عقیدہ تو ہے؟

مولانا امرتسری صاحب کا مذکورہ عقیدہ کو تمام اہل اسلام کا عقیدہ بتلانا کیا درست ہے؟ براہ کرام آپ اس پر روشنی ڈالیں۔

لئیق الزماں انصاری کانپور

۹/ جولائی ۲۰۰۲ء

Scanned by CamScanner

محترم!

مجھے آپ کا خط پڑھ کر بہت تعجب ہوا تھا، اس وجہ سے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری ایک جید الاستعداد اور پختہ صلاحیت کے عالم تھے، جماعتِ اہلحدیث میں ان کا بہت اونچا مقام ہے اور وہ اس جماعت کے شیخ الاسلام تھے، مجھے قطعاً امید نہیں تھی کہ مذکورہ بالا جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اور جس کے مضمون کو مولانا امرتسری نے جماعتِ اہلحدیث اور کل اہل اسلام کا عقیدہ بتلایا ہے، وہ عبارت ان کے قلم سے نکلی ہوگی، اس لئے مجھے خود اس رسالہ کو دیکھنا پڑا، مجھے وہاں یہ عبارت نظر آگئی اور اس کے ایک سطر بعد مولانا امرتسری نے آنحضورؐ کی شان میں جو قوالی گائی ہے وہ بھی نظر آئی، آپ نے اس قوالی کو نقل نہیں کیا میں ناظرین زمزم کی ضیافت کیلئے وہ قوالی نقل کرتا ہوں - مولانا فرماتے ہیں ؎

بابا کے ہاں سے کون لایا　　جس نے پایا یہیں سے پایا
گو غوث و قطب و مقتدا ہے　　وہ بھی اسی در کا گدا ہے

مولانا امرتسری نے مذکورہ عبارت میں اپنے جس عقیدہ کا اظہار کیا ہے یعنی "سوائے رسول اللہؐ کے منصب شریعت کسی کو حاصل نہیں" یا اپنی قوالی میں جس عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ جس نے پایا یہیں سے پایا (یعنی آنحضورؐ ہی سے) اور غوث و قطب اسی در کے یعنی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے در کے گدا اور سوالی ہیں، یہ غیر مقلدین کا عقیدہ ہو تو ہو (اور نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں جب مولانا امرتسری خود ہی اس کو اہلحدیث کا عقیدہ بتلا رہے ہیں) لیکن ان کا یہ کہنا کہ یہی مذہب اور عقیدہ کل اہل اسلام کا ہے، بالکل غلط اور باطل ہے، یہ عقیدہ شیعوں اور بریلویوں کا تو ہے مگر اہل سنت والجماعت میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو منصبِ شریعت حاصل ہے، یا یہ کہ جس نے جو کچھ پایا ہے آنحضورؐ ہی سے پایا ہے اور سارے انسان آنحضورؐ ہی کے در کے گدا ہیں، تمام اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ شریعت کا منصب صرف اللہ کو حاصل ہے

Scanned by CamScanner

اور شارع حقیقی اللہ کی ذات کے سوا کوئی دوسری ذات نہیں ہے، نہ اللہ کے سوا خواہ پیغمبر ہو یا ولی کوئی کسی کو دیتا لیتا ہے، یا یہ کہ انسان کو اللہ کا در چھوڑ کر کسی مخلوق کے در پر سوالی بن کر کے جانا اور اس در کا گدا ہونا جائز اور روا ہے۔

اس قسم کا عقیدہ رکھنے والا اہلحدیث ہونا تو اس کا درکنار اہلسنت والجماعت کا فرد بھی نہیں شمار شمار ہو سکتا، اس عقیدہ میں کھلا ہوا شرک موجود ہے، اللہ تعالیٰ مولانا امرتسری کو معاف فرمائے، ان کے قلم سے کیسے اس طرح کی خطرناک بات نکلی، معلوم نہیں وہ کس عالم جذب و سکر میں تھے کہ اس شرکیہ عقیدہ کو انھوں نے اپنا عقیدہ اور مذہب قرار دیا۔

منصب شریعت کا اختیار کس کو ہے، یعنی شارع حقیقی کون ہے، کیا اللہ کے سوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ اختیار حاصل ہے کہ جس چیز کو چاہیں حلال کریں اور جس چیز کو چاہیں حرام کریں، جیسا کہ بریلویوں کا عقیدہ ہے (اب یہ معلوم ہوا کہ یہی عقیدہ ان لوگوں کا بھی ہے جو اپنے کو اہلحدیث کہلاتے ہیں) اس موضوع پر مفصل بحث محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ نے اپنے مشہور رسالہ "شارع حقیقی" میں کی ہے۔ (۱)

مولانا اعظمیؒ فرماتے ہیں:

"تحلیل و تحریم کے اشیاء کے باب میں تحقیقی مسلک یہ ہے کہ یہ تنہا خدائے تعالیٰ کے اختیار کی چیز ہے، کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا صرف اسی کا کام ہے

---

(۱) یہ رسالہ مولوی سید محمد کچھوچھوی کے ایک رسالہ کا رد ہے، جس میں کچھوچھوی صاحب نے یہ ثابت کیا تھا کہ اللہ کی طرح آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حلال و حرام کرنے کا حق ہے، مولانا اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کا نیا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے، مدرسہ مرقاۃ العلوم مئو سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

وہ اس میں مستقل ہے اور [illegible] کسی کا حق ہے کسی دوسرے کو اس میں
کسی نوع سے دخل نہیں ہے نہ بالذات کسی کو یہ اختیار حاصل ہے، نہ بتفویض
الٰہی، چنانچہ شیخ محقق کمال الدین ابن ہمام حنفی تحریر میں فرماتے ہیں۔
الحاکم لاخلاف فی ان اللہ رب العلمین (ص ۸۹ ج ۲) اس میں
کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور علامہ محب اللہ
بہاری مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں لاحکم الا من اللہ تعالیٰ ص ۱۲ حکم صرف
اللہ ہی کی جانب سے ہوتا ہے۔

مولانا اعظمیؒ اس کے معاً بعد فرماتے ہیں:

یہ معلوم اور کتب اصول فقہ میں مصرح ہے کہ تحلیل اور تحریم حکم تکلیفی کی قسمیں
ہیں اور حکم تکلیفی کی تعریف یہ ہے۔ خطاب اللہ تعالیٰ المتعلق
بافعال المکلفین طلبا او تخییرا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ حکم جو افعال
مکلفین سے متعلق ہو بطور طلب یا تخییر کے)

محدث اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مبحث کو دلائل شرعیہ کی روشنی میں بہت محققانہ انداز
میں اُجاگر کیا ہے، اور اس پر جو شبہات وارد ہوئے ہیں اس کا بہت محققانہ جواب بھی
دیا ہے، ایک جگہ تحفہ اثنا عشریہ سے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی بات کی
تائید میں یہ عبارت پیش کی ہے، حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

مذہب صحیح آنست کہ امر تشریع مفوض بہ پیغمبر نمی باشد
یعنی صحیح مذہب یہ ہے کہ تشریع کا معاملہ پیغمبر کے سپرد نہیں ہے

ایک جگہ اور شاہ صاحب فرماتے ہیں:

بدیہی است کہ امام بلکہ نبی نیز شارع نیست شارع حق تعالیٰ است
یعنی یہ بات بدیہی ہے کہ امام بلکہ نبی بھی شارع نہیں ہے شارع حق تعالیٰ ہے۔
تمام اہلسنت والجماعت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کا یہی مذہب ہے، حضرت اعظمیؒ

Scanned by CamScanner

نے اس بارے میں اہل حق کا مسلک ذکر کرنے اور اس کو اقوال علماء کی روشنی میں واضح کرنے کے بعد نہایت تفصیل سے کتاب وسنت سے بھی اس بات کو ثابت کیا ہے کہ شریعت کا منصب صرف اللہ کو حاصل ہے، پیغمبر کا کام اللہ کی بات بندوں تک پہونچانا ہے، اپنی طرف سے کسی چیز کا حلال کرنا یا حرام کرنا ان کا منصب نہیں ہے، کبھی نبی اللہ کی بات بذریعہ وحی متلو پہونچاتا ہے جسے قرآن کہا جاتا ہے اور کبھی نبی اللہ کے احکام کو بندوں تک وحی غیر متلو کے ذریعہ پہونچاتا ہے جسے سنت کہا جاتا ہے، حکم اللہ کا ہوتا ہے نبی اس کا مبلغ ہوتا ہے۔ اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے جیسا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کو منصب شریعت حاصل ہوتا ہے، مولانا کی یہ بات کتاب وسنت اور اقوال علماء کی روشنی میں بالکل غلط ہے، مولانا اعظمی کا رسالہ پڑھنے کے بعد اس بارے میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، آپ کو مولانا اعظمی کے اس رسالہ کا مطالعہ ضرور کر لینا چاہیئے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب کی عبارت بڑی خطرناک ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ:

"سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منصب شریعت کسی کو نہیں"

یعنی مولانا کے نزدیک معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ منصب حاصل نہیں ہے یہ منصب صرف رسول کو حاصل ہے۔ یہ بات تو کوئی جاہل بھی نہیں کہے گا، مولانا ثناء اللہ صاحب جیسا فاضل عالم اور جماعت اہلحدیث کا شیخ الاسلام کیسے کہہ رہا ہے، اور پھر قوالی گا گا کر اس بات کو مزید پختہ کیا جا رہا ہے۔

مولانا آگے فرماتے ہیں:

"جو بات ایک سائل معمولی علم والوں کو سمجھ میں نہ آویں وہ مجتہد سمجھ سکتے ہیں مگر ایجاد حکم کا منصب ان کو نہیں"

یعنی مولانا یہ فرما رہے ہیں کہ مجتہد کو ایجاد حکم کا منصب نہیں ہوتا، یہ منصب رسول کا ہے حالانکہ جس طرح مجتہد ایجاد حکم کا منصب نہیں رکھتا رسول کو بھی یہ حق اور منصب

Scanned by CamScanner

حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی شرعی حکم ایجاد کرے، اس کا منصب صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا حکم بندوں تک پہونچائے جیسا کہ اوپر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے، آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلا حکم الٰہی اپنے اوپر شہد حرام کرلی تو اللہ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک یعنی اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کیلئے حلال کیا ہے۔

اگر نبی کو بھی ایجاد حکم کا منصب حاصل ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے شہد کے حرام کرنے پر اللہ کی طرف سے یہ تنبیہ کیوں نازل ہوئی۔

یہ آیت تو میں نے اپنی طرف سے پیش کی ہے، مولانا اعظمیؒ نے بہت سی آیات، روایات، اور واقعات کی روشنی میں یہ بتلایا ہے کہ حاکم صرف اللہ ہے اور کسی چیز کو حلال

مولانا امرتسری کے اس رسالہ میں اور بھی بہت سی قابلِ مواخذہ باتیں جس کا ذکر باعثِ طوالت ہے، صرف ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ انھوں نے قرآن کی اس آیت فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

جب تک لوگ ہر مذہبی بات میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع نہ ہوں گے کبھی مسلمان نہ بن سکیں گے۔

معلوم نہیں مولانا امرتسری نے ہر مذہبی بات کی قید کا یہ اضافہ کیوں کیا؟ گویا مولانا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آنحضور کی تابعداری صرف عبادات ہی میں فرض ہے، غیر عبادت میں فرض نہیں ہے ورنہ پھر مولانا بتلائیں کہ وہ کون سی غیر مذہبی بات ہے جس میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری فرض نہیں ہے، دین نام ہے عقائد، عبادات، معاملات سب کے مجموعہ کا اور یہ سارے امور مذہبی ہیں ——— مولانا نے اس آیت کا یہ ترجمہ ایک خاص ذہن وفکر کے ساتھ کیا ہے جس کا نام غیر مقلدیت ہے، گویا وہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ مقلدین مذہبی معاملات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned by CamScanner

وحرام کرنا صرف اسی کا اختیار ہے، کسی نبی کو جائز و ناجائز اور حلال وحرام کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، حکم شرعی کی موجد صرف اللہ کی ذات ہے، کسی نبی یا مجتہد کو ایجاد حکم کا حق حاصل نہیں ہے۔

بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ مولانا کا یہ فرمانا کہ سوائے نبی کے کسی کو منصب شریعت حاصل نہیں ہے، صحیح نہیں ہے اور نہ یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کو منصب شریعت حاصل ہے اور نبی احکام شرعیہ کا موجد ہوتا ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شریعت کا معاملہ کتنا نازک ہے اور اگر مسائل شرعیہ میں ہر شخص دخل دینے لگے اور خود مجتہد بن کر کتاب وسنت کے سمجھنے کا بار اٹھائے تو وہ

کے تابع نہیں ہوتے، اس آیت کا صحیح ترجمہ اور مطلب ملاحظہ ہو جس سے آشکارا ہوگا کہ مولانا کا ترجمہ غلط ہے۔ شیخ الہند علیہ الرحمہ اس آیت کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔

"سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی"

اور اس کی تفسیر علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی منافق لوگ کس خیال میں ہیں اور کیسے بیہودہ حیلوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں ان کو خوب سمجھ لینا چاہیئے ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اے رسول اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی وجانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ جان لیں گے کہ تمہارے فیصلہ اور حکم سے ان کے جی میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کرلیں اس وقت تک ہرگز ان کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا"

اس آیت کا تعلق مذہبی معاملات سے نہیں ہے بلکہ ایک یہودی اور منافق کے جھگڑے سے تھا، یہودی نے آنحضورؐ کو اپنا حکم تسلیم کیا تھا مگر منافق کو آنحضورؐ کے فیصلے سے تنگی پیدا ہوئی تھی۔

Scanned by CamScanner

کیسی کیسی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے دین کا یہ فرمان ہے کہ شرعی معاملات میں ہمیشہ متقدمین اہل علم اور اسلاف امت پر اعتماد کرنا چاہئے، ہر شخص کو یہ حق نہیں ہے خواہ وہ اپنے زعم میں کتنا بڑا عالم ہو کر وہ شرعی معاملات میں دخل اندازی کرے۔

نور الدین نور اللہ الحنفی

نوٹ

آپ کا خط مولانا غازی پوری کے نام تھا، مولانا کی مشغولیت کی وجہ سے مجھے جواب لکھنے کا حکم ہوا۔

Scanned by CamScanner

ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا پہننا اور کھلے سر نماز

مکرمی مولانا محمد ابوبکر صاحب دام مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

حضرات غیر مقلدین ننگے سر نماز پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں اور اس کو سنت بتلاتے ہیں، جرجیس نامی ایک غیر مقلد کی تقریر کا کیسٹ سننے کو ملا جس میں وہ پُرزور انداز میں ننگے سر نماز پڑھنے کی تبلیغ کرتا ہے، اس بارے میں فرمائیں کہ کیا آنحضورؐ کی سنت ننگے سر نماز پڑھنے کی تھی؟

بعض لوگ ٹخنے کے نیچے پیجامہ، لنگی، پتلون کئے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

والسلام

جاوید احمد

کانپور

نامفہم! ٹخنے سے نیچے لنگی، پاجامہ یا پتلون پہننا سخت گناہ ہے، اگر کوئی شخص عمداً ایسا کرتا ہے اور اس نے اسی کی عادت بنالی ہے تو اس کا انجام بڑا خطرناک ہے، اور اگر کوئی شخص تکبراً ایسا کرتا ہے تو اور بھی مستحق لعنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Scanned by CamScanner

لا ینظر اللہ عز وجل یوم القیامۃ الی من جر ثوبہ خیلاء - یعنی جو شخص تکبر اپنا کپڑا کھینچ کے نیچے کر کے چلتا ہے قیامت کے روز اللہ اس کی طرف نگاہ نہیں کرے گا۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ ازرۃ المؤمن الی انصاف ساقیہ ولا جناح علیہ فیما بین ذلک الی الکعبین وما اسفل من ذلک ففی النار - یعنی مومن کا لنگی (وغیرہ) کا پہنا ٹخنوں کے نصف تک ہے، اور اگر ٹخنوں تک پہونچ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، مگر ٹخنوں سے نیچے جو پہنا ہوگا وہ جہنم میں ہے۔ (یعنی ایسا شخص جہنم میں جائے گا)

حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: ان جر الازار والقمیص وسائر الثیاب مذموم علی کل حال۔ (التمہید ص ۲۴۴ ج ۲) یعنی قمیص اور تمام کپڑوں کا ٹخنوں سے نیچے کر کے پہننا ہر حال میں مذموم ہے (یعنی چاہے تکبر ہو یا تکبر نہ ہو، ایسا کرنا ہر حالت میں ناپسندیدہ اور قابلِ مذمت عمل ہے)

(۲) ہمیں نہیں معلوم کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ننگے سر ہو کر پنجوقتہ نماز پڑھی ہو، جو لوگ ننگے سر نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں ان کی دعوت گمراہ کن ہے کسی ایک حدیث سے نہیں ثابت کیا جا سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر نماز پڑھا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر عموماً عمامہ ہوتا تھا، عمامہ ہی کے ساتھ آپ نماز پڑھا کرتے تھے، حضرت انس بن مالک کی روایت ابوداؤد میں ہے۔ فرماتے ہیں۔ رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یتوضأ وعلیہ عمامۃ قطریۃ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اور آپ کے سر مبارک پر قطری عمامہ تھا۔

کتاب الام میں امام شافعی حضرت عطاء سے نقل کرتے ہیں کہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم توضأ فحسر العمامۃ عن رأسہ یعنی رسول اکرم صلی اللہ

Scanned by CamScanner

علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنا عمامہ سر سے اوپر کر کے مسح کیا۔

حضرت مغیرہ کی مسلم میں روایت ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم مسح بناصیتہ وعلی العمامۃ وعلی خفیہ یعنی آنحضورؐ نے پیشانی، عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں آپ کے سر پر عمامہ ہوا کرتا تھا، مسلم کی روایت میں ہے، عمرو بن حریث فرماتے ہیں رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارخی طرفیھا بین کتفیہ۔ یعنی میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا، آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اس کے دونوں کناروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شانوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء (مسلم) یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ آپ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ اپنے سر پر عمامہ رکھتے تھے، اگر عمامہ نہ ہوتا تو آپ کے سر مبارک پر ٹوپی ہوتی سر ننگا نہ ہوتا۔ ابن قیم فرماتے ہیں۔

کانت لہ عمامۃ تسمی السحاب کساھا علیا وکان یلبسھا ویلبس تحتھا القلنسوۃ، وکان یلبس القلنسوۃ بغیر عمامۃ ویلبس العمامۃ بغیر قلنسوۃ۔	یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک عمامہ کا نام "سحاب" تھا، اس کو آپ نے حضرت علی کو پہنا دیا تھا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ عمامہ پہنتے اور اس کے نیچے ٹوپی ہوتی، اور کبھی ٹوپی پہنتے بغیر عمامہ کے اور کبھی عمامہ پہنتے بلا ٹوپی کے۔
(زاد المعاد ج ۱ ص ۱۳۵)	

ان مذکورہ نصوص کی روشنی میں ان لوگوں کی دعوت گمراہ کن ہے جو ننگے سر نماز

Scanned by CamScanner

پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔

آپ نے ۔ تقلید، اور آئمہ اربعہ کی دعوت دینے کے لئے تو غیر مقلدوں میں خوب جوش و خروش دیکھا ہوگا، مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمامہ والی سنت پر عمل کرانے کیلئے غیر مقلدین نے چند سطر کا ایک کتابچہ بھی نہیں لکھا ہوگا، اور نہ ان سلفیوں کے سر پر آپ کو کبھی عمامہ نظر آئے گا، اور اب ان کی بے غیرتی اور بے دینی اتنی بڑھ گئی ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ننگے سر نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

کیا ہر عالم سے مسئلہ معلوم کرکے دین پر عمل کیا جا سکتا ہے؟

مکرمی! زید مجدکم

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، زمزم کا گزشتہ شمارہ نمبر ۳ جلد نمبر ۵ ملا، پہلی گذارش تو یہ ہے کہ زمزم میں وفیات پر طویل مضامین نہ ہوں تو مناسب ہے، زمزم کے صفحات محدود اور سائز بھی متوسط ہے، اس وجہ سے اس میں وہی مضامین شائع ہوں جن سے ہم لوگ دینی مسائل میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ خدا کا شکر ہے کہ زمزم نے ہماری معلومات میں بہت اضافہ کیا ہے اور بہت سے حقائق جو ہم سے مخفی تھے وہ اُجاگر ہو گئے۔

دوسری بات جو عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ دینی و فقہی معلومات حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کیلئے یہ کیوں ضروری ہے کہ کسی مذہب خاص ہی کے علماء سے فتویٰ حاصل کیا جائے ایسا کیوں نہ ہو کہ جو بھی مسائل شرعیہ سے واقف ہے اس سے مسائل معلوم کرکے اس پر عمل کیا جائے، ایسا کرنے میں حرج کیا ہے؟ براہ کرم اس پر روشنی ڈالیں، اگر فوری جواب عنایت ہو جائے تو مہربانی ہوگی۔

محمد مرتضیٰ چوبیس پرگنہ بنگال

زاہد ہم! آپ کا خط ملا تو میں بھوپال اور اندور کے سفر پر تھا۔ پھر کچھ اور مشغولیات نے گھیرے رکھا اس لئے جواب میں تاخیر ہو گئی اور اب زمزم ہی میں اپنے سوال کا جواب ملاحظہ فرمالیں۔

Scanned by CamScanner

یہ بات تو بہت مناسب ہے کہ عوام اہل علم سے مسئلہ معلوم کر کے شریعت پر عمل کریں قرآن کا بھی یہی حکم ہے، جیسا کہ آیت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون سے واضح ہے۔

اگر یہ دور نفسانیت کا نہ ہوتا اور اہل علم میں انصاف اور عدل پایا جاتا اور شریعت پر عمل کرانے میں کوئی مخصوص جذبہ یا فکر اور عقیدہ کام کرتا نظر نہ آتا، اور جن کو عوام اہل علم سمجھتے ہیں ان میں اتنی دیانت اور تقویٰ ہوتا کہ وہ مسائل کے بتلانے میں اسلاف کی راہ اعتدال وجادہ مستقیم سے گریز نہ کرتے، مسائل بتلانے والے علماء راسخین میں سے ہوتے اور ان کو مسائل شرعیہ سے پوری واقفیت ہوتی، وہ کتاب وسنت کے ناسخ ومنسوخ سے واقف ہوتے، وہ کسی مخصوص نظریہ ومذہب کی پابندی کرانے کے بجائے جو واقعی شرعی مسئلہ ہے اس سے عوام کو واقف کرانے کا ان میں جذبہ وخلوص ہوتا تو اس کی اجازت ضرور دی جاتی کہ عوام جس عالم سے چاہیں ان سے مسائل معلوم کر کے ان پر عمل کریں۔

مگر اس وقت ہم لوگ جس دور سے گزر رہے ہیں یہ دور بڑے فتنہ کا ہے طرح طرح کے مذاہب پیدا ہو گئے ہیں، کم علم عالم ومفتی بنے پھر رہے ہیں، ہر شخص محقق وعلامہ بنا ہے، انانیت کا عالم یہ ہے کہ اپنی تحقیقات کے آگے اکابر واسلاف کو وہ کچھ نہیں سمجھتا کتاب وسنت میں کیا ہے اس کا اس کو پتہ نہیں مگر وہ شرعی مسئلہ بتلانے کو تیار ہے اپنی تحقیق کو حرف آخر سمجھتا ہے اور اسے اصرار ہوتا ہے کہ جو ہم نے سمجھا ہے وہی حق اور درست ہے، بڑے طنطنہ سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام کے فتاویٰ اور ان کے اقوال حجت نہیں ہیں، فقہاء امت نے جو کچھ کہا ہے وہ غیر معتبر ہے، اور بے شرمی کا عالم یہ ہے کہ صحابہ کرام اور فقہائے امت کے اقوال کو ناقابل اعتبار قرار دینے والا اس پر مصر ہوتا ہے کہ وہ جو کہے اسے مان لو خواہ وہ اس کی ذاتی رائے اور اس کا اپنا اجتہاد واستنباط ہی کیوں نہ ہو۔

Scanned by CamScanner

ہر شخص کی ایک فکر ہے، ایک مذہب ہے، اس کا اپنا عقیدہ ہے، اس کی اپنی تحقیق ہے، وہ اپنے ہی دائرہ میں رہ کر مسئلہ بتلائے گا چاہے وہ مسئلہ کتاب وسنت سے کتنا ہی متصادم اور شریعت کے خلاف کیوں نہ ہو، اس سے اس کی توقع نہیں کیجا سکتی کہ وہ کتاب وسنت کا صحیح مسئلہ بتلائیگا اور اسلاف واکابر کے جادۂ مستقیم سے ہٹائیگا نہیں ——— طلاق کے مسئلہ میں غیر مقلدین، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب کو اپنے مذہب والا مسئلہ بتلائیں گے حالانکہ ان کا یہ مسئلہ اجماع امت اور کتاب وسنت کے صریح خلاف ہے، اگر اس مسئلہ میں غیر مقلدین کی بات کو مان لیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امت کے تمام فقہاء، محدثین اور علماء اس شرعی مسئلہ سے جاہل تھے حتی کہ صحابہ کرام تک کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ اس زمانہ میں حق کا ٹھیکہ صرف غیر مقلدین پر کھلا۔

تراویح کا مسئلہ آپ غیر مقلدین سے پوچھیں وہ کہیں گے کہ تراویح آٹھ رکعت ہے حالانکہ جمہور امت کے یہاں آٹھ رکعت تراویح کا کوئی وجود نہیں، نہ صحابہ کرام نے کبھی آٹھ رکعت تراویح پڑھی، اگر غیر مقلدین کی بات کو حق سمجھ لیا جائے تو کہنا پڑے گا کہ یہ مسئلہ اسلاف امت کو معلوم نہیں تھا حتی کہ صحابہ کرام کو بھی اس صحیح مسئلہ پر عمل کرنے کی سعادت اور توفیق نہیں ہوئی۔

یہ تو غیر مقلدین کی بات ہے، بریلویوں کا حال ان سے بُرا ہے، ان سے شرعی مسائل معلوم کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ شرک وبدعت کی لعنت میں گرفتار ہو جائیں گے پھر آپ کا عقیدہ یہ بنے گا کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے، مختار کل تھے، اولیاء اللہ کو تصرف فی الکائنات حاصل تھا، قبر کی تعظیم جائز ہے، عرس کرنا، قبروں پر پھول چڑھانا، نذر ونیاز کرنا سب دین ہے اور سب کام جائز ہیں۔

یہی حال شیعوں کا ہے، وہ آپ کو صحابہ کرام اور خلفائے راشدین سے بدظن وگمراہ کریں گے، حضرت علی کی الوہیت اور ائمہ اہل بیت کی معصومیت ثابت کریں گے، تعزیہ بنانے کو اور نوحہ وماتم کرنے کو سب سے بڑا دینی کام قرار دیں گے۔

Scanned by CamScanner

اگر آپ دینی مسئلہ قادیانیوں سے پوچھیں گے تو آپ کو سب سے پہلے مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لانا پڑے گا اور آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں ماننے کے عقیدہ سے دامن جھٹکنا ہوگا۔

اگر آپ آزاد فکروں کے گروہ میں پہنچ گئے تو پھر وہ آپ کو الحاد و دھریت کی راہ پر ڈال دیں گے، کوئی معجزہ کا منکر نظر آئے گا، کوئی جنت و دوزخ کا انکار کرنے والا ہوگا، کسی کو فرشتہ کی کوئی حقیقت نظر نہیں آئے گی، کوئی انبیاء کی عصمت کی دھجیاں بکھیرتا نظر آئے گا، کسی کو قرآن و حدیث کے بارے میں متقدمین کے علوم فرسودہ اور پرانے دھرے نظر آئیں گے۔

غرض ہر شخص سے مسئلہ معلوم کرنے میں آپ کو بھانت بھانت کی بولیاں سننے کو ملیں گی اور شریعت کے مسائل پر عمل کرنا تو درکنار اندیشہ ہے کہ شریعت ہی سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

اس زمانہ میں جو علمی قحط ہے وہ سب کو معلوم ہے، جو اجتہاد کے دعویدار ہیں ان کو کتاب و سنت میں کیا ہے اس کا پتہ ہی نہیں، نہ کتاب و سنت کے ناسخ کو جانیں نہ ان کے منسوخ کا انھیں پتہ ہے، نہ ائمہ دین کے فتاویٰ اور ان کے فیصلوں پر ان کی نگاہ ہوتی ہے، آخر ایسے لوگوں پر خواہ وہ زمانہ حال کے شیخ الاسلام ہی کیوں نہ ہوں کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے اور دین کے صحیح مسائل ان سے کیونکر جانے جا سکتے ہیں۔

مثال کے طور پر مشہور غیر مقلد عالم مولانا صادق سیالکوٹی ہی کو لے لیجئے انھوں نے صلوٰۃ الرسول نامی ایک کتاب لکھی ہے جس میں عوام کو آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھلائی گئی ہے، اس کتاب کے بڑے بڑے مشاہیر غیر مقلدین علماء نے تقریظ و تعریف کی ہے جو اس کتاب کے ساتھ شائع ہوئی ہے، اس میں انھوں نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ پانی میں نجاست پڑنے سے خواہ اس کا رنگ، مزہ، بو بدل جائے وہ پانی پاک ہی رہے گا۔ نجس نہیں ہوگا، حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے، پانی میں نجاست پڑنے سے خواہ پانی

Scanned by CamScanner

کثیر ہی کیوں نہ ہو اگر اس کا ایک وصف بھی بدلا تو پانی ناپاک و نجس ہوگا اس سے طہارت حاصل نہیں کی جا سکتی۔ صادق صاحب نے متعدد حدیثوں کو غلط حوالوں سے نقل کیا ہے یعنی جن کتابوں کی طرف ان حدیثوں کی نسبت کی ہے ان میں وہ حدیث ہی نہیں، اور اگر وہ حدیث ہے تو ان الفاظ کے ساتھ نہیں جن کا ذکر صادق صاحب نے کیا ہے، اب شرعی مسائل میں اس طرح کے علماء پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ہیں، انھوں نے اپنے رسالہ اہلحدیث کا مذہب میں یہ آیت نقل کی ہے فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم۔ (سورہ النساء ع ۹) اور اس کا ترجمہ کیا ہے۔

جب تک لوگ ہر مذہبی بات میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع نہ ہوں گے کبھی مسلمان نہ بن سکیں گے۔ (ص ۳۲)

آپ قرآن کا ترجمہ اور کوئی تفسیر دیکھ لیں، مولانا ثناء اللہ صاحب والا یہ ترجمہ آپ کو کہیں نہیں ملے گا، ہر مذہبی بات اس آیت کے ترجمہ میں خاص مولانا امرتسری کا ایجاد کردہ جملہ ہے۔

یہ دو ایک باتیں اس بات کو بتلانے کیلئے بطور مثال ذکر کی گئی ہیں کہ زمانہ حال کے جو علماء مجتہد بن کر فتویٰ دیں گے وہ امت کو اسلاف کی شاہراہ سے گمراہ کر دیں گے نہ ان کے علم پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ان کے خلوص پر، ہر شخص ایک خاص نظریہ کا پابند ہے اسی کی روشنی میں وہ دوسروں کو چلانا چاہتا ہے۔

اس لئے امت کی بھلائی اور خیر اسی میں ہے کہ آدمی کتاب و سنت پر عمل کرنے کے لئے متقدمین علماء راسخین کا دامن تھامے، اور اس کا پابند رہے کہ وہ صحابہ کرام کے منہج اور ان کے اسوہ سے دور نہ ہو۔

مذاہب اربعہ کو اللہ نے دین کی بقاء اور حفاظت کا تکوینی طور پر ذریعہ بنایا ہے امت نے ہر زمانہ میں انھیں مذاہب کے تابع رہ کر اپنی علمی و دینی زندگی کا کارواں

Scanned by CamScanner

آگے بڑھایا ہے، جب سے ان مذاہب کا وجود ہوا ہے امت کے اکابرین نے، محدثین نے، فقہا نے، اولیاء اللہ نے ان مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھا ہے، اور انھیں مذاہب کے سایہ میں رہ کر اپنی دینی زندگی کو سعادت جانا ہے، ان مذاہب کی تدوین کتاب وسنت اور سنت صحابہ کی روشنی میں ہوئی ہے، جو باتیں اجتہادی اور قیاسی ہیں ان کی بنیاد اور اصل بھی کتاب وسنت ہی میں موجود ہے اس وجہ سے تمام شرعی مسائل محقق اور مدون ہیں، ان پر عمل کرنے میں کسی طرح کی گمراہی، بدراہی کا اندیشہ نہیں ہے، ائمہ اربعہ ان خاصان خدا میں سے تھے جن کے علم وفہم، تقویٰ اور دیانت پر ساری امت کا اجماع ہے، آج کے دور میں کون ہے جو ان ائمہ کا ان اوصاف میں سے کسی ایک وصف میں بھی مقابلہ کر سکے، پس جب شروع ہی سے ساری امت نے اور امت کے اصحاب فضل وکمال نے ان ائمہ کو اپنا مقتدیٰ جانا ہے اور ان پر کامل اعتماد کیا ہے تو ہمیں بھی ان کی اتباع میں ان ائمہ کی تقلید واقتداء سے گریز نہ ہونا چاہیے۔

ہمارے نزدیک سلامتی کا خصوصاً اس دور پُرفتن میں بس یہی ایک راستہ ہے کہ دینی وشرعی مسائل میں ائمہ اربعہ کی تقلید کی جائے۔ والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

غیر مقلدین کے سوالوں کے جوابات

غیر مقلدین حضرات عوام اور نادانفقوں کو لامذہبیت کے راستہ پر لگانے کیلئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں، انھیں میں سے ایک طریقہ ان کا یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ سوالات قائم کر رہے ہیں اور ان کو کتابچہ کی شکل میں عوام میں پھیلا کر مقلدین سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کا جواب دیا جائے۔ ان سوالات میں علم و عقل سے زیادہ عوام کے جذبات کو اُبھارنے کی تکنیک استعمال کی جاتی ہے۔

میرے پاس مختلف جگہوں سے اس قسم کے رسالے و پمفلٹ آتے رہتے ہیں ابھی ابھی بمبئی سے ایک صاحب نے اسی قسم کا ایک پمفلٹ بھیجا ہے، میں نے ان سوالات کی لغویت کے پیش نظر ان کو ہمیشہ نظر انداز کیا، مگر غیر مقلدین کے بارے میں مجھے مسلسل یہ اطلاع مل رہی ہے کہ یہ اس قسم کی حرکت بڑے منصوبہ بند انداز میں کر رہے ہیں اور عوام مسلمانوں میں انتشار اور بے چینی کی فضا پیدا کر رہے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ایک دفعہ ان سوالات کی حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے۔

ابھی ابھی جو بمبئی سے کتابچہ شائع ہوا ہے اس کے بھیجنے والے نے جو بالیقین کوئی غیر مقلد ہی ہے میرے نام ایک خط بھی لکھا ہے اور مجھ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ان سوالات کا جواب دیا جائے۔ ان غیر مقلد صاحب نے یہ خط حنفی بن کر لکھا ہے، اس طرح کے بناوٹی حنفیوں کے میرے پاس مسلسل خطوط آتے رہتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

کتابچہ کا عنوان ہے ، مثلاً شیان حق کی خدمت میں قابل توجہ چند سوالات ،
ملت نگر اندھیری بمبئی میں کوئی مرکز الاحیاء للدعوۃ والارشاد غیر مقلدین کا ادارہ
ہے ، اس نے اس کو شائع کر کے فتنہ و شر پھیلانے کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے ، یہ کتابچہ
۲۱ سوالات پر مشتمل ہے ، ان ۲۱ سوالات کا تفصیلی جواب دینا تو ایک ضخیم کتاب چاہتا ہے ،
اسلئے زمزم کے صفحات کی گنجائش کے بقدر ان کا مختصراً جواب دیا جائے گا ۔

سوال نمبر ۱ :۔ دین اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل نازل ہوا یا ادھورا ؟

جواب نمبر ۱ :۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دین تو مکمل نازل ہوا ، مگر شاید
غیر مقلدین کا اس پر ایمان نہیں ہے ، ان کو یہ شک ہی ہے کہ دین ادھورا نازل ہوا
یا مکمل ، ورنہ یہ سوال نہ کیا جاتا ۔

سوال نمبر ۲ :۔ کیا سورہ المائدہ کی یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ دین
اسلام کے مکمل ہونے کا اعلان نہیں کر رہی ہے ؟

جواب نمبر ۲ :۔ اعلان تو کر رہی ہے مگر غیر مقلدین مانیں جب تو ؟ ان کو تو ابھی
یہ شک ہی ہے کہ دین کامل ہے کہ ادھورا ہے ۔

سوال نمبر ۳ :۔ اگر دین مکمل نازل ہوا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم تک
دین پہونچایا کہ نہیں ، جو اللہ نے ان پر نازل کیا تھا یا اس میں خیانت کی ۔

جواب نمبر ۳ :۔ پہلے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غیر مقلدین اپنا
عقیدہ درست کریں ۔ اس طرح کا سوال ان کی بد عقیدگی کو بتلاتا ہے ، تمام مسلمانوں
کا تو یہی عقیدہ ہے کہ دین مکمل ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دین کو مکمل پہونچایا ۔
مگر غیر مقلدین کو اس میں شک ہے ، اگر غیر مقلدین کا یہی ایمان ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے دین بلا خیانت مکمل پہونچایا ہے تو وہ الگ سے شرعی مسئلہ بتلانے کیلئے مسئلوں کی
کتابیں نہ لکھتے ۔ نزل الابرار ، کنز الحقائق بدور الاہلہ وغیرہ نہ معلوم غیر مقلدوں نے مسئلوں
والی کتنی کتابیں لکھ ڈالیں اور ان میں ایسے مسائل ہیں جو نہ قرآن میں ہیں اور نہ حدیث میں

Scanned by CamScanner

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدوں کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ کے رسول نے دین کو کامل نہیں پہونچایا اور معاذ اللہ انھوں نے اس میں خیانت کی ہے۔

سوال نمبر ۲:۔ اگر دین بھی مکمل نازل ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مکمل دین سکھلایا، تو ہمیں چاروں ائمہ کی تقلید کا حکم دیا ہے کہ نہیں؟ (مختصر)

جواب نمبر ۲:۔ اللہ کے رسول پر دین مکمل بھی نازل ہوا اور صحابہ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل دین سکھلایا بھی مگر جیسا کہ عرض کیا گیا کہ غیر مقلدوں کا ایمان نہیں ہے مثلاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا تھا جو حکم کتاب و سنت میں نہ ملے تو تم اجتہاد سے کام لینا، یہ دین کا حکم تھا غیر مقلدین اسکو نہیں مانتے، اللہ کے رسول نے صحابہ کرام کو دین یہ بتلایا تھا کہ تم خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا مگر غیر مقلدین کو خلفائے راشدین کی سنتوں سے چڑ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی بات یہ بتلائی تھی کہ میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہنا، غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ خلاف کتاب و سنت کام کرتے تھے بلکہ صحابہ کی ایک جماعت فاسق تھی، صحابہ کرام کے بارے میں دین کی بات یہ تھی کہ ان کی اقتداء اور پیروی کی جائے، مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہ صحابہ کرام کی فہم حجت ہے نہ قول حجت ہے، نہ فعل حجت ہے، اس طرح ان کی پیروی و اقتداء سے انکار کر دیا۔

قرآن کریم میں صاف حکم ہے کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کہ اگر تم دین کی بات نہ جانتے ہو تو جاننے والوں سے معلوم کرو، اس آیت سے فقہاء و علماء کی تقلید کا تو جو حکم نکلتا ہے مگر غیر مقلدین اصلاً تقلید ہی کے منکر ہیں، وجوب کی بات تو دور کی ہے۔ قرآن میں ہے یاایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم یعنی اے ایمان والو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، اور اولی الامر یعنی علماء و فقہاء کی اطاعت کرو، اطاعت کہتے ہیں بات ماننے کو۔ اس آیت میں اللہ و رسول کے ساتھ ساتھ اولی الامر یعنی علماء و فقہاء کا بھی ذکر ہے کہ ان کی بھی بات مانی جائے گی، اس سے بھی تقلید کا حکم ثابت ہو رہا ہے، مگر غیر مقلدین علماء و فقہاء کی تقلید کا انکار کر کے اس آیت کے حکم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، حضرت

Scanned by CamScanner

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اولی الامر سے مراد اہل فقہ اور ارباب خیر ہیں۔ (مستدرک، حاکم ص ۱۴۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد اہل فقہ ہیں (ایضاً) لیکن غیر مقلدین صحابہ کرام کی تفسیر کے منکر ہیں، جب آیت کریمہ میں اہل فقہ بھی مراد ہیں تو فقہاء کرام کی بات ماننا بھی ضروری ہے، ان فقہائے کرام میں چاروں ائمہ بھی داخل ہیں، اس لئے کہ ان کے اہل فقہ ہونے کا انکار کرنا دوپہر میں سورج کے وجود کا انکار کرنا ہے، اس لئے ان فقہائے کرام کی بھی تقلید شرعاً ثابت ہے، اس کا انکار قرآن کا انکار ہے، یہ بھی یاد رکھئے کہ فقہائے کرام کے بارے میں یہ تصور گمراہ کن ہے کہ وہ کتاب وسنت کے خلاف فتویٰ دینگے جس طرح سے صحابہ کرام کے بارے میں یہ تصور گمراہ کن ہے کہ وہ خلافِ کتاب وسنت فیصلہ کریں گے، مگر افسوس غیر مقلدین اس حقیقت سے بے خبر ہیں، فقہاء مجتہدین کی بات تو الگ رہی وہ صحابہ کرام کے بارے میں بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خلافِ کتاب وسنت فتویٰ دیا کرتے تھے، ایک غیر مقلد محقق صاحب حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ان دونوں جلیل القدر صحابہ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کر لیا تھا۔" (تنویر الآفاق ص۱۰۰ شائع کردہ جامعہ سلفیہ بنارس)

حضرت عمرؓ کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ انھوں نے نصوص کتاب وسنت کیخلاف طلاق کے مسئلہ میں قانون شریعت بنایا تھا (ص۳۹۹ ایضاً)

انھیں محقق صاحب کا یہ بھی ارشاد ہے:

"پوری امت کا اس اصول پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام کے وہ فتاوے حجت نہیں بنائے جا سکتے جو نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہوں (ایضاً ص۵۱۵)

اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے عصر میں خلافِ شریعت فتویٰ دیا تھا، غرض صحابہ کرام کے بارے میں جن کو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے مقتدیٰ بنایا،

Scanned by CamScanner

اور ان کی پیروی کا ایک ہی حکم فرمایا۔ غیر مقلدین کا یہ عقیدہ ہے اور ظاہر بات ہے کہ یہ دین و شریعت کے خلاف عقیدہ ہے۔

جب اللہ نے علماء و فقہاء کی اطاعت کو بھی واجب قرار دیا اور نہ جاننے والوں کو جاننے والوں سے پوچھنے اور ان کی اطاعت کا حکم دیا تو اب خواہ کوئی ایک سے پوچھے یا دو چار سے پوچھے، دوسرے الفاظ میں خواہ ایک کی تقلید کرے۔ خواہ دو چار کی تقلید کرے یہ سب امر شرعی ہے۔ ان کو خلاف شریعت کہنا کتاب و سنت کا انکار ہے۔

سوال نمبر ۷۔ دعوی اہلحدیث نے مذہب تقلید سے کے لئے امت کے واسطے کیا چھوڑ گئے ہیں، چاروں امام کی تقلید یا کتاب و سنت؟

جواب نمبر ۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امت کو گمراہی سے بچانے والی چیز اللہ اور اس کے رسول کی باتیں ہیں۔ مگر افسوس غیر مقلدین ان باتوں کے منکر ہیں۔ اللہ کا حکم ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تقلید کرنے کا اور غیر مقلدین تقلید کے منکر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ مگر غیر مقلدین خلفاء راشدین کی سنت کو بدعت کہتے ہیں۔ ترمذی کی روایت ہے کہ اللہ نے حق حضرت عمرؓ کی زبان پر نازل کیا ہے مگر غیر مقلدین اس حدیث کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خلاف نصوص اور خلاف کتاب و سنت کام کرتے تھے۔ ایک غیر مقلد بکواس یہ بکواس کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ کھلے کھلے اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل میں کھلی کھلی غلطی کرتے تھے۔

سیکڑوں مسائل میں غیر مقلدین نے کتاب و سنت کو چھوڑ رکھا ہے۔ مثلاً دیکھئے آنحضورؐ نے نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ،

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا، آپ نے ہمارے لئے ہماری سنت کو بیان کیا اور ہمیں نماز سکھلائی، فرمایا کہ لوگو اپنی صفوں کو سیدھا رکھو پھر تم میں کا ایک امام ہو تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (مسلم شریف)

مگر غیر مقلدین اللہ کے رسول کے اس حکم کو نہیں مانتے اور امام کے پیچھے مقتدی بن کر خاموش نہیں رہتے۔

اللہ کے رسول کا حکم تھا، فجر کی نماز اُجالا میں پڑھو، مگر غیر مقلدین اس کو نہیں مانتے اللہ کے رسول کا بخاری شریف میں حکم موجود ہے کہ گرمی کے زمانہ میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو، مگر غیر مقلدین اس کو بھی نہیں مانتے، اللہ کا فرمان ہے کہ شراب نجس ہے مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ شراب پاک ہے، اللہ کا حکم ہے کہ نماز کے وقت کپڑا نجاست سے پاک ہو، اور ان غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ نجاست سے لت پت نماز ہو جائے گی، اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے کہ تھوڑے دودھ یا زیادہ دودھ کی کوئی قید نہیں جس عورت نے کسی بچہ کو دودھ پلا دیا حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی لیکن غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں پانچ دفعہ دودھ پلانا ضروری ہے، اس طرح اور نہ معلوم کتنے مسائل ہیں جن میں غیر مقلدین کتاب و سنت سے ہٹ کر مذہب اختیار کئے ہوئے ہیں، اللہ کے رسول نے تو فرمایا تھا کہ میری سنت اور کتاب اللہ کو پکڑو گے تو گمراہ نہ ہو گے اور انھوں نے مسئلے مسائل کی موٹی موٹی کتابیں لکھی ہیں جن میں کتاب و سنت کا کہیں نام و نشان نہیں۔

سوال نمبر ۶:۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور شخص کے کہنے پر کوئی چیز واجب فرض یا سنت، حلال یا حرام ہو سکتی ہے کہ نہیں؟

جواب نمبر ۶:۔ اللہ و رسول نے جن کی اطاعت اور تقلید کا حکم دیا ہے اور ان کو امت کیلئے مطاع بنایا ہے اگر وہ اپنی رائے اور اجتہاد سے کسی بات کا حکم کریں تو حسب ضرورت اور موقع ان کا حکم ماننا بھی کبھی فرض و واجب اور سنت کے درجہ میں

Scanned by CamScanner

ہوتا ہے، مثلاً اگر حاکم یا قاضی کوئی فیصلہ کرے تو اس کا ماننا ضروری ہے، اس سے دلیل کا طلب کرنا غیر شرعی عمل ہوگا، یا مثلاً صحابہ کرام اگر کسی ایسے امر کا حکم فرمائیں جو آنحضورؐ کے زمانہ میں نہیں تھا تو اس کا ماننا بھی سنت ہوگا، جیسے حضرت عمرؓ نے تراویح باجماعت بیس رکعت ایک امام کے پیچھے پورے رمضان مقرر فرمائی تو اس کو تمام امت نے مسنون قرار دیا، البتہ غیر مقلدین نے انکار کر دیا یا مثلاً حضرت عثمانؓ نے جمعہ میں ایک اذان کا اضافہ کیا اس کو تمام امت نے خلیفہ راشد کی سنت سمجھ کر اختیار کیا مگر غیر مقلدین نے اس کا انکار کر دیا، ائمہ مجتہدین نے اپنی فقہی بصیرت سے کام لے کر کتاب و سنت سے مسائل اخذ کئے جن کے بارے میں بتلایا کہ یہ سنت ہے، یہ واجب ہے، یہ فرض ہے، ساری امت ان کے فیصلہ کو مانتی ہے۔

سوال نمبر :۔ اگر کوئی شخص اپنے امام یا عالم کے کہنے پر کسی چیز کو حلال یا حرام فرض یا سنت سمجھے تو وہ اتخذوا احبارھم الخ کے مصداق اپنے اماموں کو اللہ کے مقابلہ میں رب نہیں بنا رہا ہے؟

جواب نمبر :۔ کوئی مسلمان کسی عالم کے کسی فتویٰ کو رب سمجھ کر نہیں مانتا، بلکہ یہ سمجھ کر اس کا فتویٰ قبول کرتا ہے کہ یہ عالم اور مجتہد شریعت اور دین کے واقف کار ہیں اور ہم نہیں ہیں، اور اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ نہ جاننے والے جاننے والوں سے پوچھیں، اسلئے ناواقف واقف کاروں سے پوچھتا ہے اور اس ناواقف کے ذمہ یہی واجب ہے کہ وہ اس عالم اور مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرے، خود سے جاہلوں کو کتاب و سنت سے مسئلہ معلوم کرنا حرام ہے، اب وہ عالم اگر کسی مسئلہ کو سنت کہے تو سنت سمجھے، اگر واجب کہے تو واجب سمجھے، اگر جائز کہے تو جائز سمجھے اور اگر ناجائز کہے تو ناجائز سمجھے۔ بہرحال جاہلوں کے ذمہ عالموں کی تقلید اور غیر مجتہدین کے ذمہ مجتہدین کی تقلید مسائل دین میں واجب ہے۔

مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں ہر عام و خاص کو براہ راست کتاب و سنت سے

Scanned by CamScanner

علم ہمارا فرض کرنا ضروری ہے۔

سوال نمبر :۔ اگر یہ قرآن و چار مذہب و مسلک پر عمل نہ کیا جائے تو کسی ایک امام کی تقلید کرنے کے بغیر پورا اسلام مل جائے گا؟ الخ۔

جواب نمبر :۔ کیوں نہیں ملے گا۔ قرآن و سنت اچھوں میں نازل ہوا ہے اور آپ صرف ایک لمحہ میں پڑھتے ہیں تو کیا آپ کو پورا قرآن پڑھنا حاصل نہیں ہوتا۔ کیا آپ نماز میں روزانہ قرأت پڑھتے ہیں؟ چار مذہب و مسلک، اصول میں متحد ہیں، چاروں ائمہ اہل سنت والجماعت کے مذہب و عقیدہ پر تھے قرآن کے مقلدین کا بھی یہی حکم ہے۔ قرآن و حدیث میں کہیں نہیں لکھا ہے کہ کسی ایک امام کی تقلید مت کرو۔

اگر کہو کہ ہمارا غیر مقلد بھی ہے تو کیا حضرت مولانا ابو الرحمٰن مبارکپوری سے تقویٰ پہچان کر کتنے اور اس پر عمل کرتا ہے کیا وہ غیر مقلد مذہب سے باہر قرار پاتا ہے کیا ہر جاہل غیر مقلد بنے تو وہ غیر مقلد علماء سے تقویٰ پہچانتا ہے یا ایک سے تقویٰ معلوم کر کے اس پر عمل کرتا ہے یا اپنے لئے یا اللہ سمجھتا ہے؟

سوال نمبر :۔ تقلید کا ذکر قرآن میں کتنی مرتبہ آیا ہے وہ کہاں ہے؟

جواب نمبر :۔ کتنی مرتبہ کا ایک مطلب اگر تقلید کا ذکر قرآن میں صرف ایک دفعہ ہوتا تو آپ نہیں مانیں گے؟ یہ سوال کتنا بیہودہ ہے۔ تقلید کا ذکر و حکم قرآن میں متعدد جگہ ہے۔ سورہ نساء میں یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ سورہ نحل میں۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ سورہ فرقان میں۔ واتبع سبیل من اناب الی۔

قریب یا دور کے لئے کہا جائے تو اطاعت تقلید سب کا معنی ایک ہی ہے یعنی علمائے حقیقی و مجتہدین کی جو قرآن و شریعت میں اجتہاد کرتا ہے ان کی بات مانو اور ان سے دلیل کا مطالبہ نہ کرو۔

غیر مقلد جو کہتے ہیں کہ اتباع الگ ہے اور تقلید الگ مگر یہ صرف بات کا الٹ پھیر ہے

Scanned by CamScanner

اور چونکہ بے جان بات ہے اس وجہ سے شیخ الکل فی الکل میاں صاحب نذیر حسین دہلوی کو کہنا پڑا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا مجوز (جائز) ہے۔ (معیار الحق ص۶۷)

اس عبارت کا حاصل یہ نکلا کہ آنحضورؐ کی اتباع کو تقلید بھی کہا جاتا ہے جس طرح مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہا جاتا ہے، دونوں میں معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

سوال نمبر ۱۰:۔ تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے، فرض، واجب، یا سنت؟

جواب نمبر ۱۰:۔ اگر آدمی غیر مجتہد ہے یا جاہل ہے تو دین و شریعت پر عمل کرنے کیلئے بحکم قرآن علماء و مجتہد کی تقلید ضروری ہے، غیر مجتہد کا خود سے بلا کسی کی رہنمائی کے شریعت پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ وہ گمراہ ہو جائے گا۔

سوال نمبر ۱۱:۔ تقلید کا حکم کس نے دیا؟

جواب نمبر ۱۱:۔ اللہ و رسول نے تقلید کا حکم دیا ہے، قرآن کی آیتیں تو اوپر گذر چکیں، دو ایک حدیث بھی سن لیں۔

(۱) مشہور حدیث ہے۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ یعنی میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو اور اس پر دانت جمائے رکھو۔

اس حدیث میں خلفائے راشدین کے طریقہ و عمل کو لازم پکڑنے کا کتنا تاکیدی حکم ہے۔ اس حدیث سے تقلید شخصی کا بھی پتہ چلتا ہے، اس لئے کہ ہر زمانہ میں خلیفۂ راشد ایک ہی ہوگا، اس لئے ہر زمانہ کے خلیفہ راشد کی تقلید کا حکم دیا جا رہا ہے، اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے گویا مسلمانوں پر اس کے زمانہ کے خلیفہ راشد کی تقلید و اتباع واجب اور ضروری ہے۔

(۲) آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے تمام صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا:

Scanned by CamScanner

فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر ۔ یعنی تم میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتدا کرنا، اس حدیث سے بھی تقلید اور تقلید شخصی کا حکم ثابت ہوتا ہے ۔

(۳) آنحضورؐ کا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں ارشاد ہے رضیت لکم ما رضی لکم ابن ام عبد، یعنی جو طریقہ و عمل تمہارے لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پسند فرمائیں میں اس پر راضی ہوں ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وزنی شہادت کے بعد کون شخص ہوگا جو یہ کہے کہ ان کی تقلید و اتباع حرام ہے ۔

سردست یہ تین حدیثیں کافی ہیں، افسوس غیر مقلدین ان ارشادات رسول کو قبول نہیں کرتے ۔

سوال نمبر ۱۲ :۔ کیا ہم اللہ کی شریعت کے خلاف فیصلے کر کے کفر کا ارتکاب نہیں کر رہے ہیں ؟

جواب نمبر ۱۲ :۔ اگر آپ اللہ کی شریعت کے خلاف جان بوجھ کر فیصلے کر رہے ہیں تو بلاشبہ آپ جہنمی ہیں اور کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں، یہ سوال پوچھنے کا ہے ہی نہیں، بہرحال یہ آپ جانیں اور آپ کا کام جانے ۔

سوال نمبر ۱۳ :۔ چاروں اماموں سے پہلے لوگ اور خود یہ چاروں امام کس کی تقلید کرتے تھے ؟

جواب نمبر ۱۳ :۔ جو مجتہد تھے وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے اس لئے کہ مجتہد کیلئے تقلید نہیں ہے، اور جو غیر مجتہد تھے وہ مجتہدین کی تقلید کرتے تھے، اسلئے کہ قرآن کا یہی حکم تھا، چاروں ائمہ مجتہد تھے وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، براہ راست کتاب و سنت سے اور سنت خلفائے راشدین سے مسائل کا استنباط کرتے تھے اور دوسرے غیر مجتہدین لوگ ان کی اتباع و پیروی کرتے ۔

سوال نمبر ۱۴ :۔ اگر وہ کسی تقلید کے بغیر اسلام پر عمل پیرا تھے تو آج یہ ناممکن کیوں؟

Scanned by CamScanner

جواب نمبر ۱۴ :- اگر کسی میں اجتہاد کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں تو وہ تقلید نہ کرے۔ اگر نہیں پائی جاتی ہیں تو وہ تقلید کرے گا پہلے بھی یہی حکم تھا اور آج بھی یہی حکم ہے۔

سوال نمبر ۱۵ :- رسول کے فرمان کے مطابق زمانہ خیر القرون میں تقلید نہیں کی جاتی تھی تو آج کیوں وہ ضروری ہے؟

جواب نمبر ۱۵ :- اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ زمانہ خیر القرون میں تقلید تھی اور یہ خدا اور رسول کا حکم ہے۔ ان زمانوں میں تقلید شخصی و غیر شخصی دونوں کا وجود تھا۔ خود اماموں کے زمانہ میں تقلید شخصی تھی۔ مشہور غیر مقلد عالم مولانا نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں:

اهل مصر كانوا مالكية فلما قدم الشافعي مصر تحولوا الى الشافعية (الجنة) یعنی مصر والے مالکی تھے جب امام شافعی مصر تشریف لے گئے تو لوگ شافعی مسلک والے بن گئے۔ اس حوالے سے معلوم ہوا کہ ائمہ کے زمانہ میں تقلید شخصی تھی۔

سوال نمبر ۱۶ :- اگر چاروں اماموں سے پہلے لوگ تقلید نہیں کرتے تھے تو تقلید کی ابتدا کب سے ہوئی؟ کیا یہ بدعت نہیں ہے؟ بدعت کسے کہتے ہیں؟

جواب نمبر ۱۶ :- یہ سوال ہی غلط ہے کہ چاروں اماموں سے پہلے تقلید نہیں تھی جیسا کہ معلوم ہوا، کہ تقلید کا حکم خدا اور رسول کا ہے اس لئے اس کو جو بدعت کہے وہ خود سب سے بڑا بدعتی اور کتاب و سنت کا مخالف ہے۔ بدعت وہ ہے جو خلاف شریعت ہو۔

سوال نمبر ۱۷ :- کیا رسول کے زمانے سے لے کر چوتھی صدی ہجری تک کوئی عامی یا جاہل نہیں تھا۔ اگر تھا تو وہ کس کی تقلید کرتا تھا؟

جواب نمبر ۱۷ :- ہر زمانہ میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ پہلے بھی یہی شکل تھی اور اب بھی یہی شکل ہے، جاہل عام کی تقلید کرتا تھا، اور اس کو اس کی تقلید کرنی چاہئے کہ خدا اور رسول کا فرمان یہی ہے۔ مگر غیر مقلدین خدا اور رسول کے اس حکم کے انکاری ہیں۔

سوال نمبر ۱۸ :- رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر زمانہ میں

Scanned by CamScanner

حق پر قائم رہنے والی ایک جماعت ہوگی، جب کہ چوتھی صدی ہجری تک تقلیدی مذاہب کی پیدائش ہی نہیں تھی تو آج چاروں مسلک برحق اور اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے تو یہ کس طرح حق پر قائم رہنے والی جماعت مانی جائے گی ؟

جواب نمبر ۱۸ :- چوتھی صدی ہجری تک تقلیدی مذاہب نہیں تھے یہ جاہل غیر مقلدوں کا پروپیگنڈہ ہے، نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں نشأ ابن شریح فاسس قواعد التقلید، الجنۃ ص۳۹۔ یعنی ابن شریح نے تقلید کی بنیاد ڈالی، اگر چوتھی صدی سے پہلے تقلید نہیں تھی تو دوسری صدی کے مجدد ابن شریح کو تقلید کے قواعد وضوابط مرتب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ابن شریح دوسری صدی کے آدمی ہیں۔ نواب صاحب فرماتے ہیں ولذلک یعد من المجددین علیٰ رأس المأتین یعنی اسی وجہ سے (یعنی تقلید کے قواعد وضوابط مرتب کرنے کی وجہ سے) وہ دوسری صدی کے مجددین میں شمار ہوتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کی علامت ہے کہ وہ رسول اور صحابہ کرام کے طریقہ پر ہوگی چاروں مذاہب رسول اور صحابہ کرام کے طریقہ پر ہیں اس لئے یہ سب اہل سنت والجماعت ہیں، البتہ غیر مقلدین صحابہ کرام کے طریقہ پر نہیں ہیں اس لئے وہ سب اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام میں کچھ لوگ فاسق تھے اور صحابہ کرام غلط فتویٰ دیا کرتے تھے، اور کتاب وسنت کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے، اس قسم کی باتیں رافضیت اور شیعیت کی علامت ہیں، اہل سنت والجماعت کی نہیں۔

سوال نمبر ۱۹ :- کسی امام کی تقلید کرنے پر آخرت میں مواخذہ ہوگا یا رسول اللہ اطاعت سے منہ پھیر کر مفتی کے قول پر عمل کرنے سے ؟

جواب نمبر ۱۹ :- شریعت کے احکام قصد وارادہ سے چھوڑنے والوں اور بدعقیدہ لوگوں پر آخرت میں مواخذہ ہوگا۔

سوال نمبر ۲۰ :- کیا قبر میں پوچھا جائے گا کہ تو کس کا مقلد تھا یا تیرا امام کون ہے ؟

Scanned by CamScanner

جواب نمبر ۲۰ :- قبر میں یہ سوال نہیں ہوگا بلکہ یہ سوال ہوگا کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور یہ کہ من ھذا الرجل، یہ آدمی کون ہیں قبر میں اس کا بھی سوال نہیں ہوگا کہ تو غیر مقلد تھا کہ نہیں۔

سوال نمبر ۲۱ :- کیا حنفی شافعی اپنے اماموں کے ناموں سے پکارے جائینگے جیسا کہ ارشاد باری ہے یوم ندعوا کل اناس بامامھم۔ ؟

جواب نمبر ۲۱ :- ایک غیر مقلد عالم اس آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے، امام کے معنی پیشوا، لیڈر اور قائد کے ہیں۔ یہاں اس سے کیا مراد ہے ؟ اس میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد پیغمبر ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس سے آسمانی کتاب مراد ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہاں امام سے مراد نامہ اعمال ہے، اسی رائے کو ابن کثیر اور امام شوکانی نے ترجیح دی ہے۔

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے نزدیک امام سے مراد نامۂ اعمال ہے اگر غیر مقلدین کا خیال ہے کہ حنفی شافعی اپنے اماموں کے ناموں کے ساتھ پکارے جائیں گے تو اس میں بھی اشکال کیا ہے ؟ جب کہ امام کے معنی پیشوا کے بھی ہے۔

سوال نمبر ۲۲ :- چاروں خلفاء افضل تھے تو ان کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی، اماموں کی تقلید کیوں کی جاتی ہے ؟

جواب نمبر ۲۲ :- غیر مقلدوں کو یہ پوچھنے کا حق نہیں ہے اسلئے کہ ان کے نزدیک خلفاء کی بھی تقلید ایسے ہی حرام ہے جیسے اماموں کی، تو پھر یہ سوال کیوں ؟

سوال نمبر ۲۳ :- صرف انھیں چاروں اماموں کی تقلید کیوں کی جاتی ہے کسی اور عالم مفتی کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی ؟

جواب نمبر ۲۳ :- اس لئے کہ ان چاروں کے سوا کسی اور امام وفقیہ کا فقہ مرتب اور مدون نہیں ہے، اور ان چاروں کا فقہ مرتب اور مدون ہے اس لئے ان چاروں کی تقلید میں سہولت زیادہ ہے۔

Scanned by CamScanner

سوال نمبر ۲۴ :۔ ان چاروں اماموں کے اساتذہ کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی ؟

جواب نمبر ۲۴ :۔ اس کا جواب ابھی گزر چکا ہے، رہا یہ سوال کہ ان چاروں ائمہ نے اپنے اساتذہ کی تقلید کیوں نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تقلید مجتہد کا کام نہیں ہے، عامی کا فریضہ ہے ۔

سوال نمبر ۲۵ :۔ ان چاروں اماموں کے شاگرد اپنے استادوں کی تقلید کرتے تھے ؟

جواب نمبر ۲۵ :۔ جو خود مجتہد تھا وہ نہیں کرتا تھا اور جو مجتہد نہیں تھا وہ انکی تقلید کرتا تھا۔

سوال نمبر ۲۶ :۔ اگر ان چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید کرے تو بھی نجات کہاں؟ اس لئے کہ حنفی فقہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ جو امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کرے تو اس پر ہمارے رب کی ڈھیر سی لعنت ہے ۔

جواب نمبر ۲۶ :۔ غیر مقلدین ان چاروں اماموں میں سے کسی کی صدق دل سے تقلید کریں انشاء اللہ نجات پائیں گے ۔ یہ شعر کسی شافعی، مالکی کیلئے نہیں ہے بلکہ غیر مقلدین کیلئے ہے جو امام ابوحنیفہ کی شان میں بدگوئی کرتے ہیں اور ان کے اقوال کو خلافِ کتاب و سنت قرار دیتے ہیں، شافعی، مالکی، حنبلی یہ تمام کے تمام مذہب حنفی کی عزت کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ کا احترام کرتے ہیں، ان کی فقہی بصیرت کے قائل ہیں اس لئے اس شعر کے مستحق صرف دشمنان ابوحنیفہ یعنی غیر مقلدین ہیں، اگر کوئی شافعی حنفی، مالکی، حنبلی ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہتا ہے تو وہ قابلِ ملامت ہے ۔

سوال نمبر ۲۷ :۔ اگر چاروں مسلک برحق ہیں تو مقلدین حنفی شافعی ایک دوسرے کی تنقیص و تکفیر کیوں کرتے ہیں ؟

جواب نمبر ۲۷ :۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ایک دوسرے کی تنقیص ہرگز نہیں کرتے ہر ایک دوسرے کا احترام کرتا ہے ، اگر کوئی جاہل ایسا کرے تو جاہلوں کا قول و فعل حجت نہیں ہے اور اختلاف کا نام تنقیص رکھنا جاہلوں کا کام ہے ۔

Scanned by CamScanner

سوال نمبر ۱۔ کیا ہم اسلام کو جداگانہ حصوں میں تقسیم کر کے گروہ بندی اور فرقہ بندی نہیں کر رہے ہیں؟

جواب نمبر ۱۔ اسلام کو کوئی تقسیم نہیں کرتا، سب کا دین اسلام ہے عقیدہ سب کا ایک ہے، سب اہلسنت والجماعت ہیں، رائے کے اختلاف کو نام دین کی تقسیم رکھنا جاہلوں کا کام ہے، رائے و اجتہاد کے اختلاف سے دین کی تقسیم نہیں ہوتی۔

سوال نمبر ۲۔ اگر چاروں مسلک برحق ہیں تو حنفیوں کو آمین اور رفع یدین سے چڑ کیوں ہے؟

جواب نمبر ۲۔ کوئی حنفی نہ آمین سے چڑتا ہے اور نہ رفع یدین سے، حنفی آہستہ سے آمین کہنے کو بہتر کہتے ہیں اور عدم رفع یدین کو اولیٰ سمجھتے ہیں، اس کا نام چڑ رکھنا احمقوں کا کام ہے۔ البتہ غیر مقلدین شیعوں کی طرح بیس رکعت تراویح کے چڑتے ہیں، اس لئے اس کو بدعت کہتے ہیں جب کہ شیعہ اسے بدعت کہتے ہیں حالانکہ بیس رکعت تراویح جمہور اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔

غیر مقلدین جب کہ اذان میں حضرت عثمانؓ کی اذان سے شیعوں کی طرح چڑتے ہیں، اس کا رد ہے جیسے شیعہ اس کو بدعت کہتے ہیں یہ بھی اس کو بدعت کہتے ہیں، حالانکہ صاحب امت نے اس سنت کو قبول کر لیا ہے۔

سوال نمبر ۳۔ کیا تقلید میں ہم قرآن و اسلام کے مقابلے میں حدیث رسول اکرم کو کیوں کر سنت سے محروم نہیں ہو رہے ہیں؟

جواب نمبر ۳۔ تقلید تو اسی لئے کی جاتی ہے کہ قرآن، رسول اور پوری شریعت پر کسی ماہر شریعت کی رہنمائی میں عمل کیا جائے۔ تقلید کا راستہ تو سیدھا جنت میں جاتا ہے البتہ غیر مقلدین کا جنت میں جانا مشکوک ہے اس لئے کہ ان کا ہر عالم کتاب و سنت پر اپنا استقرار رکھتا ہے اور یہ کتاب و سنت کے بارے میں اپنا فہم و تحقیق اللہ

اور گستاخی کی بات ہے۔

سوال نمبر ۳۱:۔ کیا ہم رسول کے مقابلے میں غیر نبی کی اطاعت کر کے اپنے اعمال برباد نہیں کر رہے ہیں؟

جواب نمبر ۳۱:۔ اگر آپ غیر مقلدین یہ حرکت کرتے ہوں تو اس کی ذمہ داری آپ پر ہے اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو بلاشبہ سیدھے جہنم میں جائیں گے اور اپنا سارا عمل برباد کریں گے، البتہ اہلسنت والجماعت کا کوئی فرد رسول کے مقابلے میں کسی غیر کی اطاعت نہیں کرتا، بلکہ اللہ و رسول کی اطاعت ہی کے لئے غیر کی اطاعت کرتا ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ غیر ہم سے زیادہ دین و شریعت اور ان کے حقائق و اسرار کا راز داں ہے۔

سوالات کے ختم ہونے پر، سوالات کے مرتب فرماتے ہیں،

آپ کی ایمانی غیرت و دینی حمیت کا تقاضہ ہے کہ آپ حق کی جستجو کریں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم چار مسلکوں میں تقسیم ہو کر صراط مستقیم چھوڑ کر شیطان کے راہ پر چل رہے ہیں،

غیر مقلدین کو عقل اور دین کی سمجھ ہوتی تو اس طرح کی باتیں نہ کرتے، گمراہی اور شیطان کا راستہ یہ ہے کہ جاہل لوگ براہ راست قرآن و حدیث لے کر بیٹھ جائیں اور اپنی سمجھ سے قرآن و حدیث سے مسئلے مسائل معلوم کریں، ائمہ اربعہ ماہران شریعت تھے، ان رہنمائی میں دین و شریعت کی وادی کو بلا خوف و خطر طے کیا جا سکتا ہے۔ انشاء اللہ سالک مراد تک پہونچنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی، البتہ جو تیرنا نہ جانتا ہو وہ دریا میں اترے گا تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بچے گا یا مرے گا، جو مریض اپنا علاج خود سے کرے گا اس کا انجام معلوم ہے، عقلاء اور اہل فہم ہمیشہ ماہر طبیب کی طرف لپکتے ہیں، کتاب و سنت اور دین و شریعت بچوں کا کھلونا نہیں ہے کہ جو چاہے اس سے کھیلے، شریعت کے ماہرین اور اہل فقہ و اجتہاد کی قیادت ہی میں دین کا راستہ طے ہوگا، ورنہ پھر کوئی عبداللہ چکڑالوی بن جائے گا، اور کوئی پرویز اور کوئی نیاز، اور کوئی غلام احمد قادیانی،

Scanned by CamScanner

کوئی اسلم جیراجپوری یہ سب غیر مقلد تھے اور آخر میں سب کے سب دین سے باہر ہو گئے، کوئی کتاب وسنت کا منکر ہوا، کوئی ملحد ہوا اور کوئی نبوت کا مدعی بن گیا۔

آج بھی عدم تقلید کے نتیجہ میں غیر مقلدوں میں شیعیت ورافضیت کے جراثیم پیدا ہو چکے ہیں اور اسلاف اور صحابہ کرام کے بارے میں ان کی تبرا گوئی شیعوں کی طرح ہو گئی۔

اَللّٰھُمَّ احفظنا من کل بلاء الدنیا والاخرۃ واجعل آخرتنا خیرا لنا من الاولیٰ، وصل وسلم علی سید الانبیاء والمرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین۔

Scanned by CamScanner

نصف شعبان کی فضیلت
میت کے ایصال ثواب کیلئے جمع ہوکر قرآن پڑھنا

محترم المقام حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

فجر کی سنت کے بعد لیٹنے والے مسئلہ میں میرے سوال کا جواب آپ نے جس تفصیل سے دیا میں اس پر آپ کا بیحد ممنون ہوں، الحمد للہ جواب کافی وشافی ہے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور آپ کے قلم میں برکت دے، اس زمانہ میں جب کہ غیر مقلدیت پیسوں کے زور پر پھیلائی جارہی ہے، اور سلفیت کی تحریک ایک ہمہ گیر فتنہ بن رہی ہے، آپ کا وجود ہمیں بڑا غنیمت محسوس ہوتا ہے، براہ کرم مندرجہ ذیل دو سوالوں کا بھی جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

(۱) نصف شعبان کا جو اہتمام عبادت وغیرہ کے سلسلہ میں ہوتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ غیر مقلدین اس رات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ہیں۔

(۲) میت کیلئے ایصال ثواب کیلئے جمع ہوکر قرآن پڑھنا یہ ازروئے شرع کیا ہے؟ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

ابوالمجاہد سوفرازن
گورکھپور

Scanned by CamScanner

محترم !

پہلے ایک اصولی بات ذہن میں رکھئے کہ جو عمل اسلاف میں معمول بہ رہا ہو اس کا انکار کرنا جائز نہیں ہے، ہمارے پاس دین اسلاف ہی سے منتقل ہو کر کے آیا ہے، تو اب اسلاف میں کوئی بات عمومی انداز میں ہوتی چلی آئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل شریعت میں ضرور ہے، خواہ ہمیں اس کا علم ہو یا نہ ہو، اگر ہم نے اسلاف پر اتنا بھی اعتماد نہیں کیا تو پھر ہمیں اس دین پر اعتماد کرنے کا کیا حق ہے جو انھیں سے منتقل کر ہم تک پہونچا ہے۔

دوسری بات جو بہت اہم ہے وہ یہ کہ بعض چیزیں اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہوتی ہیں مگر ہم اپنی طرف سے کچھ ایسی زیادتیاں کر دیتے ہیں کہ وہ جائز عمل بھی ناجائز ہو جاتا ہے، مثلاً مدح صحابہ کا عمل مشروع ہے، سیرت کا جلسہ کرنا مشروع ہے، قبروں پر جانا مشروع ہے، لیکن مدح صحابہ کے نام پر جلوس نکالنا، چراغاں کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اسی طرح سیرت کے جلسوں کے لئے ربیع الاول یا ربیع الثانی کے دنوں کا خاص اہتمام کرنا، کھڑے ہو کر ان جلسوں میں صلوٰۃ و سلام پڑھنا، اتنی رات تک جلسوں میں جاگنا کہ فجر کی نماز ہی چلی جائے اس قسم کی حرکتوں سے جائز عمل بھی ناجائز ہو جائے گا، قبروں کی زیارت کا بھی یہی مسئلہ ہے، قبر کی زیارت آخرت کی اور موت کی یاد کیلئے کی جاتی ہے، اب اگر اس زیارت کو تماشا بنا لیا جائے، قبروں پر اجتماع ہو، عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہو، پھر آگے بڑھ کر قبروں کا طواف اور بوسہ ہو، سجدہ ریزی ہو تو ایسی زیارت حرام ہوگی۔

نصف شعبان کی رات کے سلسلہ میں یہی بات ہے کہ اگر اس رات کو عید کی رات بنا لیا جائے، مساجد میں لوگوں کا اجتماع ہو اور اجتماعی نماز و دعا کا اہتمام کیا جائے، اور رات میں جاگنا بطور رسم ہو تب تو یہ جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس رات میں تنہا عبادت کی جائے، تضرع اور عاجزی کے ساتھ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر استغفار کیا جائے،

Scanned by CamScanner

گناہوں کی معافی مانگی جائے، اللہ سے اس کی رحمتوں کا سوال ہو تو اس کے نامشروع اور ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، بہت سی احادیث سے لیلۃ نصف شعبان کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، اگرچہ یہ احادیث قوت سند کے اعتبار سے بہت زیادہ اونچے درجے کی نہیں ہیں مگر تعدد طرق کی وجہ سے ان میں اتنی پختگی پیدا ہوگئی ہے کہ ان کا انکار کرنا اصول حدیث اور قاعدہ محدثین کے خلاف ہوگا، آپ کہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات نصف شعبان کی اہمیت کے انکاری ہیں یہ میری سمجھ سے باہر ہے اس وجہ سے کہ غیر مقلدین کے عقل کل مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا فرمان تو اس کے خلاف ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں:

اعلم انہ قد ورد فی فضیلۃ النصف شعبان عدۃ احادیث مجموعھا یدل علی ان لھا اصلاً (تحفۃ ص ۵۲/۲)	تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ نصف شعبان کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان سب کے مجموعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان احادیث کی کوئی نہ کوئی اصل ہے۔

اس کے بعد مولانا مبارک پوری نے ترمذی میں حضرت عائشہؓ والی حدیث کے سوا متعدد حدیثیں نقل کی ہیں جن سے نصف شعبان کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے۔ اور ان حدیثوں کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

فھذہ الاحادیث بمجموعھا حجۃ علی من زعم انہ لم یثبت فی فضیلۃ النصف من شعبان شئ (ایضاً ص ۵۳/۲)	یعنی یہ تمام حدیثیں ان لوگوں پر حجت ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ نصف شعبان کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں ہے۔

میرا خیال ہے کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، غیر مقلدین، امام بخاری، امام مسلم، ابن تیمیہ اور ابن قیم کی باتوں کا تو انکار کر دیں گے مگر اپنے عقل کل مولانا مبارکپوری کی باتوں کا ان سے انکار نہ ہو سکے گا۔

Scanned by CamScanner

امام ابن تیمیہ بھی اس رات کی فضیلت کے منکر نہیں ہیں بلکہ وہ تو مخصوص جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کو بھی اس رات میں مستحسن قرار دیتے ہیں اور اس کو اسلاف کا مذہب و عمل بتلاتے ہیں، امام ابن تیمیہ کا یہ پورا کلام آپ غور سے پڑھیں۔

سئل عن صلوٰۃ نصف شعبان فاجاب اذا صلی الانسان لیلۃ النصف وحدہ او فی جماعۃ خاصۃ کما کان یفعل طوائف من السلف فھو احسن۔

(فتاویٰ شیخ الاسلام ص۱۳۱ ج۲۳)

یعنی امام ابن تیمیہ سے نصف رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر اس رات میں کوئی تنہا یا مخصوص جماعت کے ساتھ نماز پڑھے جیسا کہ اسلاف کے بہت سے لوگوں کا یہ معمول تھا، تو یہ اچھا عمل ہے۔

اگر آپ نے اپنے اطراف کے غیر مقلدوں کا حال لکھا ہے کہ آپ کے اطراف میں غیر مقلدین نصف شعبان کی فضیلت کے منکر ہیں، تو ان کے انکار کی زیادہ سے زیادہ وجہ یہ ہوگی کہ وہ ان احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہوں گے، مگر شاید ان بیچاروں کو معلوم نہیں ہے کہ ان کے علماء ضعیف احادیث کو فضائل ہی میں نہیں بلکہ احکام و مسائل میں قابلِ حجت مانتے ہیں، مولانا عبدالوہاب ملتانی کے صاحبزادہ مولانا عبدالستار غیر مقلد کے فتاویٰ کا مجموعہ چار جلدوں میں فتاویٰ ستاریہ کے نام سے شائع ہوا ہے اس کی جلد چہارم میں اس کا فتویٰ موجود ہے، آپ بھی سن لیں اور سارے غیر مقلدین بھی کان کھول کر سن لیں۔

(سوال نمبر ۴۷۶) کیا ضعیف حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے؟ شاہ ولی اللہ کے متعلق سنا ہے کہ وہ کمزور حدیث پر عمل کرتے تھے۔

(جواب نمبر ۴۷۶) ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہوتی ہے

فتاویٰ ستاریہ شائع کردہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی نمبر ۱)

(۲) میت کیلئے جمع ہو کر کے اور اس کا کوئی خاص دن مقرر کر کے قرآن پڑھنے کا

Scanned by CamScanner

اسلاف میں معمول نہیں تھا، اور جو چیز سلف میں نہ پائی جاتی ہو اس کا شرعی ہونا محل نظر ہے۔

میت کیلئے انفرادی طور پر قرآن پڑھ کے اس کا ثواب میت کو پہونچانا چاہئے، اتفاقیہ طور پر اگر کچھ لوگ جمع ہو جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے مگر اس کو رسم اور رواج نہیں بنانا چاہئے، امام احمد اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ میت کو قرآن پڑھنے کا ثواب پہنچتا ہے، امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وقراءۃ القرآن عندہ فیھذا فیہ قولان احدھما ینتفع بہ وھو مذھب احمد وابی حنیفۃ۔

(فتاوی ص ۳۱۵)

یعنی میت کی طرف سے قرآن پڑھنے کے بارے میں دو قول ہے، ایک قول یہ ہے کہ میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے اور یہی امام احمد اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

فاذا اھدی میت ثواب صیام او صلاۃ او قراءۃ جاز ذلک

(ص ۳۲۲)

یعنی اگر میت کو روزہ، نماز یا قرآن کی تلاوت کا ثواب ہدیہ کرے تو یہ جائز ہے۔

آج کل دستور یہ ہو گیا ہے کہ میت کی تدفین کے تیسرے روز بطور خاص اس کیلئے لوگ جمع ہوتے ہیں، بلکہ بعض جگہ تو پیسے دے کر اور کھانے پینے کا انتظام کر کے کچھ لوگوں کو بلایا جاتا ہے جو قرآن پڑھتے ہیں اور میت کو ثواب پہونچاتے ہیں، یہ عمل سراسر بدعت، خلاف شریعت اور ناجائز ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

Scanned by CamScanner

حدیث پر صحت و ضعف کا حکم امر اجتہادی ہے

مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ!

سلام مسنون۔

زمزم کے شماروں کا مطالعہ ہم سب کیلئے کافی نظر کشا ثابت ہو رہا ہے، بہت سے اشکالات رفع ہوئے، احناف رحمہم اللہ کی فقہی بصیرت اور ان کی دیدہ وری کے ٹھوس دلائل مہیا ہوئے اور اطمینان و سکون کی کیفیت سے دل میں آسودگی و تازگی پیدا ہوئی، آپ کے بالمقابل غیر مقلدین اہل قلم کی بھی ہم تحریریں پڑھتے ہیں، ان کی تحریروں کے اسلوب، لب و لہجہ کی درشتی دلائل کا دلائل سے جواب دینے کے بجائے صریح دشنام گوئی سے نفرت ہوتی ہے، ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے گمراہی کی وادی تیہ میں سرگرداں رکھے۔ وما علینا الا البلاغ۔

حدیث کی صحت و ضعف اور اس کے قابلِ قبول و نا قابلِ قبول ہونے پر مختصر سی روشنی عام فہم انداز میں ڈالیں۔

والسلام

اسرائیل موسیٰ پٹیل احمد آباد

زمزم!

حدیث کے صحیح و ضعیف ہونے کا فیصلہ کرنا بھی امر اجتہادی ہے، محدثین رحمہم اللہ

Scanned by CamScanner

گویا سندوں کو دیکھ کر اس پر صحیح و ضعیف ہونے کا حکم لگاتے ہیں، فقہائے کرام سندوں سے زیادہ درایت کو کام میں لاتے ہیں، اور زیادہ تر اسی بات کو حدیث کے قبول کرنے یا نہ کرنے کی بنیاد بناتے ہیں۔

مثلاً امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث روایت کی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں عمرہ کیا تو آپ نے تو روزہ نہیں رکھا اور میں نے روزہ رکھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز قصر ادا کی اور میں نے پوری نماز پڑھی قصر ادا نہیں کی۔

اس حدیث کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ اسنادہ حسن یعنی اس کی سند حسن ہے گویا سند کے اعتبار سے یہ حدیث محدث امام دارقطنی کے نزدیک قابلِ قبول ہے۔

مگر اس حدیث میں جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے غور کیا تو اس کے باطل ہونے کا فیصلہ فرمایا۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضورؐ کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں عمرہ کیا جب کہ رمضان کے زمانہ میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمرہ کرنا ثابت نہیں ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس حدیث کو متعدد وجوہ سے باطل قرار دیا۔

دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الثانی ان فی الحدیث، انہا خرجت معتمرۃ معہ فی رمضان عمرۃ رمضان وکانت صائمۃ وھذا کذب باتفاق اھل العلم فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یعتمر فی رمضان قط وانما کانت عمرتہ فی شوال واذا کان لم یعتمر فی رمضان ولم یکن فی عمرتہ علیہ صوم بطل ھذا الحدیث۔ (فتاویٰ ص ۸۰ ج ۲۲)

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت

Scanned by CamScanner

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انھوں نے رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کا عمرہ کیا اور وہ روزہ سے تھیں، اور یہ بات اہل علم کے متفقہ فیصلہ کے مطابق جھوٹ ہے اس لئے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں کبھی عمرہ کیا ہی نہیں، آپ کا عمرہ شوال میں ہوا کرتا تھا، اور جب رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنا ثابت نہیں اور عمرہ میں آپ پر روزہ فرض ہی نہیں تھا تو یہ حدیث باطل ہے۔

آپ نے غور فرمایا کہ امام دارقطنی جس حدیث کو سند کی بنیاد پر ثابت مان رہے ہیں اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ باطل اور جھوٹ بتلا رہے ہیں، اسی لئے اہل اصول کا یہ فیصلہ ہے کہ سند کے صحیح ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا، اور نہ سند کے ضعیف ہونے سے حدیث کا ضعیف ہونا ضروری ہے۔

ہمارے نزدیک اس بارے میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ خیر القرون کے فقہاء جو صرف فقیہ نہیں تھے بلکہ حدیث میں بھی با بصیرت تھے ان کا فیصلہ حدیث کے صحیح وضعیف ہونے کے بارے میں زیادہ موجہ اور قابلِ قبول ہے، اگر فقہائے کرام اور خصوصاً ائمہ اربعہ کا عمل کسی حدیث پر ہے تو اس کا صحیح ہونا اغلب ہے خواہ اس کی سند ضعیف ہو یا صحیح، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فمن تکلم بجھل وبما یخالف الائمۃ فانہ ینھی عن ذلک (فتاوی ص۲۲۶ ج۲۲) یعنی جو بلا علم جہالت سے گفتگو کرے یا ایسی بات کرے جو ائمہ کے اقوال کے مخالف ہو تو اس کو اس سے روکا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہائے کرام کے اقوال عموماً صحیح حدیث کی روشنی میں ہوا کرتے تھے نیز وہ شریعت کے منشا ہوتے تھے۔

اسی طرح اگر زمانہ خیر القرون میں کسی حدیث پر عمومی انداز سے عمل ہوتا چلا آرہا ہے تو وہ حدیث بھی قابلِ قبول ہے سند کے صحت وضعف پر نگاہ نہیں کیجائیگی، کسی حدیث کے صحیح ہونے کی سب سے قوی دلیل سلف کا تعامل ہے، مثلاً بیس رکعت

Scanned by CamScanner

تراویح کی حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے مگر زمانہ خیر القرون میں نیز بعد کے ادوار میں بھی زیادہ تر مسلمانوں کا عمل بیس رکعت تراویح پڑھنے کا رہا ہے، اس وجہ سے سند کے ضعف کے باوجود تعامل سلف کی وجہ سے بیس رکعت ہی تراویح پڑھنا موجہ قرار پائے گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ بہت سی احادیث سنداً ضعیف ہیں مگر امام ترمذی وغیرہ تصریح فرماتے ہیں وعلیہ عمل اھل العلم یعنی سنداً حدیث کے ضعیف ہونے کے باوجود اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

کبھی ایک مسئلہ میں متعدد مختلف المعنی حدیثیں ہوتی ہیں، اور ان میں سے کسی ایک کو کوئی فقیہ قبول کرتا ہے اور دوسری پر اس کا عمل نہیں ہوتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ دوسری حدیث اس کے نزدیک غیر ثابت ہے، بلکہ ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح قرار دینے کی بنیاد دوسری چیزیں ہوتی ہیں جن کی تفصیل کتابوں میں مذکور ہے۔

آپ کا خط ایسے موقع سے ملا کہ میری طبیعت ہفتوں سے خراب چل رہی ہے، نقاہت اور ضعف بہت ہے، ہمت نہیں ہے کہ کتابوں کی طرف زیادہ رجوع کروں اگر خدانخواستہ اتنے سے آپ کی تشفی نہیں ہوئی تو انشاء اللہ کسی دوسرے موقع سے اس کی تفصیل کر دی جائے گی، خطوط جب زیادہ جمع ہو جاتے ہیں تو ان کا جواب لکھنا مشکل ہوتا ہے، اس لئے فوری طور پر جو بات ذہن میں تھی عرض کر دی گئی۔ میری کتاب جزء علی الرکعۃ اگر مل جائے تو اس کا مطالعہ کر لیں، بہت سی باتیں اس سے سمجھ میں آجائیں گی۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

علم غیب اور علمائے دیوبند

محترم المقام حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ ہے کہ گزشتہ دنوں ترجمان اہلحدیث دہلی کے کچھ شمارے بعض احباب نے لا کر دیئے۔ ان تمام شماروں میں آپ کے خلاف لمبی لمبی تحریریں ہیں۔ مگر چونکہ جو لکھا گیا ہے اس کا انداز غیر مہذب اور سوقیانہ ہے جس سے بندہ کو تشفی مناسبت نہیں ہے اس لیے میرے بس میں نہیں تھا کہ میں ان مضامین کو بالاستیعاب اور غور سے پڑھتا۔ مگر کہیں کہیں نگاہ پڑنے سے اس کا اندازہ لگا کہ لکھنے والے حضرات نے علماء دیوبند کو غیب کا جاننے والا قرار دیا ہے۔ بعض واقعات سے استدلال بھی کیا ہے۔ جماعت دیوبند میں اس عقیدہ کی حقیقت کیا ہے؟ ان واقعات کا انتساب ان علمائے دیوبند کی طرف کہاں تک درست ہے، براہ کرم ارشاد فرمائیں۔

(ایم ۔ اے ۔ روی گنبد گوجرانوالہ)

نحمدہ ونصلی

علمائے دیوبند اور جماعت دیوبند سے جو لوگ واقف ہیں انہیں خوب معلوم ہے کہ علمائے دیوبند تو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عالم الغیب ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے، نہ آپ کے سوا کسی اللہ، پیغمبر اور پیر بزرگ کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے بریلویوں سے اس سلسلہ میں ان کی رزم آرائیاں مشہور زمانہ ہیں، تو بھلا ان کا یہاں کے

اکابر کا یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا بھی غیب والا ہے۔

غیر مقلدین کی اس قسم کی فضولیات میں پڑنے کے بجائے ان کے حق میں دعائے خیر کرنا چاہیے کہ رب العلمین ان کو راہ رشد و ہدایت دکھلائے، افتراء اور جھوٹ سے بچائے، نفاق کی راہ بڑی پُرخطر ہے، اور منافق کی بہت بڑی علامت جھوٹ بولنا ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ان الصفة الفارقة بين المومن والمنافق هو الصدق فان اساس النفاق الذی یبنی علیه الکذب، وعلی کل خلق یطبع المومن لیس الخیانة والکذب۔ (فتاویٰ ص ۲۰۷،۵)

یعنی مومن اور منافق کے درمیان فرق کرنے والی صفت راست بازی ہے، اس لیے کہ نفاق کی اساس اور بنیاد جھوٹ ہی ہے، مسلمان میں تمام خصلتیں جمع ہو سکتی ہیں مگر خیانت اور دروغ گوئی نہیں۔

علمائے دیوبند کے بارے میں اس قسم کا پروپیگنڈہ منافق ہی کرے گا جسے نہ آخرت کا خوف اور نہ بندوں سے شرم و حیا سے مطلب۔

الحمدللہ علمائے دیوبند کی ہزاروں تالیفات ہیں اور یہ سب پڑھی جانے والی اور بار بار طبع ہونے والی تالیفات ہیں، ہمیں کوئی دکھائے کہ کس دیوبندی عالم نے اپنے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ غیب داں ہے، یا دیوبندی جماعت کے کس فرد نے اپنے علماء و مشائخ کے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ غیب داں تھے۔

کسی جماعت اور اس کے اکابر پر کوئی تہمت لگانے سے پہلے ہزار بار اس کے عواقب و انجام کے بارے میں آدمی کو سوچ لینا چاہیے۔

کشف و کرامت کے کسی جزئی واقعہ سے کوئی عقیدہ مستنبط کرنا یہ غیر مقلدین حضرات کا نیا نیا چودھویں صدی کا اجتہاد ہے، اگر عقیدہ کی بنیاد اس قسم کے جزئی واقعات ہوں تو پھر اللہ کے سوا بندوں میں سے غیب دانوں کی ایک طویل فہرست تیار ہو جائیگی

Scanned by CamScanner

اور غیر مقلدین جماعت کے بھی ایسے غیب داں بڑی تعداد میں سرفہرست نظر آئیں گے۔

ہاں یہ حقیقت ہے کہ ایمان کامل اور تقویٰ کا نور کبھی انسان میں ایک ایسی کشفی حالت پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے لئے بہت سے مظنونات یقین بن جاتے ہیں اور بہت سی وہ چیزیں جو دوسروں کے لئے مخفی ہوتی ہیں وہ اس کے لئے مشاہد ہو جاتی ہیں۔

مثلاً ہم کبھی آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو کسی جھلملاتی چیز کے بارے میں وہم و خیال ہوتا ہے کہ وہ ستارہ ہے مگر اس کے ستارہ ہونے کا یقین نہیں ہوتا صرف وہم و خیال کے درجہ کی چیز ہوتی ہے، مگر دوربین سے دیکھنے والا قطعی فیصلہ کر دیتا ہے کہ وہ ستارہ ہی ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

یا مثلاً ایٹمی ذرات نگاہ سے نظر نہیں آتے مگر طاقتور دوربینوں سے ان کا نظر آنا کوئی امر محال نہیں رہ گیا ہے۔

یہی حال اہل ایمان اور اہل تقویٰ اور عامیوں کا ہے، تقویٰ اور ایمان کے کمال کی وجہ سے انسان کی باطنی طاقت اور معنوی بصارت بہت بڑھ جاتی ہے جیسے دوربین لگانے سے انسان کی بصارت بڑھ جاتی ہے، اس لئے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ارباب تقویٰ اور اہل ایمان کامل و خالص کو ان چیزوں کا مشاہدہ ہو جاتا ہے جو عام آدمیوں کے حد ادراک سے دور ہوتی ہیں مگر ایسا ہونا ہر وقت ضروری بھی نہیں کبھی یہ ادراک ہوگا کبھی نہیں ہوگا۔ جیسے دوربین ہر وقت کام نہیں کرتی ہے کسی عارض کی وجہ سے اس کی قوت کمزور یا بالکل ختم ہو جاتی ہے، جیسے دوربین کے شیشہ پر دھول جم جائے یا اس کے محاذات میں کوئی آڑ آجائے۔ پہلی شکل میں دوربین صاف دیکھے گی نہیں، اور دوسری شکل میں بالکل نہیں دیکھے گی۔

اسی طرح اللہ والوں پر بھی مختلف حالتیں طاری ہوتی ہیں، کبھی وہ عالم بالا تک پہنچ جاتے ہیں اور اس عالم کا غیب ان کے لئے مشاہد بن جاتا ہے اور کبھی عالم اسفل کی چیزوں کا بھی انھیں ادراک نہیں ہوتا۔

Scanned by CamScanner

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

بہر حال کشفی واقعات کو بنیاد بنا کر کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ انھیں علم غیب حاصل ہے یا ان کا عقیدہ علم غیب کا ہے، حقائق سے بے خبری کا نتیجہ ہے، اور جہالت کی بات ہے۔

میں نے اوپر جو کچھ عرض کیا ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ بھی تقریباً یہی بات کہتے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ان عبارتوں میں آپ غور فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

واذا کان القلب معمورا بالتقوی انجلت لہ الامور والکشف

یعنی جب تقویٰ سے دل آباد ہوتا ہے تو آدمی کے لئے معاملات بالکل واضح اور کھل جاتے ہیں۔ (فتاویٰ ص ۴۵ ج ۱۰)

نیز فرماتے ہیں:

وکلما قوی الایمان فی القلب قوی انکشاف الامور لہ وعرف حقائقہا من بواطنہا وکلما ضعف الایمان ضعف الکشف لہ (ایضاً)

یعنی جب دل میں ایمان قوی ہو جاتا ہے تو اس کا کشف بھی بڑھ جاتا ہے اور چیزیں اس کے لئے کھل جاتی ہیں وہ حقیقتوں کو پا لیتا ہے اور جب ایمان کمزور ہوتا ہے تو دل کا کشف بھی کمزور ہو جاتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

وایضا فاذا کانت الامور الکونیۃ قد تنکشف للعبد المومن لقوۃ ایمانہ یقینا وظنا فالامور الدینیۃ کشفہا لہ ایسر بطریق الاولیٰ (ص ۲۰ ایضاً)

یعنی جب بندہ کے لئے اس کے ایمان کی قوت کے مطابق عالم کون یعنی دنیا و آخرت کے امور کبھی یقین اور کبھی ظن کی شکل میں کھل جاتے ہیں تو دینی امور کا کشف تو ان کو بدرجہ اولیٰ آسان ہے۔

Scanned by CamScanner

اور اب یہ آخری بات بھی اسی فتاویٰ سے پڑھ لیں۔ فرماتے ہیں:

وکثیر من اهل الایمان والکشف یلقی اللہ فی قلبہ ان هذا الطعام حرام، وان هذا الرجل کافر، او فاسق، او دیوث او لوطی، او خمار او مغن او کاذب من غیر دلیل ظاهر، بل بما یلقی اللہ فی قلبہ۔ (ص ۳۰۰ ایضاً)

یعنی بہت سے اہل ایمان اور اہل کشف کے دل میں اللہ یہ ڈالتا ہے کہ یہ کھانا حرام ہے، یہ آدمی کافر ہے، یہ آدمی فاسق ہے، یہ آدمی دیوث ہے، یہ آدمی لوطی ہے، یہ آدمی شرابی ہے، یہ آدمی گویا ہے، یہ آدمی جھوٹا ہے، ان باتوں کو بتلانے کے لئے اس کے پاس کوئی ظاہری اور کھلی دلیل نہیں ہوتی ہے، محض اللہ کے دل میں ڈالنے سے اللہ والے ان باتوں سے باخبر ہوتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ان عبارتوں کا واضح مطلب یہ ہے کہ عام آدمی کی قوتِ علم اور ہے اور خاصانِ خدا کی قوتِ علم اور ہے، اور عام آدمی کے وسائل علم و معرفت اتنے نہیں ہیں جتنے سے مقربانِ بارگاہِ الٰہی کو نوازا گیا ہے، عام آدمی کی حد ادراک صرف اسی عالم تک ہے جب کہ خاصانِ خدا اور اہل ایمان و تقویٰ کی حد ادراک اس عالم کو پار کر کے اس عالم تک بھی ہے، مگر اس کی وجہ سے ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ انھیں علم غیب حاصل ہے، یہ غیب داں ہیں، یہ جہالت اور بددینی ہے، عالم الغیب ذات صرف اللہ کی ہے، اور تمام غیوب کا وہی جاننے والا ہے، اگر کسی کی قوتِ کشفیہ و علمیہ میں ایمان و تقویٰ کی وجہ سے عام لوگوں کے مقابلہ میں قوت پیدا ہو جائے اور اس کی وجہ سے وہ مانند دوربین ان چیزوں کا بھی مشاہدہ کرے جو عام نگاہوں سے اوجھل ہیں تو اس کا نام غیب کا جاننا نہیں رکھا جائے گا ورنہ اس کی وجہ سے کوئی غیب داں ہوگا۔

بزرگوں سے کشف و کرامات کے واقعات کا منقول ہونا تواتر سے ثابت ہے، اور اہل صلاح و تقویٰ سے کشف و کرامت کا صادر ہونا عین ممکن ہے، تمام اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ اسی طرح بزرگان دیوبند کا معاملہ،

Scanned by CamScanner

ان میں بھی اہل اصلاح اور اہل تقویٰ اور کامل الایمان اور اللہ کے مخلصین کی ایک جماعت ہر دور میں رہی ہے، اور ان سے بھی سنت اللہ کے مطابق کشف وکرامت کے واقعات ظہور میں آئے ہیں، ہمیں ان کا انکار نہیں، کشف وکرامت کے ان واقعات سے اللہ کے یہاں ان کے مقام و مرتبہ اور علو منزلت کا پتہ لگتا ہے، اور ان کے اہل حق ہونے کی یہ بھی ایک بڑی دلیل ہے۔

اگر کسی کو بزرگان دیوبند کی بزرگی کا یقین نہیں ہے، اور ان کے کشف وکرامات کے واقعات کو جھوٹ اور من گھڑت سمجھتا ہے، تو اس کو اس کا حق حاصل ہے، مگر ان جزئی واقعات کو بنیاد بنا کر علمائے دیوبند یا جماعتِ دیوبند کی طرف غلط عقیدہ منسوب کرنا یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی للرشد والصواب

Scanned by CamScanner

ائمۂ متبوعین کا معرفت حدیث میں مقام

محترم المقام مولانا غازی پوری صاحب زاد مجدہ

بعد سلام مسنون و نیاز شوق

کتابیں سب پہونچ گئیں، زمزم کے بھی سارے شمارے مل گئے، آپ نے اپنے خرچ سے ان کتابوں کو رجسٹری بھیج کر مزید کرم فرمایا۔ جزاک اللہ

میں نے جو خط لکھا تھا اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ احادیث کے مدونات ائمہ متبوعین کے زمانہ کے بعد وجود میں آئے۔ محدثین کرام نے شہروں شہروں میں پھر کر حدیث کو جمع کیا، پوری زندگی اسی میں صرف کردی، ان کے زمانوں میں حدیث کی خوب چھانٹ پھٹک بھی ہوگئی تھی اس لئے ان کو سنت کا علم اور احادیث کی صحت و سقم کا علم ائمہ متبوعین سے زیادہ ہوگا، اس لئے ائمہ کرام کے جو اقوال ان احادیث کیخلاف ہوں ان کا قبول کیا جانا محل نظر ہے، ترجیح محدثین کی جمع کردہ احادیث کو حاصل ہوگی۔

والسلام

سلیمان راشد رام پوری

مقیم حال نورنگر اوکھلا، دہلی

زمزم!

غالباً آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ ائمہ متبوعین محدثین نہیں تھے، حالانکہ مجتہد وہ ہو ہی نہیں سکتا جس کی نگاہ کتاب و سنت میں بہت دقیق اور بہت وسیع نہ ہو،

Scanned by CamScanner

ائمہ متبوعین کو اجتہاد کا بلند ترین مقام حاصل تھا، اس وجہ سے ان کا کتاب و سنت میں مقام بہت بلند ہونا امر یقینی ہے، احادیث رسول پر ائمہ متبوعین رحمہم اللہ کی بڑی وسیع نظر تھی، بعد کے محدثین کو یہ فضیلت حاصل نہیں تھی، محدثین میں امام بخاری امام مسلم کا درجہ بہت اونچا سمجھا جاتا ہے مگر ائمہ متبوعین کے مقابلہ میں معرفتِ احادیث میں ان کی نظر کم تھی، امام بخاری و امام مسلم کو کون اہل علم امام مالک اور امام احمد بن حنبل پر فوقیت دے گا، امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگرد تھے، امام شافعی امام محمد کے شاگرد تھے، امام محمد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد تھے، اور یہ بات طے ہے کہ متقدمین کا علم متاخرین سے زیادہ تھا، احادیث کی معرفت جو متقدمین کو حاصل تھی وہ متاخرین کو کہاں حاصل ہو سکتی تھی۔

معرفت سے مراد ہماری یہاں یہ ہے کہ احادیث رسول ہونے کی جانچ و پرکھ، معرفت حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ کس کو کتنی حدیثیں یاد تھیں، احادیث کا زیادہ یاد ہونا اہل حقیقت کے نزدیک کوئی بڑا کمال نہیں ہے، کہا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمہم اللہ کو تین لاکھ حدیثیں یاد تھیں، کسی نے کہا کہ چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں، ان میں ایک لاکھ صحیح حدیثیں تھیں، اگر یہ بات صحیح ہے تو آپ فرمائیں کہ امام بخاری کو ایک قول کے مطابق دو لاکھ اور ایک قول کے مطابق پانچ لاکھ وہ حدیثیں یاد تھیں جو صحیح نہیں تھیں اور ظاہر ہے کہ صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے دینی زندگی میں کام نہیں لیا جا سکتا تھا، تو پھر اتنا بڑا غیر صحیح حدیث کا ذخیرہ جمع کرنا حافظہ کا تو کمال قرار دیا جا سکتا ہے مگر اس کا عملاً فائدہ خود امام بخاری کو یا امت کو کیا پہونچا اور یہ کام کون سا خوبی کا ہوا۔

رہا ایک لاکھ صحیح حدیث والی بات تو اہل کو معلوم ہے کہ احادیثِ رسول کا خالص متن دس ہزار سے زائد نہیں، تو زیادہ سے زیادہ خالص احادیث رسول کا ذخیرہ دس ہزار حدیث ہوا، اب یہی دس ہزار حدیثیں صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار

Scanned by CamScanner

کے ساتھ بڑھتے بڑھتے لاکھوں تک پہونچتی ہیں، ہزاروں کا لاکھ تک پہونچنے کی علت تعدد طرق و اختلافِ اسانید ہے، اور کبھی ایک ہی حدیث کا متعدد و مختلف الفاظ سے مروی ہونا علت بنتا ہے، اب مثلاً ایک حدیث ہے اور اس کو کسی محدث نے دس آدمیوں سے سنا تو اب وہ ایک حدیث دس ہوگئی، حقیقت میں حدیث ایک اور گنتی میں دس، بعض بعض محدثین کا یہی ذوق تھا کہ ایک حدیث کی سندیں اور اس کے طرق زیادہ سے زیادہ کئے جائیں، سو ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ مختلف بلاد وامصار کا سفر کریں اور اسی ایک حدیث کو متعدد شیوخ سے روایت کریں، بعض نے اس طرح ایک حدیث کو سو واسطوں سے نقل کیا اور بعض نے ایک حدیث کو پانچ سو واسطوں سے نقل کیا، پس وہ ایک حدیث محدثین کی اصطلاح میں ایک سو اور پانچ سو کہلائی، یہ ذوق حدیث، حدیث رسول کے ساتھ شیفتگی و تعلق کا اظہار تو بتلاتا ہے، مگر عملاً دینی زندگی میں اس کا فائدہ مفقود، اگر کسی کے نزدیک یہ کمال کی بات ہے تو کسی کے نزدیک اس سے حدیث کے بارے میں پیچیدگیوں کا بھی ظہور ہوا، اور سنت کے باب میں شبہات کا دروازہ کھلا۔

اور اس کی شرح یہ ہے کہ جتنے طرق بڑھتے گئے اور احادیث کی جتنی سندیں الگ ہوتی رہیں طرح طرح کے رواۃ بھی ان سندوں کی زینت بنتے گئے، ان میں ثقہ بھی تھے اور ضعیف بھی، اور خالص ثقہ بھی اور خالص ضعیف بھی، اب ایک حدیث جو اپنے ابتدائی دور میں جب تک دو تین واسطوں سے روایت کی جاتی تھی وہ بلا غبار صحیح تھی اس میں کسی کو کوئی کلام نہیں تھا، اس کا حدیث رسول ہونا دن کے اُجالا کی طرح واضح تھا، مگر جب یہ حدیث دوسرے ادوار میں پہونچی اور محدثین کے ذوق حدیث و شوق حدیث نے اس کی سندیں متعدد کر کے ایک حدیث کو کئی حدیث کر دیا، تو اسکی سندوں میں طرح طرح کے رواۃ کے آجانے کی وجہ سے اس پر طرح طرح کا کلام بھی ہونے لگا، اور جو حدیث اپنے دور اول میں بالکل بے غبار تھی اور دن کے

Scanned by CamScanner

اُوپر کی طرح اس کی صحت واضح تھی اب وہ حدیث شکوک و شبہات کے گھیرے میں آگئی۔

میں اپنی اس بات کو بہت طول نہیں دینا چاہتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ دورِ اول کے فقہاء و محدثین کے بارے اور خصوصاً ائمہ متبوعین کے بارے میں کسی کا یہ کہنا کہ انھیں حدیث کا علم اصحاب دواوین حدیث سے کم تھا، صواب نظر پر مبنی نہیں ہے اور نہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق ہے، اگر ائمہ متبوعین نے اپنے کسی فقہی مسئلہ کی بنیاد کسی حدیث کو بنایا ہے تو اس کا صحیح ہونا امر غالب ہے اور بعد کے کسی محدث کا اس کے بارے میں اس کے سوا فیصلہ کرنا قابلِ قبول نہ ہوگا، خواہ وہ فنِ حدیث کا کتنا بڑا بھی کیوں نہ امام ہو۔ (۱)

ائمہ متبوعین کے زمانہ میں تین چار واسطوں سے احادیث مروی ہوتی تھیں اور ان میں بھی صحابی و تابعی کا دو واسطہ ہوتا تھا، ایک دو واسطے تبع تابعین کے ہوتے تھے، اس زمانہ میں احادیثِ رسول کے بارے میں احتیاط و تورع بھی عام و مشہور بات تھی، تقویٰ و تدین کا غلبہ تھا، اس لئے احادیث کی صحت و ضعف کو پرکھنا جتنا ان ائمہ کے زمانہ میں آسان تھا بعد کے ادوار میں اتنا آسان نہیں رہا، آخر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پوری صحیح بخاری میں وہی ۲۲ ر ۲۳ حدیثیں سرمایۂ افتخار قرار پائیں جن کو ثلاثیات کہا جاتا ہے، ائمہ متبوعین کے زمانہ میں انھیں ثلاثیات کا عمومی رواج تھا، جس کا جی چاہے مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، کتاب الآثار لابی یوسف و کتاب الآثار و کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ للامام محمد شیبانی و کتاب الام للامام شافعی

---

(۱) صحیح حدیث ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہو، حدیث پر عمل کرنے کیلئے صحت حدیث کے ساتھ ساتھ مجتہدین ائمہ کرام اور بھی بہت سی چیزوں کو نگاہ میں رکھتے ہیں، مثلاً یہ کہ وہ منسوخ نہ ہو یا یہ کہ وہ عام متواتر عمل رسول کے خلاف نہ ہو، یا یہ کہ اس کا تعلق کسی اتفاقی حادثہ سے نہ ہو، ان کے علاوہ اور بہت سی چیزوں پر مجتہدین ائمہ کی نگاہ ہوتی ہے۔

Scanned by CamScanner

، مصنف عبدالرزاق ، و مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھ لے۔
میری یہ گفتگو اگرچہ خلاصہ ہے اہل علم ہی کی تحقیقات کا اور جو کچھ کہا گیا ہے یہ انھیں کے کلام سے ماخوذ ہے مگر ہمارے کرم فرما آپ جیسے حضرات شاید اس کو افسانہ قرار دیں اس لئے کہ اس قسم کی باتوں سے آپ حضرات کے کان آشنا نہیں ہیں، اس لئے میں یہاں آپ کے بھی معتبر اور ہمارے بھی بزرگ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام سے کچھ اقتباسات نقل کرتا ہوں جن سے میری ان باتوں کی تائید ہوتی ہے، ان اقتباسات میں آپ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے تو آپ کے لئے حقیقت تک پہونچنا آسان ہو جائیگا۔ اور میری ان باتوں کو بھی آپ قابل توجہ قرار دیں گے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں :

بل الذین کانوا قبل جمع هذه الدواوین اعلم بالسنة من المتأخرین بکثیر

(یعنی یہ کہنا درست نہیں ہے کہ کتب احادیث کے مؤلفین وجامعین کا علم زیادہ ہوگا) بلکہ جو ائمہ متوفین احادیث کی ان تالیفات ومدونات سے پہلے تھے وہ اپنے متاخرین ائمہ حدیث کے مقابلہ میں سنت کے بہت زیادہ جاننے والے تھے۔

اور اس کی وجہ بقول ابن تیمیہ یہ ہے فرماتے ہیں :

لان کثیرا مما بلغهم وصح عندهم قد یبلغنا الآن مجهول او باسناد منقطع او لا یبلغنا بالکلیة فکانت دواوینهم صدورهم التی تحوی اضعاف ما فی الدواوین وهذا امر لا یشك فیه من علم القضیة۔

اسلئے کہ بہت سی احادیث جو انھیں پہونچیں اور جن کی صحت انکو پایہ ثبوت کو پہونچی، ممکن ہے کہ وہ حدیثیں ہم تک کسی مجہول سند سے پہونچی ہوں یا ایسی سند سے جو منقطع ہو، یا وہ حدیثیں ہمیں بالکل پہونچی ہی نہ ہوں۔
ان ائمہ کرام کے دواوین ان کے سینے تھے اور ان سینوں میں کتابوں سے زیادہ علم تھا اور یہ وہ حقیقت

Scanned by CamScanner

فتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۳۹)

جس کے بارے میں وہ شبہ نہیں کر سکتا جو صورت حال اور اصل قضیہ سے واقف ہے۔

دوسری جگہ ابن تیمیہ محدثین کے حدیث کے قبول کرنے یا نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فان الاحادیث کانت	یعنی احادیث (بعد کے ادوار میں) پھیلیں اور
قد انتشرت واشتهرت لکن کانت	مشہور ہوئیں لیکن بہت سے محدثین کو وہ حدیثیں
تبلغ کثیرا من العلماء من طرق	کمزور سندوں سے پہونچیں (تو وہ ان کے
ضعیفة وقد بلغت غیرهم من	نزدیک ناقابلِ حجت قرار پائیں) جبکہ دوسروں
طرق صحیحة غیر تلك الطرق	کو یہ حدیثیں صحیح سندوں سے پہونچیں تو اس
فتکون حجة من هذا الوجه۔	وجہ سے وہ ان کے نزدیک حجت قرار
(ایضاً ص ۲۴۰)	پائیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اس کلام میں آپ بار بار غور کریں تو وہ تمام حقیقتیں آپ کیلئے ایک ایک کر کے کھلتی چلی جائیں گی جن کا میں نے اپنے سابقہ کلام میں مفصلاً ذکر کیا ہے۔

آپ حضرات سے ایک گذارش یہ ہے کہ آپ ائمہ متبوعین اور خصوصاً ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے اور فیصلہ کرنے کا انداز اپنائیں، اگر اللہ کے یہاں یہ محبوبیت ومقبولیت کے انتہائی مقام پر نہ ہوتے تو چار دانگ عالم میں ان کا یہ شہرہ نہ ہوتا اور پوری دنیا میں انھیں کے نام کا آوازہ نہ گونجتا، انھیں کے مذہب وفقہ کے پیروکار زمین کے چپہ چپہ پر نظر نہ آتے، آج امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث کی کتاب صحیح بخاری کو تو ہر شخص احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے مگر ان کے فقہی نظریات مستقل مکتبہ فکر اختیار نہ کر سکے اور نہ کوئی آج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہو کر کے جانا پہچانا جاتا ہے۔ (۱)

---

(۱) کمال کی بات تو یہ ہے کہ آپ جیسے اہلحدیث حضرات بھی امام بخاری سے تعلق کے اظہار کے

Scanned by CamScanner

امام بخاری تو خیر بہت بعد کے ہیں ائمہ متبوعین کے ہم عصر جو ائمہ فقہ حدیث تھے مثلاً امام اوزاعی ، امام ثوری، امام لیث وغیرہم ان میں سے ان ائمہ اربعہ کے مقابلہ میں کسی کا بھی چراغ نہیں جل سکا، ان ائمہ کے مذاہب وفقہ کا ذکر آج صرف کتابوں میں ہے ۔

دین اسلام اور شریعتِ اسلامیہ پر آج پوری دنیا میں عمل انھیں مذاہبِ اربعہ کے واسطے سے ہو رہا ہے، یہ مذاہبِ اربعہ دین وشریعت کے حفاظت کا ذریعہ ہیں، اگر خدانخواستہ اللہ کا یہ تکوینی اور غیبی نظام وانتظام نہ ہوتا اور دنیا کے مسلمان غیر مقلد ہو کر جیتے تو اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا، اور شریعت خیالات ورجحانات کے تابع ہو جاتی، اور پھر اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ کا خدائی وعدہ پورا نہ ہوتا ۔

یہ مذاہب اربعہ ہی حقیقت میں اس آیتِ کریمہ میں جو وعدہ ہے اس کے حق اور سچے ہونے کی عملی تفسیر ہیں، انھیں مذاہب کے طفیل قیامت تک انشاء اللہ کتاب وسنت پر عمل اور ان کی حفاظت ہوتی رہے گی ۔

باوجود صحیح بخاری کی تمام احادیث پر عمل پیرا نہیں ہیں اور نہ امام بخاری کے تمام فقہی نظریوں کو قبول کرتے ہیں تا بدیگراں چہ رسد ۔

Scanned by CamScanner

(۱)

صحابہ کرام کو بُرا کہنے والا اہلسنت نہیں قرار پائیگا

(۲)

تارکین تقلید کا نام عقلاً و شرعاً "غیر مقلد" سے زیادہ کوئی اور مناسب نہیں

مکرمی مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب

سلام مسنون!

اولاً میں صاف کر دوں کہ میں مسلکاً اہلحدیث ہوں، دہلی میں میری تعلیم مکمل ہوئی ہے مجھے آپ سے کسی مسئلہ پر اُلجھنا نہیں ہے نہ بحث میرا مقصود ہے، میں آپ سے صرف دو باتوں کا سوال کروں گا۔

(۱) اہلحدیث جماعت کو آپ اہلسنت والجماعت میں سے شمار کرتے ہیں یا نہیں اگر اہلحدیث اہل سنت والجماعت نہیں ہیں، تو اس کے دلائل آپ کے پاس کیا ہیں، معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کتاب و سنت سے جو ثابت ہو وہی مذہب ہے۔

(۲) آپ جماعتِ اہلحدیث کے افراد کو غیر مقلد کہتے ہیں، جب کہ اس نام سے ہم اپنے کو مخاطب نہیں کرتے ہیں، جو نام پسند نہ ہو تو اس نام سے ہمیں پکارنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز، آپ کی تحریروں سے متاثر ہو کر دیوبندی جماعت کے تمام پرچے اب ہمیں اسی

Scanned by CamScanner

نام سے یاد کرتے ہیں، کیا اس کا گناہ آپ کو نہیں ہوگا ؟

زبیر احمد السلفی بستی، یوپی

وعلیکم !

مجھے آپ کی صاف گوئی پسند آئی، میرے پاس بہت سے خطوط آتے ہیں جن میں اختلاف ظاہر کرکے سوال کیا جاتا ہے، میں ان خطوط کا جواب نہیں دیتا، آپ اہلحدیث ہیں، خدا مبارک کرے، آپ کے دونوں سوالوں کا جواب مختصراً عرض ہے۔

(۱) کسی جماعت کا اہلسنت والجماعت ہونے کا دعویٰ کرنا یا کسی جماعت کا یہ کہنا کہ اس کا عقیدہ کتاب وسنت پر ایمان کا ہے، اہلسنت ہونے کیلئے محض یہ دعویٰ اور زبانی جمع خرچ کافی نہیں ہے۔ دیکھئے قادیانی تک یہ کہتے ہیں کہ ان کا مذہب اسلام ہے، وہ کتاب وسنت پر یقین رکھتے ہیں، ان کی کتابیں پڑھئے تو وہ کتاب وسنت سے استدلال بھی کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

ان کے اس دعویٰ کے باوجود اہلسنت والجماعت تو کیا کوئی مسلمان انکو مسلمان بھی نہیں سمجھتا۔

شیعہ فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ شیعان علی اور محبان اہلبیت میں سے ہے اور وہ اپنے مسائل وعقیدہ کو کتاب وسنت سے پیش کرتا ہے، مگر اہل نظر نہ ان کو محبان اہلبیت وشیعان علی سمجھتے ہیں اور نہ ان کے کتاب وسنت کے دعویٰ ہی کو صحیح سمجھتے ہیں ——

کسی کا اہلسنت والجماعت ہونا حقائق اور اس کے واقعی عقائد کی روشنی میں ثابت ہوگا اور دیکھا جائے گا کہ اس فرقہ کی اساسی وبنیادی کتابیں کیا کہتی ہیں، اور اس فرقہ کے اکابر علماء کیا عقیدہ رکھتے ہیں، اس روشنی میں کسی کے بارے میں اہلسنت والجماعت ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اب آپ صرف ان باتوں میں غور کریں جو میں آپ کی جماعت کے اکابر کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔

Scanned by CamScanner

(۱) نزل الابرار نواب وحید الزماں صاحب حیدرآبادی کی کتاب ہے اس میں صحابہ کرام کے بارے میں لکھا ہے :

ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا نزلت فی ولید بن عقبۃ وکل الصحابۃ عدول لاینافی من کان منہم فاسقا ومنہم یعلم ان من الصحابۃ من ہو فاسق کالولید ومثلہ یقال فی حق معاویۃ وعمرو ومغیرۃ وسمرۃ

(ص ۶۶ جلد ۱)

اس عبارت کا ترجمہ میں بدرجہ مجبوری آپ کیلئے کر رہا ہوں ورنہ دل نہیں چاہتا کہ اس بیہودہ عبارت کا ترجمہ کروں ۔ ترجمہ یہ ہے

ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا والی آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے ، اور اسی طرح یہ آیت بھی من کان مومنا کمن کان فاسقا اور اس سے جانا جاتا ہے کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ فاسق بھی تھے ۔ جیسے ولید ، اور یہی بات کہا جائیگی معاویہ ، عمرو ، مغیرہ اور سمرہ کے بارے میں بھی ۔

حضرت ولید بن عقبہ ، حضرت معاویہ بن سفیان حضرت عمرو بن عاص حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سب جلیل القدر اور عظمت و شان والے صحابی ہیں ، ان صحابہ کرام کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ نے (رسالت) کے لئے مجھے پسند کیا ۔ اور (میری رفاقت اور صحبت کے لئے) میرے اصحاب کو میرے لئے چنا ۔ ان صحابہ کرام کے بارے میں خدا نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کہا ، اور ان کی اتباع کا مسلمانوں کو حکم فرمایا ۔

ذرا آپ ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں کیسی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہو سکتا ہے ۔ ؟

انھیں نواب وحید الزماں صاحب کی ایک کتاب کنز الحقائق ہے ، اس میں ان صحابہ کرام کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کو رضی اللہ عنہ کہنا بھی جائز نہیں ہے ، اس عبارت

Scanned by CamScanner

اور اس کا ترجمہ الفاظ یہ ہیں :

"یستحب الترضی عن الصحابۃ عن ابی سفیان و معاویۃ و عمرو بن العاص و مغیرۃ بن شعبۃ و سمرۃ بن جندب" (ص ۳۳۳)

یعنی صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے مگر ابو سفیان، معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب نہیں ہے۔

بھلا بتلائیے کہ یہ کسی اہل سنت کا عقیدہ ہو سکتا ہے، اور کسی سنی کی زبان سے یہ بات نکل سکتی ہے ؟

نواب صاحب کی کتاب ہدیۃ المہدی جو فرقہ کی جماعت اہلحدیث کی بہت معتبر کتاب ہے، اس میں صحابہ کرام اور خصوصاً حضرت معاویہ کو جو کچھ کہا گیا ہے اس کا نقل کرنا بھی دشوار ہے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ صحابہ کرام کے بارے میں جن کا یہ عقیدہ ہو کہ معاذ اللہ وہ فاسق بھی تھے، اس کو اہلسنت کہنا جائز ہوگا، یا وہ فرقہ اہلسنت والجماعت میں سے شمار ہوگا۔

آپ کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ نواب وحید الزماں کی ذاتی رائے ہے۔ اور اہلحدیث نامی فرقہ کا ان عقائد سے کوئی تعلق نہیں، یہ عذر اس لئے قابلِ قبول نہیں کہ ان دونوں کتابوں نزل الابرار و ہدیۃ المہدی کا تذکرہ جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع شدہ کتاب اہلحدیث کی تصنیفی خدمات میں کیا گیا ہے۔ اور نزل الابرار کے متعلق تو تعریف کے یہ کلمات لکھے گئے ہیں کہ یہ فقہ اہلحدیث میں مشہور کتاب ہے اور عوام و خواص میں مقبول ہے، اور اس کتاب نزل الابرار کو مولانا ابو القاسم سیف بنارسی مشہور اہلحدیث عالم اور اہلحدیث مناظر نے اپنے اہتمام میں اپنے مطبع سعیدی بنارس سے ۱۳۲۰ھ میں اپنے حواشی کے ساتھ شائع کیا تھا۔

مولانا ابو القاسم سیف بنارسی نے اپنے حواشی میں بہت سی جگہ مصنف سے

Scanned by CamScanner

اختلاف ظاہر کیا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں نزل الابرار کے مصنف کا جو بیہودہ کلام ہے اس پر مولانا ابوالقاسم نے کوئی حاشیہ نہیں لگایا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ بنارسی صاحب خود بھی اس سے متفق ہیں۔ معاذ اللہ۔ اس لئے کسی بھی اہلحدیث نامی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کتاب کو اہلحدیث فرقہ کی متفق علیہ کتاب قرار دے۔

صحابہ کرام کے بارے میں آپ کے تمام اکابر و اصاغر کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کا فہم حجت ہے، نہ ان کا قول دین و شریعت میں حجت ہے، اور نہ ان کا عمل حجت ہے، خلفائے راشدین تک کا قول و فعل اور عمل آپ کے یہاں حجت نہیں ہے۔

اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے، یہ شیعوں خارجیوں ناصبیوں کا عقیدہ ہے، پھر اہلحدیث فرقہ کو آپ کیسے اہلسنت فرقہ قرار دیں گے۔

صحابہ کرام کے بارے میں آپ کے مرکزی ادارہ جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع شدہ تنویر الآفاق نامی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ کسی سنی کے قلم سے صحابہ کرام کے بارے میں نہیں لکھا جا سکتا، اس کتاب کی صرف دو عبارتیں پیش کرتا ہوں۔ مصنف کتاب لکھتا ہے:

> ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ و نصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے اجتماعی طور پر غلط قرار دیکر نصوص و احکام شرعیہ پر عمل کیا ہے۔ ص۱۰

خدارا آپ فرمائیں کہ جن خلفائے راشدین کے بارے میں اللہ کے رسول کا یہ ارشاد ہے کہ تم میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، ان خلفائے راشدین کے بارے میں اہلحدیث نامی فرقہ کا یہ عقیدہ و مذہب کہ خلفائے راشدین خلاف نصوص اور احکام شرعیہ کے خلاف کام کرتے تھے اور پوری امت نے ان کے طرز عمل کو غلط قرار دیا اور اس کو رد کر دیا، کیا کسی بھی اہل سنت کی زبان و قلم پر یہ بیہودہ کلام آ سکتا ہے، اور کسی بھی سنی کا یہ مذہب و عقیدہ ہو سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

ایک جگہ یہ مصنف خلفائے راشدین ہی کے بارے میں لکھتا ہے :

"اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین نے بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح و مصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے ، ان احکام کے سلسلہ میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر دیا ۔ ص۱۲۵"

اس پوری عبارت میں ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ خلفائے راشدین کے بارے میں اس قسم کی باتیں کسی اہلسنت والجماعت فرقہ کا کوئی فرد لکھ سکتا ہے ، اس عبارت کی ایک ایک سطر اس بیہودہ مصنف کے صحابہ سے بغض کو ظاہر کر رہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کی عداوت و دشمنی کو آشکارا کر رہی ہے ، اس قسم کی بیہودہ کتابیں چاہو سلفیہ سے شائع ہوں اور پھر بھی یہ ادارہ اہل سنت کا ادارہ کہلائے تعجب نہیں تو اور کیا ہے ۔

میں اہلحدیث فرقہ کے اور دوسرے عقائد و مسائل سے اس وقت تعرض نہیں کرتا ، خط کے جواب میں ساری باتیں لکھی نہیں جا سکتی ہیں ۔

آپ سے گذارش کروں گا کہ صرف انھیں مذکورہ باتوں میں آپ کتاب و سنت کی روشنی میں غور کر کے بتلائیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں جن کا اس قسم کا عقیدہ اور مذہب ہو ان کو اہلسنت والجماعت میں سے شمار کرنا کیونکر جائز ہوگا ، ممکن ہے کہ آپ کے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اس قسم کی بکواسیں دین و ایمان قرار پائیں اور ان عقائد کے باوصف آپ اپنے کو اہلحدیث اور اہلسنت ہی سمجھیں ، مگر ہمارے نزدیک صحابہ کرام کے بارے میں جن کا یہ عقیدہ اور مذہب ہو ان کا تعلق اہلسنت والجماعت سے قطعاً نہیں ہے ، اور ان شاء اللہ آپ بھی اگر اہلحدیث ہوں گے تو ہماری بات کو قبول کریں گے اور ہماری موافقت فرمائیں گے ۔

(۲) آپ کا دوسرا سوال ہے کہ جب اہلحدیث فرقہ اپنے کو اہلحدیث کہتا ہے تو

Scanned by CamScanner

اس کو ہم غیر مقلد کیوں کہتے ہیں۔

اس کا جواب اوپر والے جواب ہی سے معلوم ہو گیا کہ اہلحدیث نام رکھنے سے کوئی فرقہ اہلحدیث نہیں ہو جائے گا، شیعہ اگر صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے اور قرآن کو محرف ماننے کے باوجود اپنے کو مسلمان کہیں تو ان کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا، قادیانی ختم نبوت کا انکار کریں اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے بارے میں گندی باتیں کہیں اور پھر خود کو مسلمان بھی کہیں تو کوئی عقل والا ان کو مسلمان نہیں کہے گا، کوئی فرقہ یا جماعت اپنا کچھ بھی نام رکھ لے اگر اس کے عقائد درست نہیں ہیں تو اس کو ہدایت یافتہ جماعت نہیں قرار دیا جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ حضرات یعنی اہلحدیث نام کا فرقہ تقلید کو شرک بتلاتا ہے، کافرین اور مشرکین کے بارے میں قرآن کی جو آیتیں ہیں ان کا مصداق مقلدین کو بھی قرار دیتا ہے اور ان کو کافروں اور مشرکوں کی فہرست میں رکھتا ہے، تو جب تقلید شرک ہے اور مقلدین مشرک ہیں تو عدم تقلید عین ایمان قرار پایا، اور لفظ غیر مقلدین مومنین کا ہم معنی ہوا، تو آخر تقلید کو شرک سمجھتے ہوئے یا کم از کم گمراہی سمجھتے ہوئے غیر مقلد یا غیر مقلدیت کا کلمہ آپ حضرات کو ناگوار کیوں ہوتا ہے۔ یہ تو آپ کا حقیقی و اصلی نام ہے، اس لفظ یا نام کا استعمال تو آپ حضرات تارکین تقلید کو بطور فخر کرنا چاہئے۔ اس نام سے معلوم نہیں آپ حضرات کو چڑ کیوں ہوتی ہے۔ غیر مقلدیت کو آپ عین ایمان بھی قرار دیں اور غیر مقلد کے لفظ سے آپ چڑیں بھی یہ منطق ہمارے پلے نہیں پڑتی، براہِ کرم آپ بتلائیں کہ جب آپ کا مذہب عدم تقلید ہے تو غیر مقلد کا لفظ آپ کو ناگوار کیوں ہے؟

آپ حضرات نے اپنا مختلف نام رکھا ہے، کبھی اپنے کو موحد کہا، کبھی محمدی کہا، کبھی اہلحدیث کہا کبھی سلفی کہا، کبھی اثری کہا مگر ان تمام ناموں کا اپنے کو صحیح مصداق قرار دینے کیلئے آپ حضرات بڑا زور صرف کرنا پڑے گا مثلاً اگر اپنے کو موحد کہیں گے

Scanned by CamScanner

میرے بھائی یہ آپ حضرات کی محض قوالی ہے، اور صرف زبانی دعویٰ ہے، یہ آپ کا عقیدہ و مذہب نہیں ہے، اگر یہی عقیدہ و مذہب ہوتا تو صحابہ کرام کے بارے میں آپ کا عقیدہ و مذہب وہ نہ ہوتا جن کا پہلے سوال کے جواب میں قدر تفصیل سے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اللہ کے رسول کا صریح ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین اور آپ کا عقیدہ اور مذہب خلفاء راشدین مہدیین کے بارے میں یہ ہے کہ نہ ان کا قول حجت نہ فعل و فہم، بلکہ آپ کا عقیدہ ہے کہ خلفاء راشدین خلاف کتاب و سنت کام کرتے تھے اور کچھ لوگ صحابہ میں سے معاذ اللہ فاسق بھی تھے۔

قرآن کا ارشاد ہے: السّابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ اس آیت میں صحابہ کرام کے متبعین کے بارے میں بشارت خداوندی ہے کہ ان سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، مگر آپ کی جماعت کو صحابہ کرام کی اتباع و تقلید سے عار اور شرم ہے، بلکہ آپ کو (حکم خداوندی اور فیصلہ خداوندی کے خلاف) صحابہ کرام کی ایک جماعت کو رضی اللہ عنہم کہنا بھی گوارا نہیں ہوتا، زبان سے آپ بڑا سے بڑا دعویٰ کر سکتے ہیں مگر اہل نظر تو آپ کے ہر دعویٰ کو حقائق کی کسوٹی پر رکھیں گے، اس کے بعد ہی آپ کا کوئی دعویٰ معتبر ہوگا، اور آخری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ کی یہی بات کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو کتاب و سنت سے ثابت ہو وہی مذہب اور دین ہے، آپ کو اہلسنت والجماعت سے خارج کرتی ہے، اسلئے کہ تمام اہلسنت کے نزدیک دلائل شرعیہ چار ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع، اور قیاس۔ شیعوں نے اجماع اور قیاس کا انکار کیا تو مسلمانوں نے انکو اہلسنت سے خارج کر دیا تو اجماع اور قیاس کے انکار کے بعد آپ کو کیسے اہلسنت میں سے شمار کیا جائے گا۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

اکابرِ دیوبند کے بارے میں
ایک غلط پروپیگنڈہ ایک سوچی سمجھی شرارت

مکرمی حضرت مولانا محمد ایوب صاحب قادری پوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

غیر مقلدین جس کا دیوبند کی طرف منسوب جس واقعات کا بنیاد بنا کر پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دیوبندیوں کے عقیدہ میں بندہ بھی موت و حیات پر قادر ہوتا ہے اور اکابر دیوبند کو یہ قدرت حاصل تھی اس کی حقیقت کیا ہے۔

کیا کسی بندہ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ مردہ کو زندہ یا زندہ کو مردہ کر دے؟

براہ کرم جواب باصواب سے نوازیں۔

والسلام

فرقان احمد حکمو

نحمدہ ونصلی! موت و حیات کا مالک صرف اللہ ہے، کسی کو مارنا یا بطلانا بندہ کی قدرت میں نہیں ہے، نہ اس پر کسی کو قدرت حاصل ہے، نہ کسی پیر ولی کو، تمام صحیح عقیدہ مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے۔

دیوبندیوں کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کا عقیدہ ہے کہ مارنے اور جلانے پر بندہ بھی قادر ہے اور اکابر دیوبند کو یہ قدرت حاصل تھی بدترین جھوٹ ہے، اور ایسا

Scanned by CamScanner

تنہا ہے جس کا سچائی سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، جو لوگ دیوبندیوں کے بارے میں اس قسم کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں ان کو خدا کے قہر و غضب سے ڈرنا چاہیے۔

اس وقت غیر مقلدین سخت احساس کمتری کا شکار ہیں اسی وجہ سے وہ اس قسم کے بیہودہ و لایعنی باتیں عوام میں پھیلاتے ہیں اور اکابر دیوبند سے جاہلوں کو برگشتہ کرنے کی مقدس خدمت انجام دیتے ہیں۔

کرامات کے بعض جزئی واقعات کو بنیاد بنا کر کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کا عقیدہ ہے اکابر کے بارے میں مارنے اور جلانے کا ہے اور یہ کہ ان کے اکابر کو اس پر قدرت حاصل ہے اس کا ہلکا سے ہلکا نام شرارت رکھا جا سکتا ہے، غیر مقلدین شرارت کا یہی کام انجام دے رہے ہیں۔

معجزہ اور کرامت کے حق ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس کا منکر اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، معجزہ نام ہے خرق عادت امر کا، معجزہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتا ہے، خرق عادت ہی کی ایک قسم کا نام کرامت ہے کرامت اللہ والوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے۔

جس طرح ہر وقت معجزہ دکھانے پر قادر نہیں ہوتا اسی طرح ولی کے ہاتھ پر ہر وقت کرامت ظاہر نہیں ہوتی ہے اور جس طرح معجزہ اصلاً خدا کا فعل ہوتا ہے اسی طرح کرامت بھی اللہ ہی کا فعل ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مردہ زندہ ہو جاتا تھا، اندھا بینا ہو جاتا تھا اور کوڑھی اچھا ہو جاتا تھا اور آسمان سے کھانوں سے بھرا ہوا سرخوان اترتا تھا حضرت عیسیٰ کے ان معجزات کو دیکھ کر یہ کہنا کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مارنے اور جلانے اور بیماریوں کو شفا دینے اور آسمان سے روزی برسانے پر قادر تھے، بالکل خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت بات ہوگی، کسی مسلمان کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر تھا اور اللہ کی قدرت سے تھا اور

Scanned by CamScanner

ہوتے تھے۔

آنحضورؐ کے زمانہ میں ایک شخص بائیں ہاتھ سے پانی پیتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ دائیں ہاتھ سے پانی پیو، اس نے شرارتاً کہا مجھ کو اس پر قدرت نہیں ہے، آپ نے اس سے کہا کہ اگر تجھے اس پر قدرت نہیں ہے تو اب سچ مچ تجھے اس پر قدرت نہ رہے گی۔ آپ کی بد دعا کا اثر یہ ہوا کہ ساری زندگی اس کا دایاں ہاتھ کام کا نہیں رہا۔

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ تھا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نفع و نقصان کے مالک تھے۔

کرامت اس قسم معجزات ہے جو اللہ کے نیک و صالحین بندوں سے ظاہر ہوتی ہے، کرامات کے واقعات سے عقیدہ مستنبط نہیں کیا جا سکتا اور نہ ایسا کرنا جائز ہوگا جس طرح معجزہ انبیاء کے حق ہونے پر دلیل ہوا کرتا ہے اسی طرح کرامت سے بزرگوں کا اللہ سے قرب و تعلق ظاہر ہوتا ہے اور کرامت اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اس بندہ کا مقام و مرتبہ اللہ کے یہاں بہت بلند ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ کا ولایت و بزرگی میں مقام بہت بلند تھا، ان کی زندگی تقویٰ و پرہیزگاری، عبادت و عبدیت کا کامل و مکمل نمونہ تھی، ان کے تقویٰ و بزرگی کی شہادت ان کے تمام معاصرین نے دی ہے، شیعوں سے آپ کی مناظرانہ گفتگو رہا کرتی تھی، اسی طرح کی ایک گفتگو میں شیعوں کے بڑے بڑے علماء کو منہ کی کھانی پڑی تھی اور عوام میں ان کی کافی بے عزتی و بدنامی ہوئی تھی، شیعوں نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے بدلہ لینے کی سازش رچی، انھوں نے ایک جھوٹا جنازہ تیار کیا اور ایک نوجوان کو اس پر سلایا اور اسے سکھلایا کہ ہم جنازہ کی نماز مولانا محمد قاسم نانوتوی سے پڑھوائیں گے وہ جب دوسری

Scanned by CamScanner

یا تیسرا دن گزر گیا یا نواں دن گزر جاتا، اسی طرح حضرت تھانوی کا انتقال ہو جائے گا اور ہم ان سے اپنی بدنامی کا بدلہ لے لیں گے۔

چنانچہ جب پروگرام شیعہ بنا دیا گیا کہ حضرت تھانوی کے پاس جائیں اور ان سے اس مصنوعی جنازہ کے نماز پڑھانے پر اصرار کیا۔ حضرت تھانوی تیار نہیں ہوئے انھوں نے بہت ضد کی، تو حضرت تیار ہو گئے، اور جب جنازہ کے قریب پہنچے تو ان کے قلب میں یہ ڈالا گیا کہ یہ شیعوں کی شرارت ہے اور آپ سے انتقام لینے کی سازش ہے۔ حضرت کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ مگر آپ نے نماز پڑھائی اور غصہ کی حالت میں فرمایا کہ اب یہ شخص قیامت تک اٹھ نہیں سکے گا۔ نوجوان مر چکا تھا اور شیعوں میں آہ و بکا مچ گیا۔ حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے شیعہ خاندان نے شیعیت سے توبہ کر لی اور صحیح العقیدہ سنی مسلمان بن گئے۔

اس پورے واقعہ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس کی بنیاد پر یہ کہا جائے کہ دیوبندیوں کے عقیدہ میں ان کے اکابر مارنے اور جلانے پر قادر تھے۔ اللہ کی شان میں گستاخی اللہ کو پسند نہیں آتی، اور اللہ حق کی آبرو کی حفاظت کیلئے اگر اپنی قدرت سے کسی بزرگ کے ہاتھ پر اس قسم کی کرامت ظاہر کر دے تو آخر اس میں استبعاد کیا ہے اور تعجب کی کیا بات ہے۔

غیر مقلدین نے اسی واقعہ کو بہت اچھالا ہے اور اسی واقعہ کو بنیاد بنا کر یہ پروپیگنڈہ شروع کیا ہے کہ دیوبندیوں کا اپنے اکابر کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ انھیں مارنے اور جلانے پر قدرت حاصل تھی۔

ہم دیوبندی کیا عقیدہ رکھتے ہیں، غیر مقلدین کو ہم سے پوچھنا چاہئے نہ کہ وہ اپنی طرف سے گڑھ کر جو عقیدہ چاہیں ہماری طرف منسوب کر دیں، اس کا نام شرارت ہی رکھا جا سکتا ہے۔

کرامات کا انکار کرنا یا اس کا استہزاء اور مذاق کرنا بدعقیدگی کی دلیل ہے۔

Scanned by CamScanner

امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے نیک بندوں کے ہاتھوں پر خرق عادات امور ظاہر کرتے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فان خوارق العادات انما تکون لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وکذلک التابعین لہا ظاہراً وباطناً (فتاویٰ جلد ۱۱ ص ۱۲۰)	یعنی کرامات امتِ محمدیہ کے ان افراد کیلئے ہوتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری و باطنی طور پر متبع ہوتے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

"اللہ کے متقی بندے وہ ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں، آپ نے جس کا حکم دیا اس کو کرتے ہیں اور جس سے منع کیا ان سے رکتے ہیں۔ تو اللہ اپنے ملائکہ اور روح القدس سے ان کی تائید کرتا ہے اور ان کے دلوں میں اپنے انوار القاء کرتا ہے، ان کیلئے کرامات ہوتی ہیں، ان سے اللہ اپنے متقی بندوں کو نوازتا ہے اور ان کو اعزاز بخشتا ہے۔"

(ایضاً ص ۱۲۴)

نیز فرماتے ہیں:

وکرامات اولیاء اللہ انما حصلت ببرکۃ اتباع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وھی فی الحقیقۃ داخلۃ فی معجزات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (ایضاً ص ۱۲۵)	یعنی اولیاء اللہ کی کرامات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہیں، یہ کرامات حقیقت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہی کا حصہ ہیں۔

غرض اولیاء کی کرامات اپنی جگہ برحق ہیں جس طرح معجزات کا انکار کرنا گمراہی ہے اور دہریت اور الحاد کی علامت ہے اسی طرح اولیاء کی کرامات کا انکار کرنا بھی بدعتی

دیگر اسی وجہ سے الحاد ہے۔

معجزات اور کرامات میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ جو ولی عادت اور اگر انبیاء سے ظاہر ہوں تو معجزہ کہلاتے ہیں۔ اور اگر اولیاء سے ظاہر ہوں تو انھیں کرامات کا نام دیا جاتا ہے۔ معنوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ صرف نسبت کے بدلنے سے نام کا فرق ہو جاتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور دیگر لوگوں سے کرامات کے بیشمار واقعات ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ان میں سے کچھ کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ جب سورۂ کہف پڑھتے تو آسمان سے چھت سی تھا بادل پھیلا ہوا تھا اور اس میں چراغوں کی طرح روشنی چمکتی رہتی تھی۔ ان کی تلاوت سنتے کیلئے آسمان سے تشریف لاتے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔

حضرت سلمان و حضرت ابو الدرداء جس برتن میں کھانا کھاتے تو برتن تسبیح کرتا یا برتن میں جو کھانا ہوتا وہ تسبیح کرتا۔

حضرت عباد بن بشر اور حضرت اسید بن حضیر ایک رات اندھیری رات میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اپنے گھر جا رہے تھے تو ان کے سامنے روشنی پیدا ہو گئی اور جب ایک محلہ پر وہ الگ الگ ہوئے تو وہ دونوں کے ساتھ الگ الگ روشنی ہو گئی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کے اپنے گھر لے گئے۔ کھانا کم تھا عورتوں کو چلے سے کھلا دیا۔ مہمانوں نے آسودہ ہو کر کھانا کھایا۔ حضرت ابو بکر نے کچھ نہیں کھایا۔ بعد میں دیکھا تو بچا ہوا کھانا پہلے سے زیادہ تھا پھر کھانے کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اصحاب نے کھایا اور سب آسودہ ہوئے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہجرت کے سفر پر تھیں۔ ان کے ساتھ کھانا تھا

کچھ نہیں تھا، روزہ سے تھیں پیاس کی شدت سے پریشان حال تھیں، جب افطار کا وقت ہوا تو اپنے سر پر کچھ آہٹ محسوس کی سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک ڈول لٹکا ہی ہے اس سے پانی پیا، اور اس ڈول کی برکت کا اثر یہ تھا کہ ساری زندگی انھیں پیاس ہی نہیں لگی۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ راستہ بھول گئے، راستہ میں ایک شیر ملا انھوں نے شیر سے کہا کہ وہ آنحضورؐ کے قاصد ہیں تو شیر نے ان کو صحیح راستہ کی رہنمائی کر دی۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا حال کا یہ تھا کہ جب وہ کسی بات پر قسم کھا لیتے تھے تو اللہ ان کی قسم کو پورا کرتا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا، قلعہ والوں نے کہا کہ ہم قلعہ کو تمہارے سپرد اس وقت کریں گے جب تم یہ زہر پی لو انھوں نے زہر پی لیا اور انھیں کچھ نہیں ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے منبر سے یا ساریہ الجبل کی آواز لگائی اور حضرت ساریہ کو یہ آواز ملک شام میں سنائی دی۔

حضرت زبیرہ رضی اللہ عنہا کو اسلام لانے کی وجہ سے مشرکین ستاتے تھے، مشرکین کے ستانے سے ان کی آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور وہ اندھی ہوگئیں، مشرکین نے کہا کہ تمہاری آنکھ کی روشنی ہمارے معبود لات و عزیٰ نے ختم کر دی ہے، حضرت زبیرہ نے کہا ہرگز نہیں، اور اللہ نے ان کے اس ایمان و یقین سے بھرے انکار پر ان کی آنکھ کی روشنی لوٹا دی۔

اروی بنت حکم نے حضرت سعید بن زید کے اوپر ایک جھوٹا الزام لگایا، حضرت سعید نے اس کیلئے بد دعا کر دی کہ اللہ تو اس کو اندھا کر دے اور اس کی زمین ہی میں تو اس کو موت دے، چنانچہ اروی اندھی ہوگئی، اور خود اپنی زمین کے

ایک گڈھے میں گر کر مر گئی۔

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بحرین کے حاکم تھے، بڑے مستجاب الدعوات تھے، ان الفاظ سے دعا مانگتے یا علیم، یا حلیم یا علی یا عظیم اور ان کی دعائیں قبول ہوتیں، ایک دفعہ لوگوں کو پینے اور وضو کے لئے پانی نہیں مل رہا تھا، چنانچہ انھوں نے دعا کی اور پانی برس گیا۔

صحابہ کرام سمندر پار کرنا چاہتے تھے، سمندر کا پار کرنا مشکل تھا، حضرت علاء نے دعا کی تمام اصحاب رسول سمندر میں گھوڑوں کے ساتھ کود گئے اور سمندر پار کر لیا اور گھوڑوں کی زین تک نہیں بھیگی۔

اپنے لئے انھوں نے دعا کی مرنے کے بعد ان کا بدن لوگ نہ دیکھیں، قبر میں جب ان کو اتارا گیا تو ان کا بدن قبر سے غائب تھا۔

حضرت ابو مسلم خولانی اپنے اصحاب کو لے کر دجلہ چلتے ہوئے پار کر گئے، اسود عنسی جو نبوت کا دعویٰ کرتا تھا اس نے ابو مسلم خولانی سے اپنی رسالت کا اقرار لینا چاہا انھوں نے انکار کیا، اس نے کہا کہ تم محمد کو اللہ کا رسول سمجھتے ہو، انھوں نے کہا ہاں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہوں، اس پر اسے غصہ آیا اور ان کو آگ میں ڈالدیا لوگوں نے دیکھا کہ آگ میں یہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، اور آگ ان کے لئے برد و سلام بن گئی ہے۔

انھیں کا واقعہ ہے کہ خادم نے ان کے کھانے میں زہر ملا دیا، انھوں نے کھانا کھالیا اور زہر نے اثر نہیں کیا۔

انھیں کا واقعہ ہے کہ ان کی بیوی کو ایک عورت نے ان کے خلاف بھڑکایا تو انھوں نے اس عورت کیلئے بددعا کر دی وہ اندھی ہو گئی، اس نے آکر ان سے معافی مانگی اور توبہ کی تو دوبارہ دعا کی اور اس کی آنکھ واپس آگئی۔

حضرت عامر بن عبد قیس اپنا وظیفہ دو ہزار درہم اپنی آستین میں لے کر نکلتے،

Scanned by CamScanner

راستہ میں جو سائل ملتا اس کو بلا گنے اس میں سے دیتے جاتے پھر جب گھر آ کر اس کو شمار کرتے تو وہ جوں کا توں رہتا۔

انھوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ جاڑے کے دنوں میں ان کو وضو کرنے میں سہولت رہے تو ان کے پاس وضو کا پانی لایا جاتا اور سخت سردی میں اس میں سے گرم گرم بھاپ نکلتی۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو حجاج تلاش کر رہا تھا وہ انھیں سزا دینا چاہتا تھا اس کے سپاہی چھ دفعہ ان کے گھر گئے انھوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ ان سپاہیوں کو نظر نہ آئیں، چنانچہ وہ موجود رہتے مگر حجاج کے سپاہی ان کو دیکھ نہ پاتے۔

انھیں کا واقعہ ہے کہ ایک خارجی ان کو ستاتا تھا انھوں نے بد دعا کر دی وہ اسی وقت گرا اور مر گیا۔

صلۃ بن اشیم ایک بزرگ ہیں، وہ جہاد میں تھے ان کا گھوڑا مر گیا، انھوں نے دعا کی اور ان کا مرا گھوڑا زندہ ہو گیا۔

ایک دفعہ انھیں بھوک لگی اور کھانے کو کچھ نہیں تھا، انھوں نے دعا کی تو ان کے پیچھے تر و تازہ کھجور کا ریشمی کپڑا میں لپٹا ہوا خوشہ گرا، انھوں نے اسے کھایا اور شکم سیری حاصل کی، اور یہ بابرکت کپڑا ان کی بیوی کے پاس بہت دنوں تک رہا۔

واقعہ حرہ میں مسجد نبوی میں کئی دنوں تک نماز اور اذان نہیں ہوئی، حضرت سعید بن مسیب تنہا مسجد میں ہوتے اور نماز کے وقت آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے انھیں اذان کی آواز سنائی دیتی۔

قبیلہ نخع کا ایک آدمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا، راستہ میں اس کا گدھا مر گیا، اس نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کی اور اس کا گدھا زندہ ہو گیا۔

اویس قرنی کا جب انتقال ہوا تو ان کے کپڑوں میں تیار شدہ کفن بھی ملا، حالانکہ یہ پہلے موجود نہیں تھا اور قبر بھی کھدی ملی قبر کو بھی پہلے سے کھودا نہیں گیا تھا۔

Scanned by CamScanner

عمرو بن عتیبہ بن فرقد گری کے زمانہ میں ایک ابر پڑ رہے تھے کہ آسمان میں بادل
ظاہر ہوا اور ان کے سر پر چھتری بن گیا۔ یہ جانور چراتے اور ان کی حفاظت رمضہ سے کرتے۔
مطرف بن عبداللہ جب گھر میں داخل ہوتے تو ان کے برتن بھی ان کے
ساتھ تسبیح کرتے۔

عبدالواحد بن زید کو فالج کا اثر ہو گیا تھا، انھوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ
وضو کے وقت ان کے اعضاء اصلی حالت پر ہو جایا کریں، چنانچہ جب وہ وضو کرتے تو ان
کے اعضاء ٹھیک ہو جاتے اور وضو کے بعد پھر فالج زدہ ہو جاتے۔

ان کرامات کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں، وھذا باب
واسع۔ (ص ۱۸۲ ج ۲) یعنی اس طرح کے واقعات بے شمار ہیں۔

آپ ان کرامات میں غور فرمائیں ہر طرح کی کرامتیں ہیں، اللہ والوں کی بددعا
سے مردہ کے مرنے کا واقعہ بھی ہے اور ان کی دعا سے مرے ہوئے کے زندہ ہونے کا
واقعہ بھی ہے۔ اللہ والوں کی دعا سے آنکھ کی روشنی واپس بھی آ جاتی ہے اور ان کی بددعا سے
آدمی اندھا بھی ہو جاتا ہے، اور یاد رکھئے یہ بھی انسان اس طرح چلتے نظر آتا ہے کہ اس
کے کپڑے بھی نہیں بھیگتے، اور ابو مسلم خولانی پر آگ اس طرح برد و سلام بن جاتی ہے،
جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ گلزار بن گئی تھی اور وہ آگ میں نماز
پڑھتے نظر آتے ہیں، حضرت سعید بن مسیب کو اللہ کے رسول کی قبر سے اذان سنائی دیتی
ہے، اور ایسے بھی اللہ والے نظر آتے ہیں کہ آسمان سے ان کیلئے رزق نازل ہوتا ہے۔

بزرگوں سے کرامات کا ظہور تواتر سے ثابت ہے، اس کا انکار کرنا مشاہد محسوس
چیز کا انکار کرنا ہے۔

اب اگر اسی طرح کی کوئی کرامت دارالعلوم دیوبند کے اکابر سے ظاہر ہو جائے تو
غیر مقلدین کو اس پر تعجب کیوں ہے۔

اور اگر حضرت نانوتوی کے ہاتھ پر یہ کرامت ظاہر ہو جائے کہ ان کی بددعا سے ان کا

Scanned by CamScanner

کوئی دشمن مرجائے اور اس کا جانشین یہ ہو کہ بہت سے گمراہ راہ حق پر آجائیں اور بدعقیدہ صحیح العقیدہ بن جائیں تو آخر غیر مقلدین کی پیشانی پر شکن کیوں پڑ جاتی ہے۔

غیر مقلدین کے اکابر میں بھی کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں جو غیر مقلد ہونے کے باوجود اللہ والے تھے، اللہ دین اور بزرگوں کا اکرام اور احترام کرتے تھے، سنت کے پابند تھے، سلسلہ تصوف سے جڑے ہوئے تھے، ان کی زندگی پاکیزہ تھی، ان کے اخلاق اسلامی تھے، ان کی راتیں عبادت میں گزرتی تھیں، اور ان کی زبان پر اللہ کا نام رہتا تھا، حرام اور مشتبہات سے بچتے تھے، تقویٰ اور ورع میں ممتاز تھے، وہ اہلحدیث تھے، سنت کی اتباع ان کا مقصود تھا، تو ان اللہ والے اہلحدیث غیر مقلدین کے ہاتھوں پر بھی کرامات کا ظہور ہوتا تھا، اور ان کی کرامات کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔

مولانا عبداللہ غزنوی مشہور بزرگ صوفی غیر مقلد اہلحدیث عالم تھے، انھوں نے ایک دفعہ اپنے شاگرد میاں غلام رسول سے غصہ میں فرمایا کہ مولوی رسول تو مولوی شدی محدث شدی عالم شدی واعظ شدی واللہ ہنوز مسلمان نہ شدی، یعنی مولوی رسول تم مولوی بن گئے، محدث بن گئے، عالم بن گئے، واعظ بن گئے مگر خدا کی قسم ابھی مسلمان نہیں بنے۔ یہ کہنا تھا کہ مولوی غلام رسول میاں فرش پر گر گئے اور تڑپنے لگے، پھر مولانا عبداللہ غزنوی نے ان سے کہا کہ بگو لا الٰہ الا اللہ، یعنی لا الٰہ الا اللہ کہو، یہ کہنا تھا کہ مسجد کے در و دیوار سے لا الٰہ الا اللہ کی آواز آنے لگی۔" (روداد غزنوی ص ۱۱۱)

حاشیہ اگلے صفحہ پر

مولانا غلام رسول صاحب قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید فرماتے ہیں کہ میں غریب آدمی تھا میرے پاس پیسے نہیں تھے کہ دودھ گھی خرید کر کھا سکوں میرے پاس ایک بہت بوڑھی اور کمزور بھینس تھی جو گابھن نہیں ہو سکتی تھی، میں نے مولانا سے کہا کہ دعا کریں کہ خدا کوئی دودھ گھی کا انتظام کر دے، مولانا نے فرمایا کہ تمہاری وہی بھینس گابھن ہو چکی ہے اور عنقریب بچہ دینے والی ہے، وہ مدت تک دودھ دیتی رہے گی اس مرید کا بیان ہے کہ سچ مچ وہ بھینس تھوڑے ہی دنوں میں دودھ دینے لگی اور قریباً گیارہ مرتبہ وہ گابھن ہوئی اور اس نے بچہ دیا اور ہمیں بہت دنوں تک دودھ ملتا رہا۔

(کرامات اہلحدیث ص ۱۳)

اگر ابن بازیوں اور البانیوں اور سلفیت زدہ غیر مقلدوں کو اس قسم کی کرامتوں سے انکار ہے تو رہا کرے، ان کے انکار سے حقیقت تو نہیں بدل جائے گی، بزرگوں کی کرامتیں برحق ہیں اور برحق رہیں گی کسی کے انکار سے سورج کی روشنی مدھم نہیں پڑتی۔

البتہ کرامتوں کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان کو کائنات میں تصرف کا اختیار حاصل ہو گیا ہے، جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں کا خیال ہے، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ کرامت کا ظہور بزرگوں سے ہوتا ہے مگر وہ فعل خدا کا ہوتا ہے، بزرگوں کا اس سے صرف ظاہری تعلق ہوتا ہے۔

---

(۱) مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا حال یہ تھا انہ کان فی جمیع احوالہ مستغرقا فی ذکر اللہ عز وجل حتی ان لحمہ وعظامہ واعصابہ واشعارہ وجمیع بدنہ کان متوجہا الی اللہ تعالیٰ فانیا فی ذکرہ عز وجل (داؤد غزنوی ص ۲۱۸) یعنی وہ ہر وقت اور ہر حالت میں خدائے بزرگ و برتر کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے حتی کہ ان کا گوشت انکی ہڈیاں، ان کے پٹھے اور ان کے بال اور پورے بدن اللہ کی طرف متوجہ تھے، اللہ عزوجل کے ذکر میں فنا ہو گئے تھے۔

غیر مقلد ہونے کے باوجود جب مولانا عبداللہ غزنوی میں یہ حالت پیدا ہوئی تو ان کے ہاتھوں پر بھی کرامات ظاہر ہوتی تھیں۔

Scanned by CamScanner

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا فتویٰ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

کی شان گھٹانیوالا یا بدترین جاہل ہے یا زندیق ہے یا منافق ہے

محترم المقام حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

نظام آباد آندھرا پردیش کے علاقہ میں بعض غیر مقلدین حضرات اختلافی مسائل پر گفتگو کرتے رہتے ہیں، آجکل انھوں نے ایک نیا شوشہ پیدا کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کی بہت سی چیز کو بھول گئے تھے، رفع یدین کرنا آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ متواترہ تھی مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سنت کو بھلا دیا تھا، یہ لوگ تحفۃ الاحوذی ترمذی کی شرح کا حوالہ دیتے ہیں، براہ کرم آپ اس بارے میں ہمیں صحیح معلومات فراہم کریں۔

محمد اسحٰق شیخ عطاء اللہ

نظام آباد، مقیم حال کریم نگر

آندھرا پردیش

ناظرین! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص خدام میں سے آپ کا شمار ہوتا ہے، علم و فقہ میں آپ کا مقام حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے برابر کا تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ہی صحابہ کا نام لے کر ان کی اقتدا، اور پیروی کا حکم دیا ہے ان میں سے

Scanned by CamScanner

ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ تم لوگ قرآن کریم کی تعلیم چار آدمیوں سے حاصل کیا کرو، ان میں پہلا نام آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اہم معاملات میں شریک رکھتے اور ان سے مشورہ لیتے، کوفہ والوں کی تعلیم کے لئے بطور خاص ان کو بھیجا تھا اور کوفہ والوں سے کہا تھا کہ ابن مسعود علم کا بھرا ہوا پیالہ ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود سابقین اولین میں سے ہیں، جن کی اتباع و اقتدا کرنے والوں کو قرآن پاک میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے، اور رضوان خداوندی کا انھیں مژدہ سنایا گیا ہے۔ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ نماز میں اصحاب عقل و فہم مجھ سے قریب رہیں انھیں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے۔

ایسے جلیل القدر اور صاحب فضل و کمال اور فقیہ صحابی کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے نماز کی بہت سی چیزوں کو بھلا دیا تھا، اور رفع یدین جو سنت متواترہ عمل تھا اس کو بھی بھول گئے تھے، یہ شیعی ذہنیت کا کرشمہ ہے اور انتہائی درجہ جہالت کی بات ہے، صحابہ کرام کے بارے میں اس قسم کی باتیں رافضی قسم کے لوگ کرتے ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نہایت متعصب اور لاپرواہ غیر مقلد عالم تھے، انھوں نے رفع یدین کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ رافضیوں والی بات نقل کی ہے، رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کا مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر مقلدین کا یہ تبصرہ ایسا ہے کہ اس سے ان کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

رفع یدین کے مسئلہ میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بہت اچھل کود مچائی ہے مگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فیصلہ کے بعد کہ وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان

واھل الکوفۃ ۔ (ترمذی)

یعنی رفع یدین نہ کرنا ہی اہل علم صحابہ کرام اور تابعین کی اکثریت کا قول ہے اور یہی سفیان ثوری اور تمام اہل کوفہ کا مذہب ہے ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعلان حق کے بعد مولانا عبدالرحمٰن غیر مقلد صاحب کی اس مسئلہ میں تمام دھما چوکڑی کی حقیقت اہل علم پر عیاں ہے الا یہ کہ اب غیر مقلدین یہ بھی کہیں کہ یہ تمام صحابہ و تابعین بھی زندگی بھر رفع یدین کو بھولے رہے اور یہی بھول والی نماز زندگی بھر پڑھتے رہے ۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب نے اپنے ہی جیسوں بدعقیدہ و بدعمل لوگوں کی تقلید میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شان میں نماز میں بھول جانے والی یہ گستاخانہ بات کہی ہے ، یعنی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی یہ بات خود ان کی اپنی تحقیق نہیں ہے بلکہ دوسروں کی تقلید میں انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی شان میں گستاخی کا یہ شاندار کارنامہ انجام دیا ہے ، اللہ انھیں معاف فرمائے ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی شان تو بہت عظیم ہے کسی ادنیٰ درجہ کے صحابی کے بارے میں اس قسم کی بات گستاخی ہی شمار ہوگی اور اس کا انجام نہایت بھیانک ہے ۔

چونکہ یہ بات بہت اچھالی گئی ہے اور اب بھی اچھالی جارہی ہے ، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی شان میں گستاخیوں کا یہ سلسلہ مسلسل جاری ہے اس لئے ہم یہاں حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی بات ان کے فتاویٰ سے سوال و جواب کے ساتھ اور اصل عربی عبارت کے ساتھ نقل کرتے ہیں تاکہ اہل حق پر یہ واضح ہو جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سلسلہ کہاں سے جڑا ہوا ہے ، سوال و جواب کے ساتھ فتاویٰ شیخ الاسلام کے جلد چہارم صفحہ ۲۵۰ کی عبارت ملاحظہ ہو !

وسئل عن جماعۃ اجتمعوا علیٰ امور متنوعۃ فی الفساد ومنھم

من اذا قرئ علیہ احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی یکون راویھا عبد اللہ بن مسعود ۔ او قیل لہ ، ھٰذا مذھب عبد اللہ بن مسعود شرع فی تنقیصہ واخذ یقدح فیہ ، ویجعلہ ضعیف الروایۃ، ویزعم انہ کان بین الصحابۃ منقوصًا حتی ان بعضھم لم یثبت فی المصاحف قراءتہ ، وانہ کان یحذف من القرآن المعوذتین ؟ ۔

سوال کا حاصل یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کو وہ حدیث سنائی جاتی ہے جس کے روایت کرنے والے حضرت عبد اللہ بن مسعود ہوتے ہیں یا ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کا مذہب ہے تو وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی تنقیص کرنے لگتے ہیں اور ان کی برائی میں لگ جاتے ہیں، اور ان کو کمزور روایت والا قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام میں ان کا درجہ بہت کم تھا، اور بعض تو ان سے اتنے بدگمان ہیں کہ اپنے قرآن میں ان کی قرأت روا نہیں رکھتے اور ایک اعتراض ان کا یہ بھی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اپنے قرآن سے معوذتین کو حذف کر دیا تھا، تو ایسے لوگوں کے بارے میں آپ کا فتویٰ کیا ہے ؟

اس کا جواب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تفصیل سے دیا ہے، اصل عبارت کے ساتھ ان کا جواب ملاحظہ فرمائیں ۔

فاجاب رحمہ اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ من اجلاء الصحابۃ واکابرھم حتی کان یقول فیہ عمر بن الخطاب کیف ملئ علما وقال ابو موسیٰ ما کنا نعد عبد اللہ بن مسعود الا من اھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور اکابر صحابہ میں سے تھے ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ وہ علم سے بھرا ہوا پیالہ ہیں، اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اس کثرت سے آنا جانا

Scanned by CamScanner

من كثرة ما نرى دخوله وخروجه
وقال صلى الله عليه وسلم اذا شئت
ان ترفع الحجاب، وان تسمع
سوادي حتى انهاك، وفي آخر
اقتدوا باللذين من بعدي
ابي بكر وعمر وتمسكوا بعهد
ابن ام عبد۔

وفي الصحيح من سره
ان يقرأ القرآن غضا كما انزل
فليقرأ على قراءة ابن ام عبد
ولما فتح العراق بعث عليهم
ليعلمهم الكتاب والسنة فهو
اعلم الصحابة الذين بعثهم
الى العراق وقال فيه ابو موسى
لا تسئلوني عن شيء ما دام هذا
الحبر فيكم، وكان ابن مسعود
يقول، لو اعلم ان احدا اعلم
بكتاب الله مني تبلغه الابل
لأتيته۔

وهو احد الثلاثة الذين
سماهم معاذ بن جبل عند
موته لما بكى مالك ابن يخامر

تھا کہ کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
گھر والوں میں آنا جانا دیکھتے تھے۔ حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے
میں خصوصی فرمان تھا کہ تم میرے گھر میں آنے
کیلئے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔
تم پردہ اٹھا کر اندر آ جایا کرو میں تمہارا منتظر
ہوں، اور جب تک میں منع نہ کروں تم
میری بارگاہ میں گفتگو سن سکتے ہو۔

اور سنن میں ہے کہ میرے بعد ابوبکر و عمر کی
پیروی کرو اور عبداللہ بن مسعود کے طریقے
کو لازم پکڑو۔

اور صحیح روایت میں ہے کہ جسے یہ اچھا
لگے کہ قرآن کو جیسا نازل ہوا تھا ویسا ہی تر و
تازہ پڑھے تو عبداللہ بن مسعود کی قرأت پر
پڑھے۔

اور جب عراق فتح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو وہاں کے پاس
بھیجا کہ وہ عراق والوں کو کتاب و سنت کی تعلیم
دیں پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان تمام صحابہ کرام
میں جن کو آپ نے عراق بھیجا تھا کتاب و سنت
کے سب سے بڑے عالم تھے

حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں

Scanned by CamScanner

السكسكي فقال له معاذ بن جبل
ما يبكيك؟ فقال: والله ما ابكي
على رصم بيني وبينك ولا على
دنيا اصيبها منك ولكن ابكي على
العلم والايمان الذين كنت
اتعلمهما منك۔

فقال: ان العلم والايمان
مكانهما من ابتغاهما وجدهما
اطلب العلم عند اربعة
فان اعياك هؤلاء فسائر
اهل الارض اعجز فهي ابن مسعود
وابي بن كعب وعبد الله بن
سلام واظن الرابع ابا الدرداء
وسئل علي عن علماء الناس
فقال واحد بالعراق ابن مسعود
وابن مسعود من طبقة
عمر وعلي وابي ومعاذ وهو
من الطبقة الاولى من علماء
الصحابة۔

فمن قدح فيه او قال:
هو ضعيف الرواية فهو من
جفن الرافضية الذين يقدحون

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے تھے کہ لوگو
جب تک ابن مسعود جیسا بڑا عالم تمہارے درمیان
موجود ہے تمہیں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں
ہے خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنے بارے
میں ارشاد تھا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کتاب اللہ کا
مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی عالم ہے تو میں
اس سے سیکھنے کیلئے دور سے دور تک کا سفر کروں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود ان تین صحابہ میں سے
ایک ہیں جن کا نام حضرت معاذ نے اپنی موت کے
وقت لیا تھا جب مالک بن یخامر سکسکی ان
کے پاس بیٹھے رو رہے تھے حضرت معاذ نے
ان سے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ تو انہوں نے
کہا کہ میں آپ کے رشتہ داری کی وجہ سے نہیں رو رہا
ہوں یا آپ سے مجھے کچھ مال ملا تھا اور اب وہ نہ ملے گا
بلکہ آپ سے جو علم اور ایمان کی بات میں سیکھتا تھا وہ
اب کس سے سیکھوں گا، تو حضرت معاذ نے فرمایا
کہ علم اور ایمان اپنی جگہ پر رہیں گے اور جو طلب
کریگا وہ پائیگا، تم میرے بعد علم چار کے پاس سے
حاصل کرنا اگر ان سے نہیں ملا تو پھر دنیا
والوں میں سے کسی سے بھی نہیں ملے گا، پھر
آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابی بن
کعب اور عبداللہ بن سلام کا نام لیا اور چوتھا

فی ابی بکر و عمر و عثمان وذلک یدل علی افراط جهله بالصحابة او زندقته ونفاقه۔

غایباً حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا لیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں علماء کون ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایک ہی عراق میں ابن مسعود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر حضرت علی اور حضرت معاذ کے طبقہ کے ہیں اور علماء صحابہ میں طبقہ اولیٰ کے آدمی ہیں۔

پس جو ان کے بارے میں بدگوئی کرتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ وہ ضعیف الروایۃ ہیں تو وہ رافضیوں کے قبیل کا آدمی ہے۔ جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں بدگوئی کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں بدگوئی کرنا صحابہ کرام کے مقام سے حد درجہ جہالت کی دلیل ہے یا اس کے زندیق اور منافق ہونے کی دلیل ہے۔

ان تمام لوگوں کو جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شان میں بدگوئی کرتے ہیں یا ان کی شان گھٹانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس جواب کی روشنی میں خود اپنے بارے میں فیصلہ کر لینا چاہیے کہ وہ کیا ہیں اور ان کا تعلق کس گروہ اور کس جماعت سے ہے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

Scanned by CamScanner

اجماع کا شرعی حکم

محترم المقام حضرت مولانا زاد مجدکم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

السلام علیکم

گذارش ہے کہ زمزم اور آپ کی کتابوں سے ہم لوگ برابر مستفید ہو رہے ہیں۔ الحمد للہ شہر بیجاپور میں اس سے کافی نفع ہوا، زمزم کے مضامین بہت موثر اور اطمینان بخش ہوتے ہیں۔

اب تک زمزم کے کسی شمارہ میں اجماع کے سلسلہ کی کوئی تحریر نہیں آئی ہے، شریعت میں اجماع کی کیا حیثیت و اہمیت ہے، براہ کرم اس پر ایک تحریر شائع فرمادیں۔

سید محمود قادری بیجاپور

زمزم !

علمائے اہلسنت کے یہاں اصول شریعت چار ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اجماع، اور قیاس۔ یہ وہ بات ہے جس پر تمام فقہی مذاہب متفق ہیں، تمام مذاہب کی اصول فقہ کی تمام کتابوں میں اس کی تصریح ہے، البتہ اہلسنت سے جو گروہ خارج ہیں مثلاً شیعہ خوارج معتزلہ وغیرہ تو ان کے یہاں اجماع کا اعتبار نہیں ہے، غیر مقلدین کی ایک جماعت نے شیعوں کے بہت سے اصولی و فروعی مسائل میں پیروی کی ہے، انھیں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ غیر مقلدین کا یہ گروہ اجماع کا بھی منکر ہے اور ان کے نزدیک شریعت

Scanned by CamScanner

کے اصول صرف دو ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔ چنانچہ غیر مقلدین کے بہت بڑے مصنف و عالم نواب وحید الزماں صاحب اپنی کتاب ھدیۃ المہدی میں فرماتے ہیں:

اصول الشرائع اثنان الکتاب والسنۃ۔ (ص ۸۳) — یعنی شریعت کے اصول صرف دو ہیں کتاب اور سنت

نواب صدیق حسن خاں صاحب نے حرف الجادی میں (یہ کتاب اصلاً نواب ہی صاحب کی ہے البتہ انھوں نے اس کو اپنے لڑکے کے نام سے شائع کیا ہے) اجماع کا رد بہت پر زور طریقہ پر کیا ہے، اور صاف صاف لکھا ہے۔

اور دین اسلام و ملت خیر الانام منحصر در دو چیز ست یکے کتاب عزیز و دیگر سنت مطہرہ۔

یعنی مذہب اسلام میں دلائل شرعیہ صرف دو چیزوں میں منحصر ہیں ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ

اجماع کا انکار اہلسنت والجماعت کا مذہب نہیں، یہ شیعوں اور دوسرے گمراہ فرقوں کا مذہب ہے۔ شیعوں کے تو اجماع سے انکار کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ اگر وہ ان کا انکار نہ کریں تو ان کے مذہب کی بنیاد ہی جو تکفیر صحابہ، اور انکار خلافت خلفاء ثلاثہ پر قائم ہے ڈھ جائے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماع ہی سے منعقد ہوئی تھی، صحابہ کرام کے زمانہ میں بہت سے امور اجماع سے طے پائے تھے۔ مثلاً تراویح باجماعت کا مسنون ہونا، یا جمعہ کی اذان میں اذان اقامت کا بھی مسنون قرار پانا، یا جنازہ پر چار ہی تکبیر کہنا وغیرہ بہت سے مسائل شرعیہ کی بنیاد اجماع ہی پر ہے، شیعہ ان تمام کے منکر ہیں۔

مگر غیر مقلدین نے جو اجماع کا انکار کیا ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ حالانکہ جن کو غیر مقلدین بظاہر اپنا امام سمجھتے ہیں یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ وہ نہ صرف

Scanned by CamScanner

اجماع کے قائل ہیں بلکہ اجماع کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وقد تنازع الناس فی مخالف الاجماع هل یکفر؟ علی قولین والتحقیق ان الاجماع المعلوم یکفر مخالفه کما یکفر مخالف النص بترکه۔ (فتاویٰ ج ۱۹ ص ۲۷۰)	یعنی لوگوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اجماع کے مخالف کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں اور تحقیقی بات یہ ہے کہ معلوم اجماع کا مخالف اسی طرح کافر ہے جیسے نص کا چھوڑنے والا اور اس کا مخالف۔

پھر فرماتے ہیں کہ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ اجماع دلیل قطعی ہے یا دلیل ظنی، پھر اپنی تحقیق ذکر کرتے ہیں کہ

والتحقیق قطعیه قطعی وظنیه ظنی۔ (ایضاً)	یعنی تحقیقی بات یہ ہے کہ اگر اجماع قطعی ہے تو وہ دلیل قطعی ہے اور اگر وہ ظنی ہے تو وہ دلیل ظنی ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے اکابر فرماتے ہیں کہ شریعت میں اجماع کوئی چیز نہیں ہے اور اصول شرع صرف کتاب و سنت ہیں، جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ دین کے احکام کا مدار تین چیزوں پر ہے، کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اجماع، ابن تیمیہ کے الفاظ یہ ہیں:

فمبنی احکام هذا الدین علی ثلاثة اقسام الکتاب والسنة والاجماع۔ (فتاویٰ ج ۲۰ ص ۹)	یعنی دین کے احکام کی بنیاد تین چیزوں پر ہے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع۔

اجماع کی تعریف کرتے ہوئے ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

معنی الاجماع: ان تجتمع علماء المسلمین علی حکم من الاحکام۔	یعنی اجماع کا مطلب یہ ہے کہ علماء مسلمین احکام میں سے کسی حکم پر اکٹھے ہو جائیں۔

پھر فرماتے ہیں:

Scanned by CamScanner

[illegible] اجماع الامۃ حجۃ
[illegible] کم [illegible] کون الامۃ [illegible]
[illegible] لا [illegible]
[illegible] ۔

(فتاویٰ [illegible] ج ۲ ص [illegible])

یہی وجہ امت کا اجماع کسی بات پر ثابت ہو جائے تو کسی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس سے باہر ہو اس لئے کہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

ایک جگہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

[illegible] المسلمین [illegible]
[illegible] اجماع [illegible]
[illegible] ۔

یہی مسلمانوں کے دین کی بنیاد کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع امت پر ہے۔ یہی تو دین اسلام کے یہ اصول ہیں جن میں خطا کا امکان نہیں۔

(فتاویٰ [illegible] ج ۱ ص [illegible])

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی یہ صاف اور واضح اعلان ہے کہ جس نے اجماع کا انکار کیا ہے یہ اس کا جواب ہے کہ اصول شرعیہ صرف دو ہیں اس کا منکر ہو سکتا نہیں ہے اور یہ اہلسنت والجماعت کا مذہب نہیں ہے، اہلسنت کی کتابوں کو آپ پڑھئے خود شیخ الاسلام کی کتابیں پڑھئے وہ جس طرح کتاب و سنت سے استدلال کرتے ہیں اسی طرح اجماع سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

یہ تو ہے خاص اجماع کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا پہلے حوالہ دیا اور غیر متعلق کیلئے خاص طور پر یہ حوالہ ہے۔

شرح مختصر الروضہ میں آپ اجماع کے اصل شرعی ہونے پر کلام کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ اجماع کی حجیت خود حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے

[illegible] ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لاتجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت ضلالت اور گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، خوب یاد رہے کہ امت سے مراد اس امت کے فقہاء و علماء ہیں، عام افراد مراد نہیں ہیں، جیسا کہ شیخ الاسلام کے بیان سے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے۔ اور شرح مختصر حاجب میں بھی اس کی تصریح ہے۔ (ص ۵۲۴) شرح ابن حاجب میں اجماع کے متعلق لکھا ہے۔

وھو حجۃ عند الجمیع ولا یعتد بالنظام وبعض الخوارج والشیعۃ۔ (ص ۵۲۹)

یعنی اجماع سب کے نزدیک حجت ہے، نظام معتزلی اور خوارج اور شیعوں نے جو اس کا انکار کیا ہے تو ان کا کچھ اعتبار نہیں۔

حافظ ابن عبد البر اس مسئلہ کے ذکر میں کہ پرانی قبر پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی اجماع سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قد اجمع العلماء انہ لا یصلی علی ما قدم من القبور وما اجمعوا علیہ حجۃ (التمہید ج ۶ ص ۲۷۹)

یعنی علماء کا اس پر اجماع ہے کہ پرانی قبروں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی اور علماء کا جس پر اجماع ہو وہ حجت ہے۔

سر کا بال منڈنا مکروہ ہے یا غیر مکروہ اس بارے میں فرماتے ہیں۔

ولا وجہ لکراھیۃ من کرھہ ولا حجۃ معہ من کتاب ولا سنۃ ولا اجماع۔ (ایضاً ج ۶ ص ۲۸۰)

یعنی جس نے سر منڈانے کو مکروہ سمجھا ہے اس کے پاس کتاب و سنت اور اجماع سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلاف کے نزدیک کتاب و سنت کے ساتھ اجماع بھی دلیل شرعی ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں،

والاجماع فی ھذا الباب اقوی من الخبر۔ (ص ۳۶۸)

کہ اس مسئلہ میں حدیث سے زیادہ قوی اجماع ہے۔

Scanned by CamScanner

امام اگر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں یا بیٹھ کر اس بارے میں کلام کرتے ہوئے حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

والدلیل علی ان حدیث هذا الباب منسوخ بما کان منه فی مرضه صلی الله علیه وسلم اجماع العلماء علی ان حکم القیام فی الصلوٰة علی الایجاب لا علی التخییر۔

(ص ۴۰، جلد ۲)

یعنی اس بات کی دلیل کہ امام کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں مقتدی کو بیٹھ کر پڑھنے کے حکم والی حدیث منسوخ ہے علماء کا اجماع ہے کہ نماز میں کھڑے ہونے کا حکم وجوبی ہے نہ کہ اختیاری۔

اگر اجماع امت دلیل شرعی نہ ہوتا تو امت کے اکابر اجماع سے استدلال نہ کرتے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے المستصفی میں اجماع کے موضوع پر بہت طویل گفتگو کی ہے اس کی حجیت اور دلیل شرعی ہونے کو عقل و نقل کی روشنی میں ثابت کیا ہے، اور پھر اس کا حکم بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وحکمه وجوب الاتباع وتحریم المخالفة۔ (ص ۱۵۴)

یعنی اجماع کا حکم یہ ہے کہ اس کی اتباع کی جائے گی اور اس کی مخالفت حرام ہو گی۔

ایک جگہ داؤد ظاہری اور ظاہریہ کا رد کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں:

ذهب داؤد وشعبة من اهل الظاهر انما لا حجة فی اجماع من بعد الصحابة وهو فاسد لان الادلة علی کون الاجماع حجة اعنی الکتاب والسنة والعقل لا تفرق بین عصر وعصر۔ (ص ۱۴۹)

یعنی داؤد ظاہری اور انکی جماعت ظاہریہ نے یہ کہا ہے کہ صحابہ کرام کے بعد کے لوگوں کا اجماع دلیل شرعی نہیں ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ انکی یہ بات فاسد اور غلط ہے، اسلئے کہ جن تین دلیلوں سے یعنی کتاب و سنت اور عقل سے اجماع کا حجت ہونا معلوم ہوا ہے وہ زمانہ اور زمانہ کی تفریق نہیں کرتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

پھر فرماتے ہیں کہ اگر کسی بات پر تابعین اجماع کریں تو وہ تمام امت کا اجماع کہلائیگا اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ سبیل المومنین سے برگشتہ قرار پائیگا۔ ان کی اصل عبارت بھی ملاحظہ ہو۔ فالتابعون اذا اجمعوا فھو اجماع من جمیع الامۃ ومن خالفھم فھو متبع غیر سبیل المومنین۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ اجماع حجت ہے اور اجماع کی پیروی واجب ہے، امام غزالی کی اصل عبارت یہ ہے۔ اجمعت الامۃ علی وجوب اتباع الاجماع وانہ من الحق الذی یجب اتباعہ۔ (ص ۲۴۰)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تو اجماع کے سلسلہ میں ایک ایسی بات بھی فرما گئے ہیں کہ ناآشنائے حقائق کے لئے بڑی شاق ہوگی مگر عارفان حقائق اور فقہائے شریعت اسے سر آنکھوں پر رکھیں گے۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

فان وجد فی المسألۃ اجماعا	یعنی اگر کسی مسئلہ میں اجماع ثابت ہو تو پھر
ترک النظر فی الکتاب والسنۃ	سنت میں غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے اسلئے
فانھما یقبلان النسخ والاجماع	کہ کتاب و سنت میں تو نسخ ہو سکتا ہے جبکہ
لا یقبلہ فالاجماع علی خلاف	اجماع ناقابل نسخ دلیل ہے اسلئے کہ اجماع
ما فی الکتاب والسنۃ دلیل	کتاب و سنت کے خلاف بھی کسی بات پر اجماع
قاطع علی النسخ ولا تجتمع	ہو جائے تو یہ دلیل ہے کہ کتاب و سنت کا حکم
الامۃ علی الخطاء۔	منسوخ ہے اسلئے کہ امت سے خطا بات پر اکٹھی
(ص ۲۴۵)	نہیں ہو سکتی ہے۔

امید کہ ہماری یہ چند سطریں آپ کیلئے باعث اطمینان ہونگی اور اس سلسلہ میں آپ کا ذہنی خلجان رفع ہو گیا ہوگا۔ اس بارے میں آپ کے کئی خطوط آئے مگر کچھ اپنی مصروفیت اور کچھ کتابوں کے نہ ہونے کی وجہ سے دیر ہوتی گئی۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

تقلید کے منکرین
تمام اُمتِ اسلامیہ کے گمراہ ہونیکا فیصلہ کرتے ہیں

مکرمی مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری

السلام مسنون ، و تحیہ مبارک

آپ نے اپنی کتابوں اور رسالہ کے ذریعہ سلفیت اور مذہب اہلحدیث کیخلاف ایک محاذ کھول دیا ہے اور تقلید کو بڑھاوا دے رہے ہیں ، قرآن کریم کا صاف ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو تو میری اتباع کرو ۔

اس آیت کریمہ کی موجودگی میں کسی امتی کی تقلید ناجائز اور حرام ہے ، براہ کرم آپ اپنی محنت دوسرے کاموں میں لگائیں ۔ والسلام

زبیر احمد سلفی بستی

محترم !

جب آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کسی امتی کی تقلید ناجائز و حرام ہے تو غالباً آپ یہ سوچتے نہیں کہ آپ یہ کہہ کر تمام امتِ اسلامیہ کو گمراہ قرار دے رہے ہیں ، آپ عالم اسلام کی تاریخ پر غور کریں ان مذاہب اربعہ کے مدون ہو جانے کے بعد ساری دنیا کے مسلمان انھیں مذاہب کے پیرو متبع اور مقلد تھے اور آج تک چلے آرہے ہیں ۔

Scanned by CamScanner

تمام فقہاء و محدثین اولیاء اللہ ان چاروں مذاہب میں سے کسی نہ کسی ایک کے متبع و مقلد رہے ہیں، کیا کسی مسلمان کو جرأت ہے کہ امام مزنی، حافظ ابن رجب، حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبدالبر، شیخ عبدالقادر جیلانی، امام غزالی، نظام الدین اولیاء اور اس طرح کے سیکڑوں اللہ والوں اور فقہ و حدیث کے ماہروں کو گمراہ کہے۔

اگر کوئی یہ جرأت کرتا ہے تو وہی سب سے بڑا گمراہ ہے، آپ حضرات اپنے سوچنے کا انداز بدلیں، آپ کسی بھی حنفی سے پوچھیں کہ تم امام ابوحنیفہ کے متبع ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے، آپ کسی بھی مالکی سے پوچھیں کہ تم امام مالک کی اتباع کرتے ہو کہ رسول خدا کی، آپ کسی بھی شافعی سے پوچھیں کہ تم امام شافعی کی اتباع کرتے ہو کہ رسول اللہ کی، آپ کسی بھی حنبلی سے پوچھیں کہ تم امام احمد بن حنبل کی اتباع کرتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی، ان تمام حنفی مالکی، شافعی حنبلی کا صرف ایک جواب ہوگا کہ ہمارے مقتدیٰ و متبوع ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آپ اس سے پوچھیں گے کہ پھر تم لوگ ان اماموں کی تقلید کیوں کرتے ہو؟ وہ کہے گا کہ ہم ان کی رہنمائی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، نہ کہ ان کو اصل مقتدیٰ اور متبوع سمجھتے ہیں، جس طرح آج کے دور کے عوام و خواص سلفی اپنے علماء کی رہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کے مدعی ہیں۔

اس لئے تمام مقلدین فی الاصل خدا اور رسول ہی کے احکام کی بجا آوری کرتے ہیں، اور اگر کسی بھی مقلد کو دلیل سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ اپنے امام کی رہنمائی میں وہ غلط سمت جا رہا ہے تو وہ فوراً اپنا راستہ بدل دے گا اور خدا و رسول کے راستہ کو حاصل کرنے کے لئے وہ کوئی اور ذریعہ ڈھونڈھے گا، مگر چونکہ وہ خود کتاب و سنت کا ماہر نہیں ہوگا اس وجہ سے کسی نہ کسی ماہر شریعت کا ہی دامن پکڑے گا اور اسی کی تقلید کرے گا۔

البتہ کسی بھی مقلد کو یہ جاننے کے لئے کہ اس کی سمت صحیح ہے یا غلط، ضروری ہے کہ وہ اپنے علماء سے ضرور پہلے رجوع کرے، کسی کے بہکاوے میں آکر خود سے فیصلہ

Scanned by CamScanner

اس کے لیے جائز نہیں ہوگا۔

آپ حضرات جو کتاب وسنت پر عمل کے مدعی ہیں خود ایک مذہب کے مقلد ہیں جس کا نام شوکانیت یا سلفیت ہے، اور اسی راہ سے آپ نے کتاب وسنت پر عمل کا راستہ بزعم خود متعین کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جو حدیثیں آپ حضرات کے اس مسلک کے خلاف ہوتی ہیں اس پر آپ کا عمل نہیں ہوتا ہے، اور اس وقت جو آیت کریمہ آپ نے نقل کی ہیں فراموش ہو جاتی ہے۔

دوسروں کے بارے میں زبان طعن دراز کرنے سے پہلے ذرا آپ حضرات کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لینا چاہیے کہ آپ کی سلفیت کا حدود اربعہ کیا ہے، اور آپ کی غیر مقلدیت پر مقلدیت کی کتنی تہیں جمی ہیں۔

ذرا بتلائیں کہ آپ نے سلام مسنون کے بعد جو تحیۃ مبارکہ لکھا ہے کیا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خطوط میں سلام مسنون وتحیۃ مبارکہ لکھا کرتے تھے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع صرف رفع یدین اور آمین بالجہر ہی میں ضروری ہے، اور جگہوں پر نہیں۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

تیرا پیام اور ہے میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرز کلام اور ہے

Scanned by CamScanner

ردِ غیر مقلدیت پر

حضرت مولانا محمد ابن کلاڑ چھوری کی اہم تصنیفات

غیر مقلد عالم مولانا صادق سیالکوٹی کی کتاب "مکمل الرسول" پر ایک نظر

"مکمل الرسول" کتاب و صاحب کی روشنی میں اور مولانا صادق

رقعة مع معارضی شیخ الاسلام (عربی)

حوالہ رقعہ حضرت شیخ الاسلام کی روشنی میں

صور تنطق (عربی)

غیر مقلدین کے لئے لوگر

[illegible]

غیر مقلدین کی [illegible]

رسائل غیر مقلدین

آئینہ غیر مقلدیت

ارمغان حق

شائع کردہ: مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سندور
Ph. 0548-9221757 [illegible]

MAKTABA ASARIA QASMI MANZIL
SEDURA, CHAZIPUR, U.P. INDIA

اسٹاکسٹ: زبانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاندان کنواں دہلی

Scanned by CamScanner